بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

150

سچا وعدہ

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی
کی تصنیف الوعد الحق کا
اردو عکس

ناشران
ولی محمد اینڈ سنز تاجرانِ کتب
اوٹ رام روڈ - پاکستان چوک - کراچی

(مشہور آفسٹ لیتھو پریس کراچی)

Marfat.com

فہرستِ مضامین

نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ
۱	ترک وطن	۷	۱۶	مدینہ کی ہجرت	۲۵۵
۲	معاہدہ	۱۵	۱۷	دینی شوق ہو تو ایسا ہو	۲۶۱
۳	شادی خانہ آبادی	۲۳	۱۸	رحمۃ للعالمین کے ایک رضاکار خادم	۲۶۹
۴	مکہ میں ایک نیا انقلاب	۲۹	۱۹	جنگ بدر	۲۷۵
۵	ایک خطرناک خواب	۴۱	۲۰	مؤذن رسول اللہ	۲۸۵
۶	غیر عادلانہ مطالبہ	۵۱	۲۱	شہادت کی بشارت	۲۹۳
۷	نئے انقلاب کی برکتیں	۵۹	۲۲	ارتداد کا فتنہ	۲۹۹
۸	اسلام مٹانے کی ناکام کوشش	۶۵	۲۳	فاروق اعظم کا دورِ خلافت	۳۰۳
۹	ایک اور غضب ہو گیا	۷۹	۲۴	صہیب رومی کی امامت	۳۱۳
۱۰	ابرہہ کی تباہی	۹۵	۲۵	امامت و محکمہ جنگ	۳۱۹
۱۱	اس ننھی سی جان پر یہ ظلم و ستم	۱۴۱	۲۶	وزیر تعلیم و مال	۳۲۵
۱۲	ایک امت کا چرواہا	۱۵۷	۲۷	ابن مسعود کی پسلی ٹوٹ گئی	۳۲۹
۱۳	سالم کو نہیں خریدوں گی	۱۸۱	۲۸	بغاوت	۳۳۶
۱۴	ہمیں جان و دل سے پیارے محمد	۱۹۹	۲۹	عمار کا قاتل جہنمی ہے	۳۴۸
۱۵	جور و ستم کا ریکارڈ توڑ دیا	۲۱۵	۳۰	نتیجہ	۳۵۱

Marfat.com

(۲۵۸)

پیش لفظ

ترجمہ کا کام کچھ آسان نہیں ہے۔ کسی زبان کو کسی دوسری زبان کے محاورات میں ڈھالنا بڑا مشکل کام ہے خصوصاً عربی زبان کو جس کی وسعت کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو اس زبان پر پوری قدرت رکھتا ہو۔ کیونکہ اس کا ہر لفظ اپنے دامن میں کافی پھیلاؤ اور معنی وسعت رکھتا ہے۔ پھر اسے اُردو زبان جو ایک محدود ڈھنگ کی زبان ہے، ڈھالنا اور اس کے پورے مفہوم کو ہو بہو ادا کر دینا معمولی کام نہیں۔ "الوعد الحق" کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے۔ مصنف کے مفہوم کو قریب تر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُمید ہے قارئین کرام کو پسند آئے گا اور اسے وہ پوری دلچسپی سے پڑھیں گے۔ اندازِ بیان میں ندرت ہے اور اظہارِ فکر میں جدت نے اچھی خاصی چاشنی پیدا کر دی ہے۔ جو نئے ذہنوں اور موجودہ تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اس میں چند جاں نثار اور بے کس و مظلوم مسلمانوں کی داستان ہے۔ جنہوں نے اسلام کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ پھر حق تعالے نے انھیں سربلندی، اور غیر معمولی عزت عطا فرمائی۔

Marfat.com

فقیر مالدار، غلام آزاد اور محکوم حاکم بن گئے۔ ؎

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

الحمدللہ ترجمہ کا آغاز ۸ مئی ۱۹۵۹ء سے ہوا اور سات دن میں ۱۵ مئی ۱۹۵۹ء کو ختم ہو گیا۔ اللہ پاک مصنف کو، مترجم کو، اور ناشر کو ایمان پر ثابت قدم رکھے اور ان کا خاتمہ بخیر کرے۔ آمین ؎

جب عزم واپسیں ہو یا اللہ
لب پہ ہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

راغب رحمانی

ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ   مدیر "الریحان"

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ
مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی
لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ
لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ
ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ○

النور، ۲۴: ۵۵

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے حق تعالیٰ اُن سے وعدہ فرماتا ہے کہ انھیں ملک میں پہلے لوگوں کی طرح حکومت عطا فرمائیگا جس دین کو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اس کی انھیں قوت بخش دے گا اور انھیں خوف کے بعد امن عنایت فرمائے گا بشرطیکہ وہ میری عبادت کرتے رہیں، اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ اور جو شخص اس (نعمت) کے بعد ناشکری کریگا وہی نافرمان ہوگا۔

(سورۂ نور ۵۵)

Marfat.com

ترکِ وطن

یاسر (اپنے بھائی مالک اور حارث سے): "اگر تمہارا جی چاہے تو تم چلے جاؤ یا کہیں اور نکل جاؤ، مَیں تو یہیں رہوں گا، یہ سرزمین مجھے دل و جان سے زیادہ پیاری ہے، کوئی مُلک بھی اِس کے برابر نہیں۔ یہ گھر مجھے بے حد محبوب ہے۔ کوئی اور گھر کیوں ڈھونڈھوں تم ہی بتاؤ بھلا میں اُس جگہ سے کیسے ہٹنا پسند کروں جہاں مجھے خوف کے بعد امن، کمزوری کے بعد طاقت اور تنگی کے بعد فراخی کی صورت نظر آئی۔ جہاں مجھے چین نصیب ہوا، اور آرام و راحت کی زندگی ملی"۔

مالک:۔ "نہیں نہیں یوں فرماؤ میں یہ جگہ کس طرح چھوڑ دوں، جہاں یاسیاہ نام نوجوان دوشیزہ رہتی ہے، جس کے سیاہ و سفید کے تم مالک نہیں ہو بلکہ اسے تم پر پُورا اختیار حاصل ہے"۔

یاسر:۔ "تمہیں اختیار ہے جو چاہو گمان کرو۔ لیکن مَیں یہاں سے نہیں جانے کا، مرتے دم تک یہیں رہونگا"۔

Marfat.com

حارث: (طیش کھاکر اور دانت پیس کر) "کم بخت تجھ پر خدا کی پھٹکار ہو، تجھے اپنے وطن سے زیادہ پردیس، قحطان سے زیادہ مضر اور عبس سے زیادہ قریش پیارے ہیں۔ لعنت ہو تجھ پر! خدا کی قسم تو یہاں ذلیل و خوار ہوگا، طرح طرح کے مصائب جھیلے گا، جان جوکھوں میں ڈالے گا اور کسی کو حمایت کے لئے ڈھونڈھے گا بھی تو کوئی حمایتی نہ ملے گا، تجھ پر کسی کو ترس نہ آئے گا، اور اگر آئے گا بھی تو تجھے ذلیل کرنے کے لئے اور دشمن کو تیرے خلاف اکسانے کے لئے۔ ہوش کے ناخن لے، ابھی وقت ہے خوب سوچ سمجھ لے۔"

مالک: (محبت بھرے لہجہ میں) "ذرا خیال تو کرو یہ نوجوان کالی کلوٹی لونڈی مکّہ کی خاک سے تو پیدا ہوئی نہیں، اور نہ ہی یہاں کے آسمان سے ٹپک پڑی ہے، دوسرے غلاموں کی طرح یہ بھی باہر ہی سے لائی گئی ہے۔ اس جیسی ہزاروں لونڈیاں ہر منزل اور ہر ٹھکانے پر مل سکتی ہیں، اور اگر اسی پر گرویدہ ہو تو ہم کسی نہ کسی تدبیر سے اس کو بھی مکّہ سے نکال لائیں گے، پھر تم اپنی اسی محبوبہ کے ساتھ زندگی کے ایام آرام و چین سے گذارنا، اور اپنے بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ عزت و وقار سے رہنا۔"

یاسر: بات جس طرح چاہو بناؤ اور بگاڑو، میں تو یہاں سے ٹلنے والا

نہیں، خدا کی قسم میں کسی قیمت پر بھی اس پاک گھر کو نہیں چھوڑ سکتا
یہ میرا ظرف نہیں کہ ابو حذیفہ کے احسانات کا بدلہ احسان فراموشی سے
دوں اور اس کی نیکی کو بدی سے بدل دوں، ناممکن ہے کہ میں اس
کے مال میں خیانت برداشت کروں۔ میں اس کا احسان کیسے بھول
جاؤں، وہ تو ہمارا محسن ہے جس نے ہمیں پناہ دی، ہمیں مہمان رکھا،
ہماری خوب خاطر تواضع کی اور مہمان نوازی کا حق ادا کردیا، میں
عرض کرچکا کہ اگر تم چاہو تو یمن چلے جاؤ یا کہیں اور نکل جاؤ، میں نے
اس مقدس جگہ کو اپنا وطن بنالیا ہے، میں یہاں سے آخری دم
تک نہیں ہٹنے کا، میرا دل پکار رہا ہے کہ یہ جگہ میری منتظر ہے،
قدرت مجھ سے یہاں کچھ کام لینا چاہتی ہے۔"

حارث:۔ (مذاق اڑاتے ہوئے) "ٹھیک ہے یہ جگہ تم سے غلامی کی
خدمت لینا چاہتی ہے، جس ذلت پر تم راضی ہو جاؤ گے، تمہارا انداز
تو یہی بتا رہا ہے کہ تم اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارو گے اور عزت
کی زندگی چھوڑ کر ذلت کی زندگی اختیار کرو گے۔ بفرضِ محال اگر
لوگوں نے کچھ ہمدردی کی بھی اور تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کیا
بھی تو زیادہ سے زیادہ اپنا حلیف بنالیں گے، اس میں بھی ذلت
ہی ذلت ہے، دوسروں کے دست نگر رہو گے اور خود کفیل نہیں سکو گے۔"

Marfat.com

یاسر: "تم لاکھ سمجھاؤ اور ہزار جتن کرو لیکن میں یہ جگہ نہیں چھوڑوں گا، میں نے اس کو وطن بنایا ہے اور آخری دم تک یہیں رہونگا"۔

حارث (نا امید ہو کر، مالک سے) چھوڑ دا اس بد دماغ کو، اس کو تو سمجھانا بھی بے سود ہے۔ کم بخت کو پچھتانا اور کفِ افسوس ملنا پڑے گا۔"

دوسرے دن جب دن کافی چڑھ گیا تو دو آدمی ابو حذیفہ کے دیئے ہوئے دو اونٹ ہنکاتے ہوئے مکہ سے نکلتے نظر آئے، اُن کے ساتھ ساتھ اُن کا بھائی یاسر بھی جلدی جلدی چل رہا تھا۔ سفر کے لئے نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کو رخصت کرنے کے لئے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ تینوں بھائی اپنے وطن یمن سے اپنے ایک کھوئے ہوئے بھائی کو تلاش کرنے کے لئے نکلے تھے۔ کافی عرصہ تک اِدھر اُدھر شہر در شہر گھومے، زمین کا چپہ چپہ چھان مارا مگر بھائی کا سراغ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ آخر نا امید ہو کر واپس لوٹے۔ راستے میں مکہ پڑتا تھا، چونکہ اس نامعلوم سفر نے انھیں تھکا مارا تھا اور راہ کی صعوبتوں اور سفر کی مشکلات نے انھیں لاغر و کمزور کر دیا تھا، اس لئے یہاں پہونچ کر کہنے لگے آؤ اس بستی میں کچھ دنوں آرام کر لیں، تھکن بھی دور ہو جائیگی اور یہاں کے عبادت خانے کا طواف بھی کر لیں گے۔ دیوتاؤں سے

Marfat.com

دعائیں بھی مانگ لیں گے اور سفر خرچ بھی لوگوں سے مانگ کر اکٹھا کر سکیں گے۔ آخر مکۂ معظمہ میں اُتر پڑے، بیت اللہ کا طواف کیا، دیوتاؤں سے لمبی چوڑی دعائیں بھی مانگیں، مگر افسوس وہاں سے بھی مسئلہ حل نہ ہوسکا، پھر مسجد میں ٹھہر گئے اور بے صبری سے قریشیوں کی کی انعقاد مجالس کا انتظار کرنے لگے، جب دوسرے دن کا سُورج کافی چڑھ گیا تو ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی وہاں سے گذرا، ابو حذیفہ اُن کی حالتِ زار دیکھکر پسیجا اور مُسکرا کر اُن سے کہنے لگا، میرے ساتھ آؤ اور میرے غریب خانے پر ٹھہر جاؤ۔ اُس نے گھر لے جاکر اُنھیں بڑی عزّت کی جگہ ٹھہرا دیا، اور قریشی روایات کے مطابق اُن کی بڑی خاطر و تواضع کی، اور عزّت کے ساتھ کھلایا پلایا

ابو حذیفہ نے اپنے مہمانوں کی خدمت پر اپنی نوجوان لونڈی سمیّہ بنت خیّاط کو مقرر کر دیا تھا، اُس کا رنگ سیاہ تھا جیسے اُلٹا توا، لیکن چونکہ عنفوانِ شباب تھا اِس لئے حُسن و جمال کی شادابی اُس کے چہرے سے ٹپکتی تھی، چال متوالی، ادا دل لبھانے والی اور ہاتھوں میں غضب کی پھُرتی تھی۔ لہجہ اگرچہ عربی نہ تھا لیکن اُس کی آواز میں بلا کا رس تھا، جو کانوں میں شہد اور دلوں میں اَمرت نچوڑ رہا تھا یہ حبشی دوشیزہ صبح و شام مہمانوں کا کھانا لایا کرتی تھی اور باقی

Marfat.com

اوقات میں اُن کی دوسری خدمتیں انجام دیتی تھی، کبھی کبھی اُن کے پاس بیٹھ کر اُن سے باتیں بھی کرتی، اور اُن کی باتیں سُن کر اپنا دل بہلا لیتی۔ رفتہ رفتہ یہ لڑکی یاسر کے دل و دماغ پر چھا گئی، اور اُس کی محبت اُس کے دل میں گھر کر گئی۔ یہی وجہ تھی کہ اُسے مکہ کی اقامت دل و جان سے پیاری تھی، کسی کو کیا خبر شاید یاسر نے اپنی چبھن کا احساس اسے دلایا ہے، اور اس کے دل کو بھی اپنے دل کی طرح بے قرار پایا ہو ؎

اُلفت کا جب مزا ہے کہ ہوں وہ بھی بے قرار

دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

ایک دلگیر پردیسی کو دوسرے رنجور پردیسی سے اُنس ہوتا ہی ہے۔ کبھی کبھی اس نوجوان کو یہ خیال بھی آیا کہ دل پر جبر کر کے اپنے بھائیوں کے ساتھ وطن چلا جائے جہاں اُس کا غمزدہ بوڑھا باپ اور مصیبت زدہ بوڑھی ماں اس کے انتظار میں ہوگی، لیکن افسوس نوجوان اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ بلاشبہ انسان کی زندگی اس کے ارادوں کی پابند نہیں اور نہ اُس کی خواہشوں کا ساتھ دیتی ہے۔ بلکہ کچھ پوشیدہ محرکات ہوتے ہیں جنھیں تقدیر محض اپنی مرضی سے کسی سے مشورہ کئے بغیر عمل میں لے آتی ہے،

Marfat.com

اور انسان چار و ناچار اُسی طرف کھچتا چلا جاتا ہے۔ جدھر یہ محرکات اُسے لیجانا چاہتے ہیں۔ پھر یہ محرکات انسانی زندگی پر کچھ اِس طرح اثر ڈالتے ہیں کہ انسان کے تصوّر کی رسائی بھی وہاں تک نہیں ہوتی۔

بہرحال مالک اور حارث دونوں اپنے اُونٹوں کو ہنکاتے ہوئے مکّہ سے یمن پہونچ جاتے ہیں، دنیا اور تاریخ انھیں اِس طرح فراموش کر دیتی ہے کہ اُن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ اُن پر کیا بیتی؟ جیسے اُن کا کھویا ہوا بھائی اور بوڑھے ماں باپ تاریخ اور دنیا میں کھو جاتے ہیں۔ لیکن ہمارا نوجوان یاسر دونوں بھائیوں کو رخصت کر کے مکّہ واپس آجاتا ہے، شروع شروع میں تو ابو حذیفہ کا خصوصی مہمان رہتا ہے، پھر اُس کا حلیف بن کر رہتا ہے، اور پھر اُس کی لونڈی سمیّہ کا شوہر بن جاتا ہے، اُسی تاریخ سے دُنیا اُسے جانتی ہے اور تاریخ پہچانتی ہے۔

Marfat.com

[illegible]

معاہدہ

آج پیارے تو نے بھی کیا جاتی دُنیا دیکھ لی
راہ پر آنے لگا، عہدِ وفا بھولنے لگا

ایک دن ابو حذیفہ اپنی مجلس سے اُٹھکر گھر جا رہا تھا، راستے میں مسجد کے قریب ہی یاسر سے ملاقات ہو گئی۔

ابو حذیفہ (مسکرا کر) "عنسی نوجوان! تمہارے بھائی کہاں ہیں؟"

عنسی نوجوان: "انھوں نے پردیس پر وطن کو ترجیح دی، اور اپنے ملک واپس چلے گئے۔"

ابو حذیفہ: "لیکن تمھیں پردیس بھایا اور یہیں مکہ میں رہ پڑے۔"

عنسی نوجوان: "افسوس یہ بات نہیں، بلکہ مجھے وحشت پسند اور فتنہ پرداز علاقوں کی بہ نسبت امن پسند اور صلح جو حرم مکہ پسند آیا، اور میں نے یمن جیسے گمراہ علاقوں کو چھوڑ کر اللہ کے گھر کی ہمسائگی اختیار کرلی۔"

ابو حذیفہ: "اچھا اب تم مکہ میں کیا کام کرنا چاہتے ہو؟"

Marfat.com

یاسر:- "ادھر اُدھر سے چل پھر کر روزی تلاش کر لوں گا"۔

ابو حذیفہ:- "روزی کی فکر نہ کرو، تم میرے پڑوسی ہو، جب تک میرے پاس رہو گے تمہیں روزی کے گھاٹے نہیں"۔

یاسر (شکریے کے انداز میں):- "معزز سردار! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ فخرِ مخزوم، نازِ قریش اور عزتِ بطحاء ہیں۔ خدا کی قسم جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ بڑے فیاض طبع اور سلیم الفطرت انسان ہیں۔ آپ کے اخلاقِ حمیدہ سب کو محبوب ہیں، آپ مسافروں کی خبر گیری اور فاقہ زدوں کی نگہداشت کرتے ہیں، آپ سائل کی مُراد پوری کرتے ہیں، تنگدستوں کو خوب دیتے ہیں، اور پڑوسی اور مظلوم و بے کس کی پشت پناہی آپ کا محبوب مشغلہ ہے"۔

ابو حذیفہ:- "بس بس۔ تعریف ہو چکی، تم نے احسان کا احسان سے زیادہ بدلہ دے دیا، بلکہ تم نے تو تعریفوں کے پُل باندھ دیئے، اور آسمان و زمین کے قلابے ملانے شروع کر دیئے، ماشاء اللہ بڑے فصیح و بلیغ ہو، اور بولنے پر کافی قدرت ہے، میں تمہاری ذکاوت و ذہانت کو مانتا ہوں اور فصاحت و بلاغت کا قائل ہوں۔ اب میری یہی خواہش ہے کہ جب تک تم اس بستی میں رہو میرے پاس ہی رہو سہو"۔

Marfat.com

یاسر:- میں آپ کی اِس پیشکش کا دل کی گہرائیوں سے شکرگذار ہوں، خدا آپ کو بُرائیوں سے محفوظ رکھے۔ شکریہ اور صد شکریہ' لیکن میری ایک ناقص رائے ہے جس سے ہم دونوں یکساں حالت میں رہیں گے، نہ آپ پر بوجھ پڑے گا اور نہ میں اپنی ذمہ داریوں سے غافل رہونگا، آپ میرے بھی اپنے گھربار کی طرح پشت پناہ بن جائیں، پھر میں آپ کی طرف سے آپ کے دشمن سے جنگ کروں گا۔ اور صُلح جُو سے صُلح کروں گا۔ آپ کے دشمنوں کا دشمن اور دوستوں کا دوست بن جاؤں گا۔ مقدور بھر آپ کی اور آپ کے خاندان کی ڈھال بن جاؤں گا۔"

ابوحذیفہ:- "تب تو یہ ایک معاہدہ ہے!"

یاسر:- "بیشک، اگر آپ پسند فرمائیں؟"

ابوحذیفہ:- "مجھے منظور ہے' اور میں اِس معاہدے سے خوش ہُوں! کل مسجد میں جاکر معاہدۂ حلف کرلیں گے۔"

یاسر:- "ابھی تو مسجد کچھ دُور بھی نہیں، یہ بات مجھے بے حد ناپسند ہے کہ آج کا کام کل پر ٹال دیا جائے۔"

ابوحذیفہ:- "اچھا تو پھر آؤ چلیں۔"

آخر ابوحذیفہ اپنے ہاتھ میں عنسی نوجوان کا ہاتھ لےکر اُلٹے پاؤں

Marfat.com

چل پڑتا ہے۔ تھوڑی دیر میں دونوں مسجد میں پہونچ جاتے ہیں۔ ابو حذیفہ
مسجد میں داخل ہوتے ہی کعبہ کی طرف چلنے کا قصد کرتا ہے۔

یاسر:۔ "کہاں جارہے ہو؟"

ابو حذیفہ:۔ "معاہدے پر دیوتاؤں کو گواہ بنانے کے لئے!"

یاسر (مسکرا کر):۔ "پہلے اِن قریشیوں کو تو گواہ بنالو، ایسا نہ ہو کہ یہ کہیں چلے جائیں اور تم انھیں ڈھونڈتے ہی رہ جاؤ، دیوتا تو جہاں ڈال دیئے گئے ہیں وہیں پڑے رہیں گے، کہیں آنے جانے کے نہیں۔"

ابو حذیفہ (چیں بہ جبیں ہو کر):۔ "میں نے آج جیسا ہوشیار اور عقلمند شخص کبھی نہیں دیکھا؟"

پھر ابو حذیفہ یاسر کو قریشیوں کی بیٹھکوں پر لے جاتا ہے، اور جس بیٹھک سے گذرتا ہے پکار کر کہتا ہے: "قریشیو! گواہ رہنا میں نے اس منسی نوجوان کو جس کا نام یاسر بن عامر ہے، اپنا حلیف بنالیا ہے۔" جہاں جہاں یہ آواز پہونچتی ہے قریشی یہی جواب دیتے ہیں: "خوب، بہت خوب ابو حذیفہ تمھیں مُبارک ہو، تمھارا حلیف واقعی قابلِ عزت و لائقِ تعریف ہے۔"

جب ابو حذیفہ قریشیوں کی تمام بیٹھکوں میں گھوم جاتا ہے تو پھر کعبہ کا قصد کرتا ہے۔

یاسر:۔ "اب کدھر کا ارادہ ہے؟"

Marfat.com

حذیفہ: "اب تو دیوتاؤں کو گواہ بنانے دو!"

سر (ہنس کر): "شاباش! تمہارے خیال میں اُس وقت تمہارے دیوتا سو رہے تھے اور تمہاری بات نہیں سُن رہے تھے، جب تم اپنے معاہدے پر اُن کو گواہ بنا رہے تھے، اور اعلان کر رہے تھے۔ یقیناً وہ بیدار تھے۔ سُن رہے تھے، تمہارا اعلان دیوتا سن چکے، اُس کے گواہ بن چکے، اور گواہی پر راضی بھی ہو چکے۔ معلوم ہوتا ہے تمہارے خیال میں دیوتا اُسی وقت سُنتے ہیں جب اُن کے پاس آ کر کہا جائے، ٹھیک اس طرح جس طرح ہم آپس میں سرگوشی کرتے وقت ایک دوسرے کے بالکل قریب ہو جاتے ہیں۔"

ابو حذیفہ (چونک کر): "کیا آج میں نے کسی شیطان کو حلیف بنا لیا ہے؟ اجنبی نوجوان! خدا تجھے سمجھ دے، ہمارا یہی طریقہ ہے کہ جب دیوتاؤں سے کوئی بات کہنی ہوتی ہے تو ہم اُن کے بالکل پاس جا کر ایک کانا پھوسی کرنے والے کی طرح کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں۔"

یاسر: "دیوتاؤں سے تو جہاں سے چاہو کہہ سکتے ہو، ان کی شان کے لائق یہی ہے کہ وہ تمہاری بات ہر جگہ سے سُن لیں اور ہر جگہ تمہارے پاس موجود ہوں۔"

ابو حذیفہ یہ بات سُن کر ایک گہرے فکر میں ڈوب جاتا ہے؛ گویا

Marfat.com

عنسی نوجوان اُسے کوئی ایسی بات یاد دلا دیتا ہے جو اُس کے ذہن
نکل چکی تھی، یا وہ خود اُسے بُھلا چکا تھا۔

ابو حذیفہ (بھڑاکر): عنسی نوجوان! اگر تجھے معاہدہ کرنا ہے تو یہ بات ما
پڑے گی کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں، تاکہ اس معاہدے کی حرمت
تقدیس کا پورا پورا حق ادا ہو جائے۔"

یاسر: اچھا نہیں مانتے ہو تو نہ مانو، جو تمھاری مرضی ہو وہی کر لو،

اگر مانو تو رہے قیمت نہ مانو تو شکایت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آ لے

آخر کار دونوں بیت اللہ کے دو تین طواف کرتے ہیں، اور پھ
کو ایک دوسرے کے حلیف بن کر گھر کو لوٹتے ہیں۔ لیکن ان کا باہمی
دو حلیفوں کے باہمی رشتہ سے کہیں زیادہ گہرا اور مضبوط ہے۔

ابو حذیفہ (گھر آتے ہوئے): "عنسی نوجوان! افسوس اور صد افسوس! معل
ہوتا ہے تو ہمارے دیوتاؤں کو حقیر سمجھتا ہے اور ان سے انحراف کرتا
کیا بات ہے، کیا ابھی عنس کے دیوتاؤں کی محبت تیرے دل سے
نہیں گئی؟ اور دوسرے دیوتاؤں کی طرف تیرا دل مائل نہیں ہوا؟

یاسر: ابو حذیفہ! میرے ماں باپ تم پر قربان، خدا کی قسم مجھے تو ع
سے بھی عنس کے دیوتا یاد نہیں آتے، مجھے ان سے عقیدت ہی نہیں

ے معلوم نہیں کہ کبھی کسی وقت دن یا رات میں میں اُن کے پاس
ہوں، یا میں نے کبھی ان کا ادب واحترام کیا ہو، یا کسی وقت اُن
عظمت وسطوت کو تسلیم کیا ہو۔"

حذیفہ:- "ہائے ہائے معلوم ہوتا ہے تم باپ دادا کا دین چھوڑ چکے ہو،
کے دیوتاؤں سے بدظن ہو گئے ہو، اور یہودیوں اور عیسائیوں کے
کو مانتے ہو!"

سر:- "میرا سب سے میل جول ہے۔ سب سے صاحب سلامت ہے،
کے عقیدے جانتا ہوں، مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، نہ میں نے
ن سمجھنے کی کوشش کی۔"

حذیفہ:- "واہ واہ، واہ واہ! تمہارا کوئی دیوتا ہی نہیں، اور تمہارا کوئی
ب ہی نہیں۔"

سر:- "ابو حذیفہ! ذرا سوچو تو سہی اگر میں کسی کو اپنا معبود بناتا تو
ندر کو نہ بنا لیتا، جو مجھے مرعوب و دہشت زدہ بنا دیتا ہے جس کی وسعت
یکرانی کو دیکھ کر میں ہکا بکا رہ جاتا ہوں، یا سورج کو نہ بنا لیتا جس کی
شنی سے دن بھر فائدہ اٹھاتا ہوں، یا تاروں کو نہ بنا لیتا جو رات میں
لے ہوئے مسافر کو راستہ بتاتے ہیں یا بادل کو نہ بنا لیتا، جن سے کھانے
ے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں، لیکن میں کسی کو بھی اپنا معبود نہیں مانتا،

Marfat.com

میرا دل کسی پر نہیں جمتا، میں راستہ ڈھونڈھ رہا ہوں، مگر اب تک
نہ سکا، ہدایت تلاش کر رہا ہوں، مگر ہنوز راہِ مستقیم سے دُور ہوں،
میں سے کسی کی اطاعت و انقیاد کی مجھے ضرورت نہیں، میں تو سچے
کی تلاش میں ہوں، مجبور ہو کر دنیوی طور پر لوگوں سے ملا جُلا رہتا
لیکن دینی اعتبار سے ان سے علیحدہ ہوں۔"

ابو حذیفہ: (تعجب سے): تمہارا معاملہ تو بڑا عجیب و غریب ہی عنسی نو

یاسر: ہاں جیسے دوسروں کا ہے، بس اتنا سا فرق ہے، کہ میں
کچھ غور و فکر کرتا ہوں اور لوگ کم سوچتے ہیں۔"

۱۱۳۴۲ اتنے میں ابو حذیفہ کا گھر آجاتا ہے، گھر ہو چکر بھی دونوں
بات چیت ہوتی رہتی ہے، اور کافی رات گئے تک سلسلۂ کلام جا
رہتا ہے، نجد و حجاز اور تہامہ و یمن کے واقعات چھڑ جاتے ہیں
ابو حذیفہ کے دل و دماغ پر یہ نوجوان چھایا رہتا ہے، وہ اس حد
اس پر [illegible] ہوتا ہے کہ خود بخود دل ہی دل میں اور بعض وقت
[illegible] سے کہنے لگتا ہے تب مجھے کبھی کسی پردیسی سے ایسی
انسیت نہیں ہوئی جیسی اس عنسی نوجوان سے ہو گئی ہے، اگر میں کسی
بناتا تو اسی نوجوان کو بناتا۔"

Marfat.com

شادی خانہ آبادی

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ایک زمانے تک یاسر ابو حذیفہ کا مہمان رہتا ہے، روزانہ صبح صبح مسجد جاتا ہے، قریشیوں سے باتیں کرتا ہے اور اُن سے تبادلۂ خیالات کرتا رہتا ہے، پھر زوال کے بعد گھر واپس آتا ہے کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کرتا ہے، پھر بازار میں چل پھر کر لوگوں سے ملتا جلتا ہے، اُن کے حالات معلوم کرتا ہے اور روزگار تلاش کرتا ہے۔ جب روزگار مہیا ہو جاتا ہے اور کچھ روپیہ جمع ہو جاتا ہے تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے ذاتی گھر میں رہائش اختیار کرنی چاہیئے۔ آخر کار ابو حذیفہ کو اپنے اس نیک ارادے سے مطلع کرتا ہے۔ ابو حذیفہ کی نگاہ میں بھی ذاتی گھر میں منتقل ہوجانا ٹھیک ہے، لیکن ابو حذیفہ یاسر کو کچھ فکر میں ڈوبا ہوا سا دیکھتا ہے

معلوم ہوتا ہے یاسر کا دل کسی کشمکش میں مبتلا ہے کیونکہ وہ گھر کے در و دیوار کو حسرت بھری نگاہوں سے تک رہا ہے۔

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

گویا انتقالِ مکانی سے یاسر کا دل زور زور سے دھڑک رہا ہے:

میں جاتا ہوں دل کو ترے پاس چھوڑے
مری یاد تجھ کو دلاتا رہے گا

ابو حذیفہ:۔ عنسی نوجوان! آج میں تمہیں کچھ کھویا کھویا اور دلگیر دیکھ رہا ہوں، بتاؤ تو سہی آخر کیا بات ہے؟ کیا میرے گھر سے تنگ آ گئے ہو یا کسی سے کچھ تکلیف پہونچی ہے؟ یہاں کیوں نہیں ٹھہرے رہتے جیسے اب تک ٹھہرے رہے۔ جب کام کاج جم جائے گا اور آسودہ حال ہو جاؤ گے۔ پھر منتقل ہو جانا"

نوجوان:" خدا کی قسم مجھے تمہارا گھر برا معلوم نہیں ہوا، اور نہ مجھے کسی سے کچھ تکلیف پہونچی۔ میں نے تمہارے پاس ٹھہر کر بڑا آرام پایا اور ہر طرح کی خاطر تواضع دیکھی۔ بات یہ ہے کہ تمہارے گھر میں میری ایک محبوب چیز ہے۔ شروع شروع میں تو میرا خیال تھا کہ شاید اُسے نہ پا کر مجھے صبر آجائے گا، اور نظروں سے

Marfat.com

اُوجھل ہوتے ہی میں اُسے بھول جاؤں گا۔ لیکن مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ اس کے بغیر میری زندگی وبالِ جان ثابت ہوگی۔"

ابو حذیفہ (حیران و متعجب ہو کر): "تمہاری محبوب چیز! بھلا اِس گھر میں تمہاری محبوب چیز کیا ہو سکتی ہے؟ بتاؤ تو سہی وہ ہے کیا؟"

نوجوان تھوڑی دیر تک سر جھکائے رکھتا ہے، شرم و حیا اُس کے چہرے پر سُرخی جھلکا دیتی ہے، گویا ایک سُرخ و لطیف ابر اُس کے چہرے پر چھا جاتا ہے۔ پھر سر اُٹھاتا ہے، جیسے کسی اہم فیصلے پر قطعی راضی ہو گیا ہے، ذرا جرأت سے کام لیتا ہے اگرچہ حیا دامنگیر رہتی ہے، لیکن پھر بھی دل مضبوط کر کے آگے بڑھتا ہے۔

نوجوان (شرماتے ہوئے):- "یہ جو تمہاری سیاہ فام لونڈی ہے، جسے تم سمیّہ کہتے ہو، اُس کی محبت میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہے

بے چین ہے بے تاب ہے، معلوم نہیں کیوں
دل ماہیِ بے آب ہے، معلوم نہیں کیوں
دیکھا تھا کبھی خواب سا، معلوم نہیں کیا
اب تک اثرِ خواب ہے، معلوم نہیں کیوں

خدا کی قسم وہ عصمت مآب خاتون ہے، میں نے اُس کی نگاہ میں

Marfat.com

شرم وحیا کے سوا کچھ نہیں دیکھا، اور نہ کچھ ایسی ویسی بات دیکھی۔"

ابو حذیفہ:۔ "اچھا تمھاری یہ آرزو ہے کہ اسے تم کو دیدیا جائے"۔

نوجوان:۔ "نہیں نہیں، خدا کی قسم نہیں، میں تمھارا مال لے کر تمہیں تکلیف دینا نہیں چاہتا۔"

ابو حذیفہ:۔ "یہ تکلیف نہیں عین راحت ہے۔ مال میں تکلیف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میرے گھر میں بہت سی لونڈیاں ہیں، اگر سمیّہ نہ ہوگی نہ سہی، لیکن تمھارا دل میلا نہ ہو۔"

نوجوان:۔ "نہیں نہیں، ہرگز نہیں، میرا دل نہیں چاہتا کہ تمہیں میری وجہ سے کوئی مالی نقصان پہونچے، میں مہمان رہنے کے بجائے حلیف اسی لئے بنا تھا کہ اپنا بوجھ ہلکا کردوں۔ میں نہیں چاہتا کہ کل کلاں کو مخزومی یہ چرچا کریں کہ ابو حذیفہ کے گھرانے میں ایک مہمان آکر ٹھہرا تھا، اور جس طرح آیا تھا اسی طرح نہ گیا بلکہ کچھ لے ہی مرا۔"

ابو حذیفہ:۔ "اچھا اگر چاہو تو اس سے تمھاری شادی کردی جائے۔"

(نوجوان یہ بات سن کر ٹھٹھا مار کر ہنستا ہے۔)

نوجوان:۔ "مرحبا صد مرحبا، کیا تمھاری یہ خواہش ہے کہ میں تمھارے لئے لونڈیاں اور غلام پیدا کرتا رہوں، شاباش، شاباش!"

ابو حذیفہ (نوجوان کے جواب سے خوش ہوکر اور اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر)

"عتبی نوجوان! خدا تجھے خوش رکھے، تو نے مجھے مجبور کر دیا، اچھا جا میں اس سے تیری شادی کئے دیتا ہوں، تیری اولاد جو اس سے پیدا ہو گی، آزاد ہے، اب تو خوش ہے!"

نوجوان: "شکریہ اور صد شکریہ، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ آپ فخر مخزوم، زینت قریش اور عزت بطحا ہیں"

ابو حذیفہ (نوجوان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر) "بس کرو یا سمر بس کرو، حد سے زیادہ تعریف کر چکے، تم آج ہی شام کو میرے پاس آجانا، تمہاری شادی کر دوں گا، پھر بڑے شوق سے اپنی رفیق زندگی کے ساتھ اپنے نئے گھر میں رہنا سہنا۔ امید ہے تمہارے گھر میں خیر و برکت ہو گی۔"

Marfat.com

Marfat.com

مکّہ میں ایک نیا انقلاب

خدا کی رحمتِ للعالمینی پھلنے والی ہے
گھڑی اب خیر و برکت کی جہاں میں آنیوالی ہے

یاسر رفیقِ زندگی کو لے کر اپنے نئے گھر میں منتقل ہو جاتا ہے، اور تاریخ ایک عرصۂ دراز تک اُس سے خاموش ہو جاتی ہے۔ تاریخ کی یہ ایک پُرانی عادت ہے کہ وہ عوام کی طرف متوجہ نہیں ہوتی، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ، یا اُن پر کیسی ہی بپتا پڑ جائے۔ بھلا تاریخ ایسے نوجوان کا کیا خیال کرے جس کا ایک ادنیٰ طبقہ سے تعلق ہے، جو قریشیوں میں بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا، اور مکّہ میں بھی معمولی حیثیت کا ایک انسان ہے۔ جو صرف مخزوم کا ایک پردیسی حلیف ہے، اور اپنے جیسے پست طبقے اور معمولی لوگوں کی طرح زندگی گُزار رہا ہے۔ جو بیچارے دن رات خون پسینہ ایک کرکے اور محنت مزدوری کرکے چند پیسے کماتے ہیں، اور اُن سے اپنا گزارہ

Marfat.com

کرتے ہیں۔ اگر انھیں کسی روز محنت مزدوری نہیں ملتی تو اپنے اپنے حلیفوں کے پاس جاکر کچھ مانگ لاتے ہیں اور اپنی ضروریات پوری کر لیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ امن وچین کی زندگی بسر کرتے ہیں، اُن کے جان اور مال محفوظ ہیں، جو کچھ میسّر آجاتا ہے اُسی پر قناعت کر لیتے ہیں، نہ کوئی انھیں ستاتا ہے اور نہ کوئی اُن پر زیادتی کرتا ہے؛ تاریخ اپنی پوری روایات کے مطابق اس زمانے میں بھی بڑی آن بان رکھتی ہے، صرف رئیسوں اور چودھریوں کی پرواہ کرتی ہے، اور بڑے بڑے لیڈروں اور کرداروں کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ تاریخ آج بھی ہمیشہ کی طرح بخیل، مغرور اور خود پسند ہے، اس کا تو یہ حال ہے کہ امراء اور رؤسا، کی طرف بھی ذرا مشکل سے دیکھتی ہے، اور ان سرداروں کے وہی کام محفوظ رکھتی ہے جو اپنے اندر کوئی نمایاں عظمت وشان رکھتے ہوں، ورنہ دوسری باتوں کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتی۔ اس منطق کا یہ ثبوت ہے کہ تاریخ نے قریش کے اس زمانے کے واقعات قلمبند ہی نہیں کیے۔ البتہ ان کی زندگی کے چند گوشوں پر روشنی ڈالی ہے، جن سے ہمیں اُن کے حالات کا پوری طرح علم نہیں ہوتا۔ گویا وہ انھیں حقیر ومعمولی سمجھکر اُن سے بے اعتنائی برت رہی ہے۔ گویا وہ قیاصرہ واکاسرہ کو اور اُن کے لیڈروں اور سرداروں کو

Marfat.com

اپنی توجہ کا پورا حقدار اور اہل سمجھتی ہے اور انھیں اس لایق جانتی ہے کہ ان کے پاس ٹھہرے ان کے حالات کا کھوج لگائے اور ان کے واقعات کو تفصیل وار ضبط تحریر میں لائے۔ یہ قریشی سردار جو عرب کے اُن قبیلوں کے راہنما ہیں، جو لکھنا پڑھنا اور حساب و کتاب نہیں جانتے ۔ نہ زمانے کو اور نہ دنیا کو اپنا مسخر بنا سکتے ہیں، نہ تاج و تخت کے مالک ہیں، بیچارے جوں توں کر کے اپنی زندگی کے ایام بسر کر رہے ہیں۔

جب قریشیوں کے راہ نما تاریخ کی نگاہ میں قابلِ عزت نہیں، کہ ان کی باتیں ضبطِ تحریر میں لائی جاسکیں، بجز ان چند باتوں کے جو آئندہ نسلوں کے لئے دلچسپی کا سامان فراہم کرتی ہوں، یا ان کے دل بہلا سکتی ہوں، اور ان کا غم غلط کر سکتی ہوں۔ تو اس قوم کے عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے، جن کے پاس نہ دولت و ثروت ہے، نہ عزت و عظمت ہے، نہ حرفت و صنعت ہے نہ تجارت و زراعت ہے۔ نہ کوئی اقتدار و طاقت ہے، اور نہ لے چارے دیوتاؤں کے نگراں ہیں۔ نہایت پست زندگی بسر کرتے ہیں، تنگدست و فاقہ مست ہیں اور بسا اوقات فیاض طبع امراء کے کاسہ لیس ہیں۔ یا پھر بھی اسی پس ماندہ طبقے سے تعلق رکھتا ہے، اسی لئے تاریخ کو اس کی پرواہ نہیں

Marfat.com

اور نہ وہ اس کی طویل زندگی کی ساتھی ہے۔ یاسر صبح صبح روزی کی تلاش میں نکلتا ہے اور شام کو اپنی کمائی لے کر گھر میں آجاتا ہے۔ تاریخ نہ اس کی صبح کو دیکھتی ہے اور نہ شام کو آخرکار رفتہ رفتہ وہ مبارک دن بھی آپہونچتا ہے جس دن تاریخ اپنی بے اعتنائی کی عادت چھوڑنے پر مجبور کردی گئی۔ آج وہ جس قدر گہری دلچسپی معمولی طبقے کے لوگوں سے لے رہی ہے پہلے اتنی دلچسپی سرداروں اور پیشواؤں سے بھی نہیں لیتی تھی۔ آج تاریخ اس بات پر مجبور ہے کہ وہ یاسر اور یاسر جیسے دیگر عوام کی خیر خبر لے، اور اُن کے حالات اس قدر تفصیل سے ضبطِ تحریر میں لائے جو تفصیل قریشی سرداروں اور مخزومی رئیسوں کے حالات کے بارے میں بھی نہ آئی ہو۔ جب تاریخ نے اُدھر دیکھا تو اسے بہت ہی معمولی سے واقعات رُونما ہوتے نظر آئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ لوگ ان کی طرف متوجہ بھی نہ ہونگے لیکن جیسے ہی یہ واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں، انھیں دیکھکر دل دھڑکنے لگا، خیالات میں ہیجان پیدا ہوگیا اور عقلیں جاگ اُٹھیں آج پس ماندہ اور معمولی طبقے کے انسان کو بھی اپنی شخصیت کا احساس ہونے لگا۔ وہ بھی اپنے حقوق پہچاننے لگے، اور انھیں حاصل کرنے میں سرگرمِ عمل نظر آنے لگے، وہ اس راہ میں سُستی کو حائل نہیں

Marfat.com

ہونے دیتے، رفتہ رفتہ نتیجہ ایک انقلاب کی صورت میں نمودار ہوجاتا ہے۔ اور قریشی سرداروں کو ہر چیز بدلی بدلی سی نظر آتی ہے۔ غلاموں کی ذہنیت بدل گئی، بیکسوں اور فاقہ مستوں کے خیالات بدل گئے، نادار ان چیزوں کی آرزو کرنے لگے، جن کی انھیں ہوا بھی نہ لگی تھی، پس ماندہ طبقہ ان کاموں پر پل پڑا جن کا قریشیوں کو وہم و گمان بھی نہ تھا، اور مظلوم و بے بس انسان ایسی باتیں کرنے لگے جن سے واقف نہ تھے۔ غلام آزادی کے حریص ہیں، خودمختاری کے مشتاق ہیں، عزت و عظمت کو لالچ بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں، پست طبقہ کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقوقِ زندگی میں سرداروں سے کم نہیں، احترام و اکرام کے وہ بھی حقدار ہیں، مضرت رساں کاموں سے بچنا ان کا بھی فرض ہے۔ ان باتوں سے انھیں بھی اجتناب ضروری ہے، جو قومی وقار کو ملیامیٹ کردیں، اور باعثِ ننگ و عار ہوں۔

ہر شخص مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور مٹی ہی میں مل جائے گا، سب کا آغاز و انجام یکساں ہے اگر تفاوت ہے تو زندگی میں، یہ تفاوت بھی ان کے دلوں، ضمیروں اور خیالات میں ہے۔

Marfat.com

اور وہ بھی اِس لحاظ سے کہ کون نیکیوں کا دلدادہ، برائیوں سے متنفر، گناہوں سے بیزار اور بھلائیوں کی طرف راغب ہے، اور کون نہیں۔ بس بھلائی برائی اِنسان میں فرق پیدا کرتی ہے، اور کوئی چیز انسان کو انسان سے جُدا نہیں کرتی، عوام کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا دل، روح اور ضمیر مرنے کے بعد بھی صرف جزا و سزا میں ایک دوسرے سے جدا ہے۔ جس نے رائی کے دانے کے برابر نیکی کی ہوگی اُس کی جزا ضرور اُسے مل جائے گی، اور جس نے رائی کے دانے کے برابر بدی کی ہوگی اُسے اُس کی سزا سے ضرور سابقہ پڑیگا۔ کسی آزاد کو محض اُس کی آزادی کی بدولت کسی غلام پر کوئی فوقیت نہیں، البتہ اگر وہ ایمان والا، پارسا اور نیک عمل والا ہوگا، تو اُسے بے ایمان، فاسق و فاجر غلام پر ضرور فضیلت حاصل ہوگی، لوگوں کو اپنے دل سے اپنی زبان سے اور اپنے ہاتھ سے نہ ستانے والا غلام اِس آزاد سے بہتر ہے جس میں ساری خرابیاں موجود ہوں، ایمان و تقویٰ والا غلام جس کا دل گناہوں سے، روح ہر قسم کی بدی سے، اور خیالات ہر طرح کی گندگی سے پاک و بے داغ ہوں وہ اس آزاد سے ہزار درجہ

Marfat.com

بہتر ہے جس کی آزادی کو ان برائیوں نے داغدار بنادیا ہے۔
عوام میں یہ بحث بھی چھڑی رہتی تھی کہ آزادی اور غلامی، فراخی اور تنگدستی، اور طاقت وبے بسی سب چلتی پھرتی چھاؤں ہے، آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہ مخصوص عوارض ہرگز ہرگز فضیلت کے اسباب نہیں بن سکتے۔ ان سے نہ کوئی سرداری کے قابل ہوتا ہے اور نہ حکومت کے لائق، اگر کسی کو کسی پر فوقیت ہے تو وہ محض بھلائی، نیکی اور پارسائی سے ہے
اگر کسی کو سرداری یا حکومت ملتی ہے تو وہ صرف اس اقتدار کی بدولت ملتی ہے، جو ورثے میں نہیں ملتا نہ دولت وریاست سے حاصل ہوتا ہے، بلکہ عوام کی خوشنودی اور اعتماد وبھروسے سے حاصل ہوتا ہے۔ کسی کی ہر دلعزیزی اس کی صلاحیت اور اس کی استعداد سے لوگ اسے یہ رتبہ عطا کرتے ہیں۔ لوگوں پر حکومت اس آئین وقوانین کے ذریعہ کی جاتی ہے جو ان کے پاس آسمان سے اترتا ہے، جس میں بھلائی کو برائی سے، معروف کو منکر سے، اور حلال کو حرام سے الگ کردیا جاتا ہے۔ قومی رسم ورواج پر باپ دادا کی رسموں پر یا اکابر کے دستور پر حکومت نہیں چلائی جاتی۔

یہ تھے وہ حیرت انگیز خیالات جو اُس دور کے غلاموں، بیکسوں اور ناداروں میں پائے جاتے تھے۔

جب یہ لوگ آپس میں ملتے یا فارغ ہو کر بیٹھتے تو اُن کا موضوع بحث یہی ہوتا۔ عموماً انہی باتوں کو بیان کیا جاتا، انھیں پر تبادلۂ خیالات ہوتا، اسی تحریک کو چلایا جاتا، اور انتہائی انہماک و مصروفیت سے انھیں پاکیزہ خیالات کو ذہنوں میں اُتارا جاتا۔ یہی وہ انقلاب تھا جس نے قریشی سرداروں کو بے چین بنا رکھا تھا جس سے اُن کی آتش غیظ و غضب بھڑک اُٹھی تھی، جب پانی سر سے اُتر جاتا ہے تو اکابرِ قریش غصہ سے بے قابو ہو کر یکا ارادہ کر لیتے ہیں کہ آگ لگنے سے پیشتر اس خطرناک شعلے کو بجھا کر رہیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی لپٹیں دُور دُور تک پھیل کر لوگوں کے دلوں کو جلا کر بھسم کر ڈالیں۔

جس دن تاریخ نے جھانک کر مکّہ کی گلیوں کو دیکھا تو وہاں جگہ جگہ یہی انقلاب دکھائی دیا، لوگوں کے دلوں میں انقلاب ذہنوں میں انقلاب، خیالات میں انقلاب اور روایات میں انقلاب آخر تاریخ نے بھی خوش ہو کر نعرہ لگایا، انقلاب زندہ باد، انقلاب زندہ باد۔ آج مکہ کی پُرامن فضا انقلاب کے نعروں سے گونج

اُٹھی ہے، پھر تاریخ دوڑ کر عنسی نوجوان اور حبشی دوشیزہ کے پاس جاتی ہے، اور نوجوان یاسر اور اُس کی رفیقۂ حیات سمیہ کو زندگی کی آخری منزل میں دیکھتی ہے۔ یاسر کا حلیف ابوحذیفہ دنیا کو چھوڑ چکا ہے۔ سمیہ کے تین بیٹے ہیں جن میں سے ایک تو کسی نامعلوم حادثہ کا شکار ہو چکا ہے، اور دو ماں باپ کے ساتھ آرام سے رہتے سہتے ہیں؛ اور اپنے والدین کی طرح گمنامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تاریخ نے نہ یاسر کو چھوا اور نہ یاسر کے بیٹوں کو، بلکہ ایک روز مکہ کی گلیوں میں انقلاب کا قریب سے تماشہ دیکھنے کے لئے پہونچ جاتی ہے۔ جب مسجد میں پہونچتی ہے تو قریشیوں کی بیٹھکوں کو بڑا گرم دیکھتی ہے، کان لگا کر سنتی ہے تو تمام بیٹھکوں میں انقلاب کا شور و ہنگامہ سنائی دیتا ہے۔ سارے قریشی محمدؐ، آپ کی دعوت اور آپ کی تحریک کے متعلق باتوں میں منہمک ہیں۔ قریشیوں کی ان بیٹھکوں میں بڑی گرم گرم بحثیں ہو رہی ہیں۔ ہر جگہ محمدؐ، اُن کی دعوت اور اُن کے کمزور اور غلام ساتھیوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے، کبھی کبھی ارقم کے گھر کا بھی ذکر چھڑ جاتا ہے، جو نئی تحریک کا مرکز ہے، جہاں سے انقلاب کے شعلے اُٹھتے نظر آ رہے ہیں اور جس جگہ

Marfat.com

سے ڈرتے ڈرتے یہ دعوت پھیلائی جارہی ہے، تاریخ ان ہنگامہ پسند بیٹھکوں کو چھوڑ کر ارقم کے گھر جا پہونچتی ہے تاکہ قریب سے محمد صلعم کو اور اُن کے کمزور ساتھیوں کو دیکھ لے۔ جب وہاں پہونچتی ہے تو دروازے پر دو اجنبی کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں: ایک شخص سیاہ فام اور لمبا تڑنگا ہے جس کا قد آسمان سے باتیں کر رہا ہے، اور دوسرا شخص سرخ وسفید، گورا چٹا اور درمیانی قد والا ہے۔ تاریخ اِن کے پاس باتیں سننے کے لئے کھڑی ہوجاتی ہے، سیہ فام گورے سے پوچھتا ہے:

سیاہ فام:- "کیسے تشریف لائے؟"

گورا:- "جناب کا کیسے آنا ہوا؟"

سیاہ فام:- "مَیں تو محمدؐ کے پاس آیا ہوں، تاکہ اُن کی باتیں سنوں اور اُن سے تعارف حاصل کروں"

گورا:- "مَیں بھی اسی غرض سے آیا ہوں"

آخر دونوں شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے ہیں، آپ کی پیاری پیاری اور مشفقانہ باتیں سنتے ہیں اور مسلمان ہوجاتے ہیں۔ تاریخ غور سے دیکھتی ہے، سیاہ فام عمار بن یاسرؓ ہیں اور گورے صہیب بن سنانؓ ہیں۔ اس دن

Marfat.com

سے تاریخ نوجوان عنسی کو بھی یاد کرتی ہے، لیکن اس کے بیٹے عمارؓ کے پیچھے تو قدم بہ قدم چل رہی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

ایک خطرناک خواب

کبھی خواب میں جو وہ آگئے مجھے اپنا جلوہ دکھا گئے
مرے دل سے بوجھ اٹھا گئے مرے دل سے غم کو ہٹا گئے

بڑھاپا بُرا زمانہ ہوتا ہے۔ اب یاسر عمر کی اس منزل میں پہونچ چکا ہے جہاں پہونچ کر انسان کے قویٰ میں اعتدال، اعضاء میں توانائی اور امیدوں میں حرارت نہیں رہتی، عقل بہک جاتی ہے، مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہوجاتا ہے اور خیالات پراگندہ ہوجاتے ہیں۔ یاسر بھی دوسرے لوگوں کی طرح ان عوارض کا شکار ہے۔ بعض دفعہ تو خود اپنی ذات سے نفرت سی ہوجاتی ہے، سمیہؓ کے بھی کچھ تیور بدلے بدلے سے نظر آتے ہیں، کیونکہ وہ بھی یاسر کی عادتوں سے نالاں ہے۔ یاسر کی ہمیشہ عادت تھی کہ مکہ کے خشک پہاڑوں اور پتھریلی وادیوں میں سورج کی کرنیں پڑنے سے پہلے وہ بیدار ہوجاتا تھا، پھر نہ تو خود سوتا اور

Marfat.com

نہ کسی کو سونے دیتا۔ بلکہ تیز قدموں سے گھر میں اِدھر سے اُدھر ٹہلتا رہتا، کسی جگہ آرام و سکون سے نہیں بیٹھتا تھا۔ پھر سونے پہ سہاگہ یہ کہ خود بخود زور زور سے بولتا اور چیخ چیخ کر دیوانوں کی طرح خود بخود باتیں کرتا رہتا۔ یاسر کی یہ حرکتیں گھر والوں کو نہ بھاتی تھیں۔ وہ اِن سے بڑے پریشان اور مغموم رہتے، دل ہی دل میں یاسر کو بُرا بھلا کہتے، بلکہ کبھی کبھی تو زبان سے بھی ناراضگی کا اظہار کر دیتے تھے، اور خاموشی اور سکون سے بیٹھ جانے کی درخواست کرتے تھے۔ لیکن یاسر اُن کی بات نہ مانتا اُلٹا اُن کا مذاق اُڑاتا اور انھیں بے وقوف و پاگل بناتا، بلکہ ضد میں آکر اور ہنگامہ برپا کر دیتا، اور گھر میں آتا جاتا رہتا، پھر اُنھیں شرم و غیرت دلاتا اور مذاق مذاق میں ان پر طعن و تشنیع کرتا تاکہ یہ لوگ یا تو جبریہ جاگ ہی جائیں ورنہ کم از کم ان کی نیند تو ضرور اُچاٹ ہو ہی جائے گی۔ یاسر کی بیوی سمیّہ کو یاسر کی اِن حرکتوں سے بڑا شکوہ تھا اور اُس کی بے سود گفتگو سے اور غیر مناسب چہل قدمی سے وہ انتہائی متنفر تھی۔ وہ سوچتی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو دیر میں اُٹھا جائے کیونکہ اُٹھ کر اُسے گھر کے کام کاج میں لگنا پڑے گا، اور محنت مشقت کرنی پڑے گی جس سے وہ لاغر

ونحیف ہو گئی تھی۔ اسی خیال سے غریب دیر میں اُٹھنا پسند کرتی تھی۔ مگر یہ بوڑھا بکواسی اس سے زیادہ کسی چیز کو ناپسند نہ کرتا تھا کہ وہ تو بیدار ہو اور دوسرے اس کے سامنے پڑے سوتے رہیں۔ یہ چیز اُس کے لئے سوہانِ روح تھی۔ اُسے کسی طرح چین ہی نہ آتا جب تک وہ سونے والوں کو جگا نہ لیتا اور وہ اُس کی بے فائدہ باتوں میں لگ نہ جاتے جو کبھی ختم ہی نہ ہوتیں۔ قہر درویش بجانِ درویش، بیچاروں کو سُننے بغیر چارہ ہی نہ تھا، ہوں ہاں کرتے رہتے تھے، لیکن جواب نہ دیتے تھے۔ یاسر کی باتیں بڑی رنگین، بڑی چٹخارے دار اور بڑی دلچسپ ہوتی تھیں۔ ان کی لطافت وغرابت کا یہ عالم تھا کہ سُننے والوں کی طبیعت ذرا نہ اُکتاتی، بلکہ اور سننے کا شوق بڑھتا ہی رہتا، کیونکہ وہ اپنے پُرانے وطن تہامہ یمن کے عجیب عجیب قصّے سنایا کرتا تھا، اور اپنے دور دراز کی سیاحت کے نئے نئے دلآویز حالات بتایا کرتا تھا، جو اُس نے تجارتی سلسلے میں مخزومیوں کے ساتھ شام عراق اور دیگر ممالک کے دوران سفر میں کی تھی۔ قریشیوں کے مناقب ومعائب اور فضائل و رذائل یاسر سے زیادہ کسی کو معلوم نہ تھے۔ اور نہ کوئی قریشی سردار و

Marfat.com

اور لیڈروں کے بارے میں اِس قدر تفصیل سے گفتگو کرتا تھا یا سر ان سرداروں کی تعریف و توصیف میں بھی رطب اللسان رہتا، مگر ان پر کڑی تنقید بھی کرتا تھا، وہ خوب کھل کر اُن کی بُرائیاں بھی بیان کرتا تھا جس سے اُس کے اہل وعیال کی خواہش بھڑک اُٹھتی تھی، اور وہ یہ باتیں بڑے شوق و ذوق سے سنتے تھے۔ عوام کو اس چیز سے بڑھکر اور کیا چیز محبوب ہوگی کہ وہ اُمراء اور رؤساء کے اچھے بُرے حالات سنتے رہیں۔ یاسر جب قریشیوں کے بارے میں گفتگو کرتا تو کچھ اِس پیارے انداز سے بیان کرتا تھا کہ اپنے مخاطبین کے دل موہ لیتا تھا۔

سمیہ کو قطعی یقین تھا کہ جب تک کافی دن نہ چڑھ جائے گا یاسر گھر سے باہر نہ نکلے گا۔ لیکن آج جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو خلاف معمول اپنے بستر سے نہیں اُٹھا، نہ آج حسب دستور چہچاہٹ ہے، بالکل خاموش گم سم بستر پر پڑا ہوا ہے، نہ چہل قدمی ہے نہ کوئی بات زبان سے نکالتا ہے نہ گھر والوں کو جگاتا ہے اور نہ اُنھیں باتوں میں لگاتا ہے۔ سمیہ موقع کو غنیمت سمجھکر جی بھر کر سوتی ہے، اور جب اُس کی نیند پوری ہوجاتی ہے اور جاگ جاتی ہے تو یاسر کو خاموش بستر پر دراز دیکھتی ہے۔

Marfat.com

یاسر کی غیر معمولی خاموشی اُسے نہیں بھاتی، سوچتی ہے کہ یہ خاموشی اور یہ سکون کیسا۔ یہ تو یاسر کی عادت کے خلاف بلکتا ہے۔ آخر گھبرا جاتی ہے، بناوٹی مسکراہٹ کا اظہار کرتی ہے لیکن دل میں گھبراہٹ، بے چینی اور خوف کے ملے جلے جذبات موجزن ہیں۔

سمیہ (جھجک کر): "کیا حال ہے، مزاج تو ٹھیک ہے، کچھ تکلیف تو نہیں یاسر؟"

یاسر (انتہائی دھیمی آواز سے) "نہیں، کوئی بات نہیں، بالکل ٹھیک ہوں!"

سمیہ: "پھر کیا بات ہے، آج تمھارا شور و شر کہاں گیا؟ گھر سُونا پڑا ہوا ہے ؂

مر گیا بیمار تیرا کیا کہ ہنگامہ نہیں
گھر ہے سُونا سُونا دل میں درد کیوں پیدا ہوا

یاسر: (حیران ہو کر) "شاباش سمیہ شاباش! تیری فرمائش بھی عجیب و غریب ہے، تجھے کسی طرح چین نہیں، آخر بتا تو سہی تجھے کس طرح خوش رکھوں، اگر ہنسی مذاق کرتا ہوں تو کہنے لگتی ہے میری نیند اُچاٹ ہو گئی، اور اگر خاموش پڑا رہتا ہوں تو کہتی ہے، آج گھر سُونا سُونا ہے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ مجھے خاموشی بالکل

Marfat.com

پسند نہیں اور نہ میں تمھاری خاطر خاموش لیٹا ہوا ہوں، بلکہ میں نے ایک ہولناک خواب دیکھا ہے جس نے میری زبان بند کردی اور خوش طبعی کی ساری باتیں بھلا دیں۔"

یہ سن کر سمیہ کو ذرا اطمینان ہوا، اس کی بے چینی دور ہوئی اور اس کا جھرّی دار چہرہ مسرت سے کھل گیا۔

سمیہ: (مسکرا کر) "خدا کرے تم اسی طرح روزانہ دہشت انگیز خواب دیکھ لیا کرو، جو تمھیں خاموش رکھے، تاکہ ہمارے آرام میں خلل نہ آسکے، جس کی ہمیں ضرورت ہے۔" (یہ سن کر یاسر مسکرا دیتا ہے، باچھیں کھل جاتی ہیں، لیکن فوراً ہی بند ہو جاتی ہیں۔ اس کا چہرہ کھلتے ہی پژمردہ ہو جاتا ہے۔)

یاسر: (کمال سنجیدگی سے) "نہیں نہیں، سمیہ! یہ کوئی معمولی خواب نہیں ہے، نہ پریشان خیال ہے، ضرور اس کی کوئی نہ کوئی غیر معمولی تعبیر ہوگی۔ میں اکثر خواب دیکھتا رہتا ہوں لیکن بیدار ہوتے ہی بھول جاتا ہوں، مگر اس خواب کا وہی نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے، وہی اثرات میرے دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں، اور وہی ساری باتیں مجھے یاد ہیں، کیا بتاؤں وہ منظر تو میری آنکھوں سے ہٹتا ہی نہیں۔"

Marfat.com

سمیہ: (خوف زدہ ہوکر) "آخر بتاؤ تو سہی کیا دیکھا، شاید کچھ اثرات کم ہو جائیں اور دل سے کچھ بوجھ ہٹ جائے"۔

یاسر ٹھنڈی آہ بھرتا ہے اور آہستہ آہستہ اُٹھکر بیٹھ جاتا ہے پھر رُک رُک کر خواب سُناتا ہے، ابھی تھوڑا ہی سا خواب بیان کیا ہو گا کہ سمیہ خوف زدہ ہو جاتی ہے، اگر اُسے حیا دامنگیر ہوتی یا وہ ہمت ہار جاتی تو یاسر کو خواب سے روک دیتی لیکن دل مضبوط کر کے برابر سُنتی رہتی ہے۔

یاسر: "میں تم سے اصل خواب بیان نہیں کرنے کا، البتہ اِس ہولناک منظر کا ضرور خاکہ کھینچ دوں گا جو میری آنکھوں میں ابتک پھر رہا ہے۔ ایک وادی ہے جو نہ تو بہت چوڑی چکلی ہے، نہ بہت تنگ ہی ہے بلکہ درمیانی ہے، اس کے دو طرفہ پہاڑ ہیں جو سر بفلک ہیں، اور اُن کی چوٹیاں اتنی بلند ہیں کہ ان تک نگاہ نہیں جاتی، دیکھتے ہی دیکھتے دونوں پہاڑ جگہ جگہ سے پھٹ جاتے ہیں، اور ان میں لاتعداد گہری گہری دڑاڑیں پڑ جاتی ہیں۔ ان دڑاڑوں سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کی طرف لپک لپک کر جا رہے ہیں۔ آخر تمام شعلے مل جاتے ہیں، اور تمام وادی میں پانی کی طرح شعلے ہی شعلے بھڑکتے نظر

Marfat.com

آتے ہیں۔ اس وادی کے سامنے ایک سرسبز و شاداب اور ہرا بھرا سبزہ زار ہے جہاں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی نہریں بہ رہی ہیں، آگ کی خوفناک لپٹیں اس سبزہ زار تک نہیں پہونچتیں، بلکہ ان کے قریب پہونچ کر ٹھہر جاتی ہیں۔ میں اس ٹھنڈی اور ہری بھری جگہ میں تم کو کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے تمھاری جوانی لوٹ آئی ہے تمھارا چہرہ ماہِ نیم ماہ کی طرح دمک رہا ہے، تم مسکرا رہی ہو، مجھے تکتا ہوں اور اشاروں سے بُلا رہی ہو اور آواز بھی دے رہی ہو۔ میرے پیچھے عمار کھڑا ہے اور محبت بھرے لہجہ میں مجھ سے کہہ رہا ہے: "ابّا جان! آگے بڑھیئے تو سہی آپ کا بال بھی بیکا نہ ہوگا، یہ تو محض چند چنگاریاں ہیں زیادہ سے زیادہ دو چار چھالے پڑ جائیں گے، ذرا سامنے نظر اُٹھا کر تو دیکھیئے کیسا دل پسند سبزہ زار ہے، دیکھیئے وہ ...... وہ امّی جان کھڑی ہنس رہی ہیں اور جوان ہوگئی ہیں، وہ دیکھئے اشاروں سے آپ کو بُلا رہی ہیں، دیکھیئے آپ کو پکار رہی ہیں، آپ کی جوانی بھی آپ کی منتظر ہے؟" آہ! ادھر عمار مجھے آگے بڑھا رہا تھا اور اُدھر میں تمھارے بُلانے کی آواز سُن رہا تھا۔ آخر میں آگ میں گھس جانے کا ارادہ کر رہا ہوں، لیکن اس کی خوفناک لپٹوں سے میری

آنکھ کھل جاتی ہے۔"

یہ کہہ کر یاسر ٹھنڈی آہیں بھرنے لگتا ہے اور اپنا سر پیٹنے لگتا ہے۔ کہتا ہے ہائے ہائے اب تک مجھے وہ لپٹیں یاد ہیں مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے میرے جسم میں شعلے بھڑک رہے ہوں، اب تک میرے جوڑ جوڑ میں سوزش ہے، سمیہ اپنے بوڑھے شوہر کی بوکھلاہٹ دیکھکر تڑپ جاتی ہے، اور بے صبری سے دردناک لہجے میں عرض کرتی ہے۔

سمیہ: "فکر نہ کرو، خدا تمھارا مددگار ہے، کوئی اندیشے کی بات نہیں، اُٹھو اور ناشتہ کرلو، پھر کسی کاہن سے جاکر اپنا یہ ہولناک خواب بیان کرنا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس کی تعبیر بتا دے"۔ (اس خواب والے دن کی ابھی شام بھی نہ آئی تھی کہ خواب نے اپنی تعبیر آپ بتا دی اور یاسر کے جسم پر آگ کی لپٹوں کی سوزش بھی نمودار ہوگئی۔

غیر عادلانہ مطالبہ

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں

یاسر خواب سنا کر بیت اللہ چلا جاتا ہے اور مخزومیوں کی بیٹھک میں پہونچ کر سلام کر کے مؤدب بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن آج لوگ اسے کچھ بدلے بدلے سے نظر آ رہے ہیں۔ حسب دستور اسے دیکھ کر کسی کا چہرہ شگفتہ نہیں ہوتا، نہ کوئی اسے بلند آواز میں سلام کا جواب دیتا ہے، البتہ کوئی دبی زبان سے مردہ آواز میں اُس کے سلام کا جواب دیدیتا ہے۔ باقی دیگر حضرات اپنی اپنی باتوں میں مصروف ہیں گویا اُنھیں نووارد کی پرواہ ہی نہیں۔ یاسر ان کی اس بے اعتنائی پر دل ہی دل میں کڑھتا ہے لیکن اس کا اثر اُس کے دل پر دیر تک نہیں رہتا کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ مخزومی بڑے مغرور، بڑے متکبر اور

Marfat.com

بڑے خود پسند ہیں۔ اُن کی گھٹی میں فخر و گھمنڈ ہے، شاید آج بھی اُنھوں نے اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر یاسر کو ابو خدیفہ سے کئے ہوئے معاہدہ کا خیال نہ ہوتا تو وہ کبھی کا کسی قریشی قبیلہ سے جا ملا ہوتا، لیکن اس کی شرافت کا یہ تقاضا نہ تھا کہ زندگی میں تو ابو خذیفہ سے وفا کرتا رہا، اور اس کے مرنے کے بعد عہد شکنی پر اتر آتا، اسے معاہدے کی پابندی کرنی پڑ رہی تھی۔ کیونکہ ابو خذیفہ ہی نے تو آڑے وقت اُس کی مدد کی تھی، وہی تو پریشانی کے بعد اُس کا پشت پناہ بنا تھا، اور اسی کا سب سے بڑھ چڑھ کر یہ احسان تھا کہ سمیّہ کا اسے مالک بنا دیا تھا جو اسے سب سے زیادہ محبوب تھی، اس کا یہ احسان کیا تھوڑا تھا کہ اُس نے اس کی اولاد کو پیدا ہونے سے پہلے ہی آزاد کر دیا تھا۔ پھر اس کا سلوک ملاحظہ ہو کہ اپنے مرنے سے پہلے ہی اس کی رفیقہ حیات کو بھی آزاد کر دیا تھا۔ اب یاسر کا پورا خاندان ایک آزاد خاندان تھا، جبکہ اس سے پہلے نصف خاندان آزاد تھا اور نصف غلام۔ یاسر اپنا ہولناک خواب سنانے کی غرض سے مخزومیوں کی بیٹھک میں آتا ہے تاکہ اگر ایک طرف انھیں یہ خواب حیرت و

Marfat.com

دلچسپی کا سامان فراہم کردے گا، تو دوسری طرف شائد وہ خواب کی تعبیر بھی بتا سکیں گے۔ لیکن جب وہ مخزومیوں کی سردمہری اور بے اعتنائی دیکھتا ہے تو خواب بیان نہیں کرتا بلکہ چپ چاپ بیٹھا رہتا ہے۔ مجال ہے کہ زبان سے ایک لفظ بھی نکالے۔ مخزومیوں کی تو یہ ایک پرانی عادت تھی کہ وہ جب یاسر کو کسی مجلس میں یا گھر میں دیکھتے تو اس کے ساتھ ہنسی مذاق اور دل لگی کی باتیں کرنے لگتے تھے، اور اس کی دلچسپ و حیرت انگیز باتیں سننے کے لئے اسے اکسا دیا کرتے تھے۔ لیکن آج کی بے رخی یہ بتا رہی ہے گویا وہ اسے جانتے بھی نہیں بلکہ اس سے بیزار اور متنفر معلوم ہو رہے ہیں، وہ نہ تو خود اس سے باتیں کرتے ہیں اور نہ اسے باتیں کرنے دیتے ہیں۔ یاسر پہلے ہی سے اس بات کا عادی تھا کہ وہ ان نخوت پسندوں میں چپ چاپ بیٹھا رہتا۔ جب یہ اپنی باتوں سے فارغ ہوتے تو خود ہی اس کی طرف متوجہ ہو جاتے پھر اسے موقعہ ملتا کہ دل کھول کر ان کے غرور کا مذاق اڑاتا، اور ہنس ہنس کر ایسی کھری باتیں سنا دیتا جو انھیں اچھی معلوم نہ ہوتیں۔ اگر وہ اس چیز کا عادی نہ ہوتا تو کبھی کا کسی قریشی قبیلے سے جا ملتا لیکن محض اپنی عادت اور تحمل کی بدولت

Marfat.com

وہ اُن کے پاس اس خیال سے دیر تک چپ چاپ بیٹھا رہا کہ اُن کی بد اخلاقی کا ان سے ضرور انتقام لینا چاہیئے۔ آخر انتظار کی گھڑیاں جلد ہی ختم ہو جاتی ہیں، اور کوئی اس سے بات چھیڑ دیتا ہے۔ یہ عمرو بن ہشام ہے جو اچانک یاسر سے پوچھ رہا ہے:۔

عمرو بن ہشام: "یاسر! آج دیر سے کیوں آئے؟"

یاسر (مذاقیہ انداز میں) کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہو گی ہی جو مجھے اتنی دیر ہو گئی، ابوالحکم!"

عمرو: (غصّہ کو ضبط کرتے ہوئے) "مجھے تیری تلاش تھی، تجھ سے ایک بات پوچھنی ہے جو ابتک میری سمجھ میں نہ آسکی۔"

یاسر: "کیا بات ہے؟"

عمرو: "میں نے کبھی تجھے اپنے دیوتاؤں کے پاس نہیں دیکھا، اور تیرے منہ سے اُن کی بڑائی نہیں سنی؟"

یاسر: (ہنس کر) کیا آپ نے کبھی میری زبان سے اُن کی بُرائی سُنی؟ یا آپ نے کوئی کام ایسا دیکھا جس سے دیوتاؤں کی توہین ہوتی ہو؟

عمرو: "خیر! وہ ہمارے ہی دیوتا ہیں نا، مَیں تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں دیکھتا۔"

Marfat.com

یاسر: "آپ کا مطلب؟"

عمرو: (غصے سے سرخ ہوکر کرخت آواز میں) "ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کون ہمارے ساتھ ہے اور کون ہمارا مخالف ہے، اب وہ وقت آپہونچا ہے کہ ہر مکّی اپنا عقیدہ صاف صاف بیان کردے اور دل کی بات ظاہر کردے۔ ہم نے آج تک اپنے حلیفوں سے بہت نرمی برتی اور ہمیشہ اُن سے درگذر کرتے رہے، لیکن اب ان سے رعایت نہیں کی جائیگی۔"

یاسر: "ابوالحکم ذرا سوچ سمجھکر بات کیجئے، جب سے مَیں نے آپ کے چچا ابوحذیفہ سے معاہدہ کیا ہے آپ نے اور آپ کی قوم نے میری کوئی بُرائی نہیں دیکھی۔ لیکن اب میں تم لوگوں سے ایسی ایسی باتیں سُن رہا ہوں جو آج تک حرم مکّہ میں مَیں نے نہیں سُنیں۔"

عمرو: (آنکھیں نکال کر) "اچھا! اس معاہدے کی رو سے آج سے تو اپنے بیٹے عمار کا دشمن ہے۔" (یہ کہہ کر وہ ٹھٹھا مارکر ہنس پڑتا ہے لیکن اس کی ہنسی میں خوشی کی بہ نسبت غیظ وغضب کی جھلک زیادہ موجود ہے۔)

یاسر: آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی، ذرا کھول کر بیان کیجئے۔"

Marfat.com

عمرو: کیا تجھے معلوم نہیں کہ کل سے تیرا بیٹا بے دین ہو گیا ہے اور محمدؐ اور اُس کے ساتھیوں کو ماننے لگا ہے۔"

یہ بات سُن کر یاسر ایک چیخ مارتا ہے اور غش کھا کر زمین پر گر پڑتا ہے، ہوش و حواس کھو جاتے ہیں، زبان بند ہو جاتی ہے، چہرہ زرد پڑ جاتا ہے، پیشانی سے پسینہ بہنے لگتا ہے، اور بوڑھے یاسر کی قابلِ رحم حالت ہو جاتی ہے۔ مخزومی سردار ایک دوسرے کی طرف متعجبانہ انداز میں دیکھنے لگتے ہیں۔ عمرو اس بیچارے سے کچھ کہنا ہی چاہتا ہے کہ جھٹ اس کا چچا ولید بن مغیرہ بول پڑتا ہے۔

ولید: "بھتیجے! بس کر، اس بوڑھے حلیف پر رحم کھا، دیکھتا نہیں غریب کی جان پر کیا بن رہی ہے۔ بیٹے کے گناہوں کا باپ ذمہ دار نہیں ہوتا، خصوصاً اس صورت میں جبکہ بیٹا چالیس سے اوپر ہو چکا ہے، دوسرے مخزومی سردار بھی ابوجہل سے یہی کہنے لگتے ہیں، اور ولید کی ہاں میں ہاں ملانے لگتے ہیں۔ اس عرصہ میں آہستہ آہستہ یاسر کے حواس درست ہونے لگتے ہیں۔ ہوش میں آکر وہ دیکھتا ہے کہ سب خاموش اور فکرمند بیٹھے ہیں۔ آخر خود عمرو سے مخاطب ہوتا ہے:

یاسر: "ابوالحکم! بڑے افسوس کی بات ہے، آپ اپنے حلیف سے غیر اخلاقی برتاؤ کر رہے ہیں خدا کی قسم! میں نے تو عمار کو کل سے دیکھا

بھی نہیں ۔ مجھے معلوم نہیں کہ اُس کا کل سے اب تک کیا حال رہا، میری تو اب تک اُس سے مُلاقات ہی نہ ہو سکی ۔ آپ بے موقع سختی کر رہے ہیں اور بے محل بات کر رہے ہیں، آپ کا بُرا بھلا کہنا غیر مناسب ہے، آپ طعن و تشنیع کے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ میرا کوئی قصور بھی ہے کہ نہیں، آپ انصاف سے ہٹ کر بات کرتے ہیں اور کمزور پر طاقت آزمائی کرتے ہیں؛ اگر آپ کے پاس انصاف ہوتا تو ارقم سے انتقام لیتے۔ اُس پر تو آپ کا زور نہیں چلا اور مجھ پردیسی کے پیچھے پڑ گئے۔ اگر عمار بے دین ہوگیا تو اس سے پہلے تو ارقم بے دین ہوا تھا جو تمہاری طرح ایک سردار ہے۔ اُس کا گھر محمد (صلعم) کی تحریک کا مرکز بنا ہوا ہے، جہاں سے انقلاب کی لپٹیں نکل نکل کر مکہ کی گلی گلی میں پھیل رہی ہیں۔ اسی مرکز سے اسلام کی نشر و اشاعت ہو رہی ہے اور جہاں دیوتاؤں کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ لیکن آپ یہ خیال کرکے ارقم سے ڈر جاتے ہیں کہ اگر اس کی نکسیر بھی پھوٹی تو اس کا خاندان آپ کا سر توڑ ڈالے گا اور ناک چنے چبوا دے گا۔ لیکن آپ کے چچا ابو حذیفہ کا حلیف جو ایک پردیسی ہے، بے یار و مددگار ہے، آپ اس کے خون سے ہاتھ رنگنے کو تیار ہیں

Marfat.com

اگر آج ابو حذیفہ زندہ ہوتا تو میرے ساتھ اس بد اخلاقی سے پہلے آپ خوب سوچ سمجھ لیتے۔"

یاسر یہ کہہ کر اداس مغموم اور شکستہ دل گرتا پڑتا اٹھ کھڑا ہوتا ہے، ایک گہرے فکر میں غرق اپنے گھر پہونچ جاتا ہے، اور اپنے پیچھے مخزومیوں کو ایک دوسرے سے لڑتا جھگڑتا چھوڑ جاتا ہے۔

Marfat.com

نئے اِنقلاب کی برکتیں

ڈرتا نہیں دنیا میں مسلمان کسی سے
مِل جاتی ہے جب دولتِ ایمان نبی سے

یاسر جیسے ہی گھر پہنچ کر دروازے میں گھستا ہے تو گھر کی ہر چیز بدلی ہوئی دیکھتا ہے۔ یہاں تو سماں ہی نرالا ہے، گھر والے کسی اور ہی رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں، بیوی پر نظر پڑتی ہے تو ٹھٹک کر رہ جاتا ہے۔ اُس کا جھرّی دار چہرہ فرطِ مسرت وکمال شادمانی سے کِھلا ہوا ہے، باچھیں کِھلی ہوئی ہیں، لبوں پر مسکراہٹ ہے، خوشی سے پھُولی نہیں سماتی اور اُس کی پیشانی پر ایک نور ہے جو سورج کی طرح درخشندہ ہے۔ جب یاسر گھر میں آجاتا ہے تو اُس کی رفیقۂ حیات بڑے جوش وسرگرمی سے اور بڑے تپاک سے اُس سے مِلتی ہے۔ جب [illegible] قریب آجاتا ہے تو دوڑ کر اُس سے لپٹ جاتی ہے، اور نہایت مسرت انگیز لہجے

Marfat.com

میں اُس سے کہتی ہے :-

سمیّہ : "یاسر! مبارک ہو، خوش ہو جاؤ، آج عمار ہمارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لے آیا ہے"

یاسر :- (حیرت زدہ ہو کر) "آخرت .... آخرت کیا .... آخرت کیسی .... تم کیا کہہ رہی ہو .....؟ میں تو زندگی سے تنگ آگیا ہوں، رات کو پریشان خواب دیکھتا ہوں اور دن میں لوگ تنگ کرتے رہتے ہیں، نجومیوں کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں، عجب کشمکش میں مبتلا ہوں" ؎

عجب اک کشمکش میں تیرا بیمارِ محبت ہے
شفا کچھ اور کہتی ہے قضا کچھ اور کہتی ہے

عمار : (جھک کر) "ابا جان! خوش ہو جائیے، خدا آپ کو سلامت رکھے، میں آپ کے لئے دُنیا اور آخرت کی خوشیاں سمیٹ لایا ہوں"

یاسر :- "بتائیگا بھی آخر تیرا کیا مطلب ہے، کیسی خوشیاں دنیا تو چیخ رہی ہے کہ تو بے دین ہو گیا، کم بخت تو نے ماں باپ کے لئے کیا مصیبت کھڑی کر دی، یہ تو کیا کہہ رہا ہے، کیوں ہمیں تکالیف میں مبتلا کر رہا ہے"

عمار : (ہنس کر) نہیں نہیں ابا جان! بلکہ یوں فرمائیے کہ نعمتیں کہاں

Marfat.com

سے سمیٹ لایا، میں تو آپ کے لئے دونوں جہانوں کی نعمتیں لیکر
آیا ہوں، مانتا ہوں کہ کسی غنڈے نے آپ سے کہدیا ہوگا کہ
ہمارے دین ہوگیا۔ لیکن درحقیقت میں نے اس سچے معبود
کی غلامی پسند کی ہے جس نے یہ ساری کائنات بنائی، اور جس
نے ہماری رہنمائی کے لئے محمد صلعم کو رسول بنا کر بھیجا، جو ہمیں
سیدھی راہ دکھلاتے ہیں، زندگی گذارنے کا صحیح صحیح طریقہ بتاتے
ہیں، دینی بصیرت عطا فرماتے ہیں، اندھیروں سے اجالوں میں
نکال کر لاتے ہیں۔ جہالت و نادانی کے ہولناک گڑھوں سے نکالکر
حکمت، دانائی اور علم و معرفت کی بلندیوں پر چڑھا کر لے جاتے ہیں
ایمان والوں اور پارساؤں کو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی
کی خوش خبری دیتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی اس کی رضامندی
کی، جنت کی اور ثواب کی خوش خبری سناتے ہیں، اور جھٹلانے
والوں اور نافرمانوں کو اس بات سے چوکنا کرتے ہیں کہ دنیا میں
بھی اُن پر خدا کی پھٹکار پڑتی ہے؛ اور مرنے کے بعد وہ ہمیشہ
ہمیش کے لئے جہنمی ہوجاتے ہیں"

یاسر کان لگا کر یہ تمام باتیں سنتا ہے، گویا عمار کی یہ تمام
باتیں یاسر کے کانوں سے گذر کر دل میں اتر رہی تھیں، اس کا

چہرہ رفتہ رفتہ سُرخ ہوتا جا رہا تھا۔ اور ایک بہار سی آتی جا رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس کا چہرہ کندن کی طرح چمک اُٹھتا ہے لیکن قوت رفتہ رفتہ زائل ہوتی جا رہی ہے۔ آخر کار نڈھال ہو کر یاسر گرنا ہی چاہتا ہے مگر جلدی سے سمیہ اور عمار دوڑ کر آتے ہیں اور اُسے سہارا دے کر بٹھا دیتے ہیں، اور کمال ہمدردی اور محبت سے اُس کی نگرانی کرنے لگتے ہیں۔ عمار سر دبانے لگتے ہیں اور سمیہ چہرے سے پسینہ پونچھنے لگتی ہیں۔ بوڑھا یاسر خاموش اور نڈھال پڑا ہوا ہے۔ لیکن کبھی کبھی اُس کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمہ نکل جاتا ہے۔ "اچھا یہ ہے وہ بات اچھا یہ ہے وہ بات!"

عمار:۔(دھیمی آواز سے) "ابا جان! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟"

(یاسر جواب دینا چاہتا ہے، مگر حلق خشک ہو گیا ہے اور آواز گھٹ کر رہ گئی ہے)

یاسر: (آنکھوں میں آنسو لا کر) "بے شک یہی ہے وہ بات' بیٹا تم نے مجھے ایک پُرانی بات یاد دلا دی، جب میں مکہ میں آیا تھا تو میری عمر بیس برس کی بھی نہ ہوگی۔ جب ہم نے آپس میں معاہدہ کیا تو ابو حذیفہ چاہتا تھا کہ ہم دیوتاؤں کے پاس جا کر اس معاہدہ کو پختہ کر لیں، لیکن میں نے یہ بات نہ مانی۔ جب انہوں نے اس کی وجہ پوچھی، تو میں نے

بتایا کہ اگر میں کسی کو اپنا معبود بناتا تو سمندر کو بناتا، جو مجھے دہشت و ہیبت میں ڈال دیتا ہے، یا سورج کو بناتا جو دنیا کو روشن رکھتا ہے، یا تاروں کو بناتا جو رات کے وقت لوگوں کو راستہ بتاتے ہیں، لیکن میرے نزدیک ان میں سے کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، میرا دل کسی کی عبادت کو بھی قبول نہیں کرتا، نہ مجھے کبھی کسی سے ڈر یا کسی سے رغبت پیدا ہوئی۔ اب اللہ کے رسول نے بتایا کہ ان تمام چیزوں کا خالق اللہ ہے جو ان سب کا انتظام کرتا ہے تو یہی وہ بات ہے جو اب سے بہت دنوں پہلے ہی میرے دل میں کھٹک رہی تھی" یہ کہہ کر یاسر سر جھکا لیتا ہے اور کافی دیر تک سر جھکائے رکھتا ہے، جب سر اٹھاتا ہے تو آنکھوں سے حسب سابق آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے اور کہتا جا رہا ہے "بلاشبہ یہی وہ بات ہے جس کی خاطر میں نے وطن چھوڑا، پردیس اختیار کیا، اپنے خاندان میں ایک رشتہ دار کی طرح رہنا گوارا نہیں کیا اور یہاں پردیس میں مخزومیوں کا حلیف بن کر رہا۔ حالانکہ میں اپنے خاندان میں ہر دلعزیز تھا۔ میں نے اپنے بھائیوں کو بھی جو وطن جا رہے تھے چھوڑ دیا اور بطور مکہ کی سکونت اختیار کرلی" اب یاسر سمیہ کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے:

Marfat.com

"سمیہ! مجھے تیری ہی محبت نے اس وقت کے انتظار کی دعوت دی" یہ کہکر پھر سر جھکا لیتا ہے اور جب کافی دیر کے بعد سر اُٹھاتا ہے تو گو آنسو آنکھوں سے رک جاتے ہیں مگر ابھی ڈاڑھی میں موتیوں کی طرح آویزاں ہیں۔

یاسر:۔ (عمار سے) "اب کب اللہ کے رسول کے پاس چلو گے؟ ہم بھی تو اُن سے حق والا کلمہ سُن لیں"

عمار:۔ "ابھی تشریف لے چلئے"

اس دن کی شام کتنی ہولناک تھی، ابو جہل مخزومیوں کے آزاد اور غلام نوجوانوں کو لے کر یاسر کے گھر چڑھ آتا ہے، اور عمار یاسر اور سمیہ کو زنجیریں پہنا دیتا ہے، اُن کے گھر میں آگ لگا دیتا ہے جب لوگ ان بے گناہوں کو گھسیٹ کر ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں بند کرنے کے لئے لے جانے لگے تو یاسر سمیہ سے کہتا ہے:

یاسر:۔ "سمیہ، سمیہ! دیکھو میرے خواب کا آج پہلا دن ہے، اس خواب کی پہلی آگ ہم نے آنکھوں سے دیکھ لی"

عمار:۔ "فکر نہ کیجئے، اس کے بعد جنت ہے جہاں نبیؐ کے ماننے والوں کے لئے ہر طرح کا عیش و آرام ہے، اور سب سے بڑھ چڑھکر حق تعالےٰ کے دیدار کی نعمت ہے"

Marfat.com

اِسلام کو مِٹانے کی ناپاک کوشش

مت ستا ظالم کسی کو، مت کسی کی آہ لے
دِل کے دکھ جانے سے ناداں عرش بھی ہِل جاتا ہے

دوسرے روز جب سُورج خوب چڑھ آتا ہے تو قریشی سرداروں کا مسجد میں ایک عام اجتماع ہوتا ہے۔ اس اجتماع میں تجارتی باتیں یا کاروباری مشورے نہیں ہوتے، بلکہ اس تازہ فتنہ و فساد کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے جو ایک مخزومی سرپھرے نوجوان نے اِس امن والے شہر میں برپا کر رکھا ہے، جہاں کے باشندوں کا یہ دستور ہی نہیں کہ بے گناہوں کے گھر جلائیں اور ناکردہ گناہگاروں کو قید و بند میں رکھیں۔ یہ وہ مقدس حرم مکہ ہے جہاں بے گناہ عورتوں اور مردوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرنا انتہائی بُری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ولید بن مغیرہ: (ابو جہل سے) "بھتیجے! کس قدر افسوس ناک بات ہے

تو نے اس پر امن حرم میں ایک ایسا طوفان برپا کر رکھا ہے جو قریشی روایتوں کے قطعی خلاف ہے۔ افسوس تو نے اس کے امن کو خاک میں ملا دیا، تو نے اس سلسلہ میں ہم سے مشورہ بھی نہیں کیا، اور نہ اپنی قوم کے بڑوں اور سمجھداروں کی رائے لی، تو نے من مانی کارروائی کی، جو جی میں آیا کیا۔ غرور وکبر نے تیری عقل برباد کردی اور تو نے بے گناہوں پر مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ چند بیوقوف اور سر پھرے نوجوان تیرے ساتھ لگ گئے۔ دیوتاؤں کی قسم، مجھے اندیشہ ہے کہیں تیری اس انسانیت سوز حرکت کا بُرا نتیجہ برآمد نہ ہو کیونکہ عرب کے دلوں میں حرم کی بڑی قدر و منزلت ہے، انھیں خوف و گھبراہٹ کے وقت یہاں امن میسر آتا ہے، بھوک کے وقت روٹی ملتی ہے، نازک وقتوں میں اور ناداری وافلاس کی حالت میں سب جگہ سے مایوس ہو کر عرب حرم ہی کا رُخ کرتے ہیں، جہاں اُنھیں غربت و پریشانی کے چنگل سے نجات مِل جاتی ہے؛ اور ہر طرح کا آرام، سکون، اطمینانِ قلب اور فراخی میسر آجاتی ہے۔ جب اس ہولناک حادثہ کی خبر دُور دُور تک عرب میں پھیلے گی اور وہ یہ سُنیں گے کہ لوگ حرم محترم میں جا کر امن تلاش کیا کرتے تھے، اطمینان و فراخی ڈھونڈھا کرتے تھے اور

بیت اللہ کے سائے میں اطمینان کی سانس لیا کرتے تھے، مگر افسوس آج اس حرم میں بے گناہ مردوں اور عورتوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، آج کسی کو اس جگہ بھی امن و عافیت میسّر نہیں۔ نہ وہاں سکون باقی رہا نہ اطمینان۔ لوگوں کے گھر جلائے جا رہے ہیں، اُنھیں گرفتار کیا جا رہا ہے اور طرح طرح کی سزائیں دی جا رہی ہیں۔ تو تو نے سوچا بھی لوگ کیا کہیں گے، جب اہلِ عرب سُنیں گے کہ چند قریشی سرپھروں نے یہ اُدھم مچا رکھا ہے، جو کسی کی نہیں سُنتے۔ اکابر اور لیڈروں سے رکتے نہیں لیتے اور جو جی میں آتا ہے کرتے پھرتے ہیں۔ سر چڑھ کر کام کرتے ہیں نہ اُنھیں ہمسایوں کے حقوق کا لحاظ ہے اور نہ پناہ گزینوں اور حلیفوں کے معاہدہ کا پاس ہے۔ تو کتنی بدنامی ہوگی؛ میں مخزومیوں سے کہتا ہوں کہ قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے، اور تاوان تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے دلوایا جائے۔"

یہ سُن کر ابوجہل غصّہ سے تمتما اُٹھا۔ نتھنے پھول گئے، سانس زور زور سے چلنے لگا۔ آنکھوں سے چنگاریاں جھڑنے لگیں، اور کرخت آواز میں بولا:

ابوجہل:- "افسوس اور صد افسوس، نیکی کا بدلہ بُرائی ہے۔ لات و

Marfat.com

عزیٰ کی قسم، جب تک اس ہاتھ میں تلوار کا قبضہ ہے، کوئی مائی کا لال اِن قیدیوں کو نہیں چھڑا سکتا۔ بے شک مجھے بھی معلوم ہے کہ میں نے قریشی دستور کے مطابق کام نہیں کیا ہے، لیکن چچا جان! آپ کو محمدؐ کی بھی خبر ہے۔ مجھ سے پہلے محمدؐ نے شہر کے دستور کو بگاڑا ہے۔"

ولید:-(نرمی سے) "بھتیجے! جھوٹ نہ بول، بتا محمدؐ نے کس کا گھر جلایا، کس پر مظالم ڈھائے اور کس کو قید کیا؟"

ابوجہل:- "بلکہ اس نے اِس سے بھی زیادہ سنگین جرائم کا ارتکاب کیا، محمدؐ ہمارے غلاموں کو ہمارے خلاف سکھاتا پڑھاتا ہے، عوام کو ورغلاتا ہے، ہمارے دیوتاؤں سے اُنھیں بدظن کرتا ہے، اور اسی پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ ہماری دولت و ثروت کے پیچھے پڑا ہوا ہے لوگوں کے خیالات بگاڑتا ہے، ہمارے مراتب و مناصب کا انھیں لالچ دیتا ہے جو ہمیں ورثہ میں باپ دادا سے ملے ہیں، مگر ملنے کے بعد ہم نے اُن کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اب ہم ان کی حفاظت وحمایت میں دن رات ایک کردیں گے۔ اور اُنھیں کسی طرح ضائع نہ ہونے دیں گے، ہم ان کی حفاظت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے، ہر ممکن کوشش کریں گے اور اپنی تمام قوت اِسی

Marfat.com

پر صرف کر دیں گے۔ کیا آپ کو خبر نہیں محمدؐ کو ماننے والے کیسی کیسی باتیں بناتے ہیں۔ یہ رذیل اور کمینے یہ گمان کرنے لگے ہیں کہ ہم بھی حقوقِ انسانیت میں تمہارے برابر ہیں، جو جو ذمہ داریاں تم پر عائد ہوتی ہیں وہی ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک قدر و منزلت میں، عزت و عظمت میں اور احترام و اکرام میں ہم تم سے زیادہ ہیں، کیونکہ ہم خلوص سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور اُس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتے۔ چچا جان! یہ تو تم نے خوب کہا، وہ تو بڑے ہوشیار، بیدار مغز اور سوچ سمجھ کر کام کرنے والے، اور ہم بے وقوف، سرپھرے، اور ناسمجھی سے کام لینے والے ہیں۔ چچا جان! خبردار ہو جاؤ، اگر تم محمدؐ کو اور اُس کے ساتھیوں کو سرزمینِ حرم میں یہ گمراہ خیالات پھیلانے کی کھلم کھلا آزادی دیدو گے تو ایک دن وہ آجائے گا جب مکہ کے اُونچے طبقے والے نیچے، اور نیچے طبقے والے اونچے ہو جائیں گے۔ اور تمہیں باپ دادا سے جو عزت، بزرگی، شرافت دولت مندی اور سرداری ملی ہے اُسے گنوا بیٹھو گے، اور اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اب بتاؤ کونسی بات بُری ہے، آیا یہ بات بُری ہے کہ عرب میں یہ بات پھیل جائے کہ مکہ کے عقلاء نادانوں کو

Marfat.com

سیدھی راہ پر لانے کے لئے ڈانٹ ڈپٹ کر رہے ہیں اور انھیں مار مار کر سیدھا کر رہے ہیں۔ یا یہ بات کہ مکّہ کے چند غلام سردار بن بیٹھے اور سردار غلام بن گئے۔ اور جن دیوتاؤں کی خاطر لوگ دُور دراز سے سفر کی صعوبتیں اُٹھا کر آتے تھے وہ محض مذاق دل لگی کے لئے رہ گئے۔ دیوتاؤں کی قسم جب تک اِس ہاتھ میں تلوار کا قبضہ ہے کوئی مائی کا لال ان قیدیوں کے پاس آکر تو دیکھے

امیّہ:۔ مرحبا، صد مرحبا، ابوالحکم زندہ رہو اور سلامت رہو، کل تم نے جو کچھ کیا واقعی ٹھیک کیا، اور اس وقت کیسی ہوشیاری سے مُنہ توڑ جواب دیا، خدا کی قسم، احمدؐ اور اُس کے ساتھی اِس قبیلے کے لئے بغلی گھونسہ ہیں، جب تک یہ کھٹکتا خار قبیلے کے پہلو سے نہ نکالا جائے گا فساد برپا رہیگا۔ زخم اُسی وقت مندمل ہوتا ہے جب اندر سے فاسد مادّہ نکال دیا جاتا ہے۔ اگر تمھارے چچا ولید کو بھی اپنے غلاموں اور حلیفوں سے وہی سابقہ پڑتا جو مجھے اپنے غلاموں اور حلیفوں سے پڑا ہے تو وہ کبھی تمھیں بُرا بھلا نہ کہتا، بلکہ تمھارا اور حوصلہ بڑھاتا اور تمھاری بڑائی کرتا۔ تم مخزوم کے قیدیوں اور حلیفوں سے جو سلوک کل کر چکے ہو وہی سلوک میں نے بھی بنی جمح کے چند غلاموں اور حلیفوں سے آج کیا ہے۔ قریشیو!

Marfat.com

خدا کی قسم اب تمھاری خیر نہیں، یہ خواہ مخواہ کی لڑائی تمھارے سر تھوپ دی گئی ہے، جو گھروں کے بیچوں بیچ چھیڑی جا رہی ہے سب سے پہلے اس سے نمٹ لو۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمھارا مال و متاع اور ساز و سامان لوٹ لیا جائے، تمھارے حرم محترم کی حرمت ملیامیٹ کر دی جائے، چند غنڈے تمھاری عورتوں، بیٹیوں اور بہنوں کو اٹھا کر لے جائیں، تمھارے دیوتاؤں کو بُرا بھلا کہا جائے، بلکہ انھیں توڑ پھوڑ دیا جائے۔ لوگ تمھارے شہر میں حج کرنے اور پناہ لینے سے روک دیئے جائیں، لوگوں کی زبانوں پر تمھارے افسانے رہ جائیں اور قصہ گو تمھارے قصّے بیان کیا کریں، تو محمدؐ کو اور اُس کے ساتھیوں کو آزاد چھوڑ دو اور انھیں من مانی کرنے دو، اور اگر تمھیں مال کی حفاظت منظور ہے، دیوتاؤں کا وقار قائم رکھنا ہے، اور حرم کے ادب و احترام کو برقرار رکھنا ہے تو غور و فکر سے کام لو، سوچ سمجھ کر قدم اُٹھاؤ، کمریں کس لو، ہاتھوں کو مضبوط بناؤ، وقت کی نزاکت کا احساس کرو، سر ایڑی کا زور لگا دو، اور ہر ممکن کوشش سے اس سر اُٹھائے ہوئے فتنے کو دبا دو، اور ان چند نادانوں کو اُدھم نہ مچانے دو۔"

ابوسفیان: اب مجھے بھی اندیشہ ہو گیا ہے کہ اگر آج میں تمھارا تجارتی

Marfat.com

مال لے کر شام یا یمن چلا جاؤں، پھر ایک دو ماہ کے بعد آ کر مکہ کے خوش حال اور مال دار لوگوں کو دیکھوں تو انھیں اُن کے گھروں اور جائداد سے محروم پاؤں۔ قریشیو! یہ بات خوب ذہن نشین کر لو کہ تجارت ایک بہترین پیشہ ہے اور اس میں بڑے بڑے فائدے ہیں، بشرطیکہ اس کا کوئی پشت پناہ ہو، ورنہ اس میں سراسر نقصان ہے، تم لوگ تجارت کی خاطر عرب کے بدوؤں کو کچھ دے دلا کر راضی رکھتے ہو، تاکہ تمھارا تجارتی قافلہ محفوظ رہ سکے۔ نادانو جب تم اپنے گھر میں رہ کر تجارت کو محفوظ نہ رکھ سکو گے تو باہر کی کیا خاک خیر خبر لوگے کان کھول کر سن لو جب تک تم مجھے یہ یقین نہ دلا دو گے کہ میرے بعد تم مکہ میں امن قائم رکھ سکو گے، میری ہر طرح مدد کرتے رہو گے، اور جب تک تمھاری طرف سے مجھے اس بات کا یقین نہ ہو جائیگا کہ جب مکہ لوٹ کر آؤں گا تو مکہ کے باشندوں کو اسی طرح امن و سلامتی سے پاؤں گا جس طرح انھیں چھوڑ کر گیا تھا، اُس وقت تک میں ایک حبہ بھر بھی مال لے کر نہ جاؤں گا۔ اگر تم اس بات کی ذمہ داری لیتے ہو کہ میں مکہ میں آ کر مکیوں کے نہ مال میں کمی پاؤں اور نہ جانوں میں، تو پھر میں تجارت کا عزم کروں۔"

ولید:۔ (ہنس کر) افسوس! بزدلا میں نے اپنے بھتیجے کو برا بھلا

Marfat.com

کیا کہا، تمھارے دلوں کا چور پکڑ لیا ہے۔ بھلے آدمیو کیوں اِس قدر سہمے ہوئے اور خوف زدہ ہو، نہ تمہاری زبان تمھارے قبضے میں رہی اور نہ تمھارے دل تمھارے بس میں رہے، ہر شخص اپنی اپنی بڑ ہانکے چلے جا رہا ہے، خوف و دہشت نے تمھیں آپے سے باہر کر دیا ہے، چند آدمیوں کو ہوّا سمجھ بیٹھے ہو، یہ مسکینوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے جس کا خوف تمھیں کھائے جا رہا ہے۔ اس حقیر جماعت کو عظیم نہ سمجھو، مجھے معلوم ہے یہ بے چارے تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ان کی باہمی گفتگو ہوتی رہتی ہے، نہ اُنھوں نے تمھارا خون کیا ہے اور نہ تمھارا مال لوٹا ہے۔"

ابوسفیان:۔"آپ کا یہ مقصد ہے کہ ہم اُنھیں ڈھیل دیدیں۔ اور اُنھیں اپنی من مانی کرنے دیں۔"

ابوجہل:۔"میں تو یہ عزم کر چکا ہوں کہ آنے سے پہلے اس سیلاب کو روک دوں گا اور بڑھنے سے پہلے اس فتنے کو دبا دوں گا۔! ابوسفیان تم شوق سے تجارتی مال لے کر جہاں چاہو جاؤ میں ہر طرح کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ مکیوں کی حفاظت کا بار میں نے اپنے کمزور کندھوں پر اُٹھا لیا ہے۔"

عتبہ:۔"قریش کے جوانو! تم میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی رائے

پیش کی اور وقت کے مناسب ہی رائے دی۔ ہوشیار ہو جاؤ، ہم یہ بات ہرگز برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے عقلاء کو بے وقوف بنایا جائے اور ہمارے دیوتاؤں کی توہین کی جائے، یا ہمارا مال فتنہ و فساد کی بھینٹ چڑھ جائے۔ لیکن مناسب یہی بات ہے کہ ہمیں بجائے سختی اور تنگدلی کے نرمی اور بلند حوصلے سے کام لینا چاہیئے۔ ہمیں اپنی قوم کے نادانوں اور احمقوں کو صبر، نرمی اور محبت سے سمجھانا چاہیئے البتہ حلیفوں اور غلاموں کو ڈنڈے سے سیدھا کیا جائے۔ اس پالیسی سے دو فائدے ہوں گے، ہمارے درمیان باہمی صلح بھی باقی رہے گی اور ان غلاموں اور حلیفوں کو دیکھکر محمدؐ کے ساتھیوں کو عبرت و نصیحت بھی ہو گی، شاید ڈر کر محمدؐ کو چھوڑ دیں اور ہمارے ساتھ مل جائیں۔"

ابو جہل:- "میں نے بھی تو یہی کیا ہے، اس کے سوا اور کیا کیا ہے میں نے اپنے ضمیر کو کچل کر ضبط سے کام لیا ہے۔ اگر میں اپنے دل کا کہنا مانتا تو لات و عزیٰ کی قسم ارقم کی گردن ضرور اڑا دیتا، پھر کچھ ہی ہوا کرتا، اور اس کے گھر کو نذرِ آتش کر دیتا۔ شاید اس ترکیب سے میرے دل کی آگ بجھ جاتی۔ لیکن میں ہمیشہ مخزومیوں کے ساتھ صلح پسند رہا ہوں۔ اسی لئے تو میں نے ان حلیفوں اور غلاموں پر سخت

Marfat.com

دارو گیر کی ہے تاکہ قوم کے نادانوں کو عبرت ہو اور وہ ڈر کر آبائی دین میں لوٹ آئیں۔"

ولید:۔" سہارا لے کر اٹھتا ہے اور تمسخرانہ انداز میں کہتا ہے:۔

بھتیجے! خدا کی قسم تو جو کچھ کر رہا ہے انتہائی شرمناک ہے طاقتور اپنے برابر والوں سے طاقت آزمائی کرتا ہے، بے چارے حلیف، غلام اور گرے پڑے کمزور لوگوں کو ستا کر اپنی بزدلی اور حماقت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ لیکن ہزار افسوس جس کی بات ہی نہ مانی جائے اس کا مشورہ دینا نہ دینا برابر ہے۔"

اس کارروائی کے بعد یہ اجلاس ختم ہو جاتا ہے، قریشی اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں، صرف ابوجہل رہ جاتا ہے جو مخزومی نوجوانوں اور غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ ان بے گناہ قیدیوں کو ان کی تنگ و تاریک کوٹھریوں سے جن میں انھوں نے رات بسر کی ہے نکال رہا ہے اور اُن پاکبازوں کو دھکے دے دے کر کہہ رہا ہے "کم بختو! تیز کیوں نہیں چلتے۔ کیا تمھارے پاؤں ٹوٹ گئے ہیں۔" کون اس کم بخت سے پوچھے کہ اگر کوئی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے تو وہ کیسے تیز چل سکتا ہے۔ لیکن ابوجہل اور اس کے ساتھی اِن بے کسوں کے جسموں میں برچھے چبھو چبھو کر، خنجر

Marfat.com

مار مار کر اُنھیں ستا رہے ہیں، نیزوں کی نوکوں سے ان کے جسم جگہ جگہ سے زخمی ہو جاتے ہیں، وہ لہو لہان ہو جاتے ہیں اور خون میں نہا جاتے ہیں، مگر ان اللہ کے بندوں کے عزم صمیم میں سرِ مو فرق نہیں آتا۔ اُن کے زخمی جسموں پر کوڑے پڑ رہے ہیں، مکّے اور گھونسے پڑ رہے ہیں اور لاتوں سے تواضع کی جا رہی ہے۔ اور ان مظلوموں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ کبھی کبھی عمّار و یاسر کی ڈاڑھیاں پکڑ کر اور سمیہ کے سر کے بال پکڑ کر انہیں گھسیٹ بھی لیا جاتا ہے، اور زور سے قہقہے مار کر ہنس پڑتے ہیں، کم بخت شور مچاتے ہیں اور سیٹیاں بجاتے ہیں۔ جہاں جہاں سے گذرتے ہیں شور و غل سُن کر لوگ اپنے گھروں سے نکل آتے ہیں۔ کھڑکیوں، برآمدوں، دروازوں اور چھتوں پر تماشے کے لئے ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہو جاتے ہیں۔ راہ گیر اور آس پاس والے یہ دردناک منظر دیکھ کر سہم جاتے ہیں۔ قیدیوں کے دل فریادی ہیں گو وہ اپنی زبانوں سے خاموش ہیں۔ اُنھوں نے تہیہ کر لیا ہے نہ وہ اُف تک نہ کریں گے، اور نہ کسی طرح کی بے صبری اور بے قراری کا اظہار کریں گے۔ ظالموں کی رہنمائی میں مظلوموں کا یہ کارواں چلتا رہتا ہے۔ آخر ایک کھلے ریتیلے میدان میں

Marfat.com

پہونچ جاتا ہے۔ یہاں پہونچکر ابوجہل اور اُس کے ساتھی رُک جاتے ہیں۔ پھر ابوجہل آگے بڑھکر یاسر کے پاس آتا ہے،

ابوجہل: (تمسخرانہ انداز میں) "غدار! اب بھی تجھے ہوش آیا یا نہیں؟ معاہدے پر قائم رہنے کا اقرار کرتا ہے کہ نہیں۔ کل تک تو اقرار کرتا تھا، آج کیوں پھر گیا؟"

یاسر: "تو نے مظالم ڈھاکر ہم سے معاہدہ تُڑوا دیا، اب اس کا بوجھ تجھ پر ہے ہم پر نہیں، ہم بری الذمہ ہیں۔"

ابوجہل:۔ "اب ہمارے معاہدے سے تجھے کوئی تعلق نہیں رہانا!"

یاسر:۔ "ہاں ہاں ٹھیک اسی طرح جس طرح ہر قسم کے فتنہ و فساد سے اور ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ لگا دینے والی بُرائی سے مجھے کوئی تعلق نہیں رہا"۔.......

ابوجہل بات بھی پوری نہیں کرنے دیتا کہ اس زور سے طمانچہ مارتا ہے کہ بیکس مظلوم کا چہرہ خونم خون ہو جاتا ہے۔ اُس کے ساتھی عمار اور سمیہ کو مار مار کر لہولہان کر دیتے ہیں۔ پھر ابوجہل اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ انھیں جھلستی ہوئی زمین پر ڈال دیا جائے چنانچہ بیچارے زمین پر ڈال دئیے جاتے ہیں۔ پھر ان کے سینے اور پیٹھیں گرم گرم لوہے سے داغی جاتی ہیں، پھر اُن کی چھاتیوں پر

Marfat.com

بھاری بھاری جھلستے ہوئے پتھر رکھ دیئے جاتے ہیں۔ پھر اُن کے منھ پر پانی کی مشکوں کی مشکیں لنڈھائی جاتی ہیں۔ ابوجہل کھڑا ہوا دل ہی دل میں کڑھ رہا ہے اور بے تاب ہے کہ کسی نہ کسی کی چیخنے کی آواز سُنے یا رونے دھونے کی آواز سُنے یا کراہنا سُنے یا کوئی رحم کی درخواست کرے۔ مگر نادان کو یہ معلوم نہ تھا کہ مسلمان جان دیدیتا ہے آن نہیں دیتا، یہاں تو یہ حال تھا

زباں پر مُہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

قیدی آپس میں دلوں ہی دلوں میں باتیں کر رہے ہیں، اور سمجھ بھی رہے ہیں۔ لیکن زبانوں پر مہر لگی ہوئی ہے، اور دل خدا کی یاد میں مصروف ہیں۔ ان مظلوموں نے اپنے جسموں کو ظالموں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا تھا، وہ ان پر انسانیت سوز مظالم توڑ رہے تھے۔ جب ابوجہل اور اس کے ساتھی ان مظلوموں کے جسموں سے خوب کھیل چکتے ہیں۔ اور ان کو ستا ستا کر خوب تماشا دیکھ چکتے ہیں اور ان پر ظلم کرتے کرتے تھک جاتے ہیں تو انھیں اسی حال میں جھلستے ہوئے گرم گرم ریت پر پڑا چھوڑ دیتے ہیں، اور چند لوگوں کو ان کی نگرانی کے لئے مقرر کرکے چلے جاتے ہیں، تاکہ آرام کرلیں اور زوال کے بعد تازہ دم ہو کر پھر ان پر ظلم وستم توڑیں۔

Marfat.com

ایک اور غضب ہوگیا!

رفتہ رفتہ پہنچ رہا ہوں اُن کی منزل کے قریب
رہ گیا ہے دیکھنا باقی بس اب قصرِ حبیب

حرب بن امیّہ: (عبداللہ بن جُدعان سے) "میں تمہارے رومی غلام جیسی ہوشیاری اور سمجھ داری کسی میں نہیں دیکھتا، کاروبار میں تو یہ بڑا ماہر ہے۔"

عبداللہ: "تمہاری اس بات پر کہتا ہوں کہ مجھے خبر نہیں، آیا جیساکہ یہ کہتا ہے عربی ہے جس کو رومی بچپن میں پکڑ کر لے گئے تھے۔ جب انھوں نے فارس پر حملہ کیا تھا یا کہ رومی ہے۔ یا جیساکہ کئی لوگ کہتے ہیں جن سے شام میں پہلے ہی سال یہ میرے لئے خرید لیا گیا تھا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب عربوں نے اہل فارس کے ساتھ مل کر روم پر حملہ کیا تھا تو اُسے بھی روم سے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔"

Marfat.com

تب سے ہم [illegible] کے پیسے کی [illegible] ہم سے [illegible] کی [illegible]

[illegible] ان کی [illegible] میں بھی [illegible] کی [illegible]

[illegible] بیان کرتے [illegible]

[illegible] اس سے کوئی محبت نہیں [illegible] یہ عربی ہے یا عجمی

نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس جیسی سمجھداری ہوشیاری اور کاروبار

کی مہارت میں نے کسی اور قوم میں نہیں دیکھی۔ جب ہم حبشہ میں

تجارت کی غرض سے مال لے کر گئے۔ اور ہم نے بادشاہ حبشہ میں جا

کے سامنے پیش کر لیا تو اس وقت مجھے یہ کوئی جن معلوم ہوتا تھا

جو میلوں سے تجارتی منڈیوں کی بو سونگھ لیتا تھا۔ دور دراز کی

مسافت سے کاروباری مرکز معلوم کر لیتا تھا۔ اور یہ اندازہ لگا لیتا

تھا کہ اگر فلاں جانب جایا جائے یا فلاں بستی میں ٹھہرا جائے تو بڑا

فائدہ ہوگا اور حسب منشا تجارتی چیزیں بھی خرید لی جائیں گی۔ مجھے

حیرت ہے کہ اس نے نجاشی کے ملک میں کیسے فائدہ کی بو سونگھ

لی اور اپنے جیسے لوگوں میں گھس گیا۔ یہ لوگ ہماری زبان سے

قطعی نا آشنا تھے بلکہ رومی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ اس نے ہمارا

تمام مال ان سے بول کر فروخت کر دیا اور ان سے اتنا مال خرید لیا

جتنا ہم خریدنا بھی نہ چاہتے تھے۔ کیونکہ ہم اسے لے بھی تو نہیں

Marfat.com

جا سکتے تھے۔ لیکن اس کی ہوشیاری ملاحظہ ہو۔ ریگ رواں پر چلنے والے اونٹوں کے بجائے کشتیوں میں مال لدوا کر سمندر کے راستے مکہ تک پہنچا دیا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ایک اور حیرت انگیز اور تعجب خیز بات ہے۔ وہ یہ کہ اس نے لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے پر آمادہ کر لیا تاکہ وہ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید کر انھیں کشتیوں میں لاد کر لے آئیں اور کشتیاں خالی واپس لوٹ کر نہ جائیں۔ ملاحظہ کیا آپ نے کیسا ہوشیار ہے، ایک وقت میں ہمیں نہ صرف دو سفروں سے بلکہ کئی سفروں سے بچا لیا۔"

عبداللہ: "میرے خیال میں صہیب بڑا ہوشیار، تجربہ کار، اور ذہین غلام ہے۔ شروع میں تو میں اسے خریدنا بھی نہ چاہتا تھا، لیکن خریدنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ یہ مبارک ثابت ہوگا۔ چنانچہ اس سے ہر موقع پر فائدہ ہی فائدہ ہوا۔" اُس روز شام کے وقت عبداللہ نے اس رومی غلام کو جسے عربوں نے قید کر لیا تھا، یا اس عربی غلام کو جسے رومیوں نے قید کر لیا تھا خلوت میں بلایا اور کہنے لگا۔

عبداللہ: "صہیب! یمن اور حبشہ والے سفر میں تو نے بڑی

Marfat.com

ہوشیاری اور مہارت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اگر حرب بھی تیری
تعریف نہ کرتا تو یہ بہت سا مال جسے تو لے کر آیا ہے، تیری
تعریف کے لئے کافی تھا۔ کیا تو نے اس سے پہلے بھی کاروبار
کیا ہے؟"

صہیب:- "نہیں، میرے لئے یہ پہلا کاروباری موقعہ ہے، اس سے
پہلے روزمرہ کی خرید و فروخت کے علاوہ جو ہر شخص کیا ہی کرتا ہے
میں نے کوئی کاروبار نہیں کیا۔"

عبداللہ:- "واہ واہ! پھر تو تیری گھٹی میں تجارت ہے۔ تجھ میں کار
کی فطری صلاحیت موجود ہے۔"

صہیب: شاید ایسا ہی ہو، عبداللہ بن جُدعان تھوڑی دیر تک سر جھ
بیٹھا رہا اور صہیب جانے کا قصد کرنے لگا۔ لیکن عبداللہ نے اُسے
اشارے سے روک لیا، صہیب کچھ دیر تک اُس کے سر اُٹھانے کا اور
حکم کا انتظار کرتا ہے۔ لیکن اس کی خاموشی اتنا طول پکڑ جاتی ہے کہ صہیب
کھڑے کھڑے اُکتا جاتا ہے۔ آخر خدا خدا کر کے عبداللہ اپنا سر اُٹھا
ہے اور صہیب سے بڑے سکون و اطمینان سے اپنے دل کی بات
چھپاتے ہوئے کہتا ہے۔

عبداللہ: "صہیب! کیا تجھے غلامی پسند نہیں؟"

Marfat.com

صہیب: "بھلا کون ایسا شخص ہوگا جسے غلامی پسند آئے گی، اور غلامی سے نہ اُکتائے گا۔"

عبداللہ: "میں تجھے آزاد کرنے کا اور خود مختار بنانے کا تہیہ کر چکا ہوں، لیکن اس سے پیشتر ایک اہم کام تیرے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔"

صہیب: "پھر تو اپنی آزادی اپنے ہی پاس رہنے دیجئے، مجھے ایسی آزادی نہیں چاہیئے، آزادی کی خرید و فروخت نہیں ہوتی۔"

عبداللہ: "واہ! صہیب تو یہ کیا کہہ رہا ہے، میں نے تجھے کلبیوں سے خریدا تھا، اور کلبیوں نے نہ معلوم رومیوں سے خریدا یا عربوں سے!"

صہیب: "نہیں نہیں! نہ آپ نے میرے دل سے مجھے خریدا اور نہ کلبیوں نے۔ مجھ پر ظالموں نے ظلم توڑا اور کلبیوں کو فروخت کر دیا۔ کلبیوں نے میری اجازت لیئے بغیر آپ کو بیچ دیا۔ آپ لوگ مجھے ایک غلام سمجھ رہے ہیں، حالانکہ میں آزاد ہوں۔ آپ لوگ طاقت و اقتدار کے بل پر یا مال و دولت کی بدولت میرے جسم پر قابض ہو گئے لیکن میرا ضمیر اور میرا دل کسی کے بس کا نہیں ہے۔"

عبداللہ: "اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ آزادی کی خرید و فروخت نہیں ہوتی تو پھر یہ کثرت سے لونڈی غلام حصول آزادی کے لئے کیوں مکاتبت کا معاملہ کرتے ہیں، اور مال ادا کر کے کیوں آزاد

ہو جاتے ہیں۔ یہ مال کے بدلے آزادی نہیں تو اور کیا ہے۔"
صہیب:"۔ ان کا فعل اُن کے ساتھ ہے میں تو یہ معاملہ ہرگز نہ کروں گا کہ اپنی آزادی کو مال کے یا محنت کے بدلے خریدوں، میں تو اب بھی آزاد ہوں اور اپنے آپ کو آزاد ہی سمجھتا ہوں۔"
عبداللہ: حرب نے سچ کہا ہے کہ تو بڑا ہوشیار، ذہین اور بلند حوصلہ جوان ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں ......
صہیب:"یعنی آپ مجھ سے محنت لینا چاہتے ہیں، اور کسی کام کے خواہشمند ہیں۔ ٹھیک ہے۔ آپ کو مجھ پر جو اقتدار حاصل ہے وہ آپ کو کھلی آزادی دیتا ہے کہ مجھے آپ جس کام پر چاہیں لگا دیں۔ مجھ سے جو کام لینا چاہیں لے لیں، جو مرضی ہو حکم کریں فوراً بجالاؤں گا۔ لیکن مجھ سے کسی بات کا وعدہ نہ کیجئے۔ کیونکہ یہ چیز مجھے انتہائی ناپسند ہے۔
عبداللہ اس کی بات کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ صہیب جلدی سے بول پڑتا ہے:
صہیب:"اگر اجازت ہو تو میں آپ کا بوجھ ہلکا کر دوں جس نے آپ کو جھکا رکھا ہے، اور وہ بات بتا دوں جسے آپ ظاہر کرنا نہیں چاہتے؟"
عبداللہ:"تو دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے؟"
صہیب:"چونکہ میں اپنے یمن والے اور حبش والے سفر میں کامیاب

Marfat.com

رہا ہوں اور تمہارے پاس بہت کچھ مال لے کر آیا ہوں اس لئے اب تمہاری یہ آرزو ہے کہ اگر مجھے شام یا کسی دیگر ملک میں تجارت کے لئے بھیجا جائے تو تمہارے گمان میں جانے والے سفر سے زیادہ اس سفر میں مال و دولت لاؤں گا تم اپنا مال اور کاروبار تو میرے حوالے کر کے میری طرف سے مطمئن ہو کہ میں اس میں نقصان نہ ہونے دونگا اور تمہارا اصلی سرمایہ مع منافع کے تمہیں واپس لوٹا دوں گا، لیکن افسوس تم میری جان مجھے حوالہ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تمہارا خیال ہے کہ اگر میں روم پہونچ جاؤں گا تو چونکہ میں وہاں ایک آزاد انسان کی طرح پلا بڑھا ہوں، ممکن ہے وہیں رہ پڑوں، واپس نہ آؤں اور تمہاری امانت ہڑپ کر جاؤں"

عبداللہ: "نہیں نہیں، ایسی بات نہیں ہے، میری نگاہ میں تو امین ہے، مجھے امانت میں خیانت کا بالکل اندیشہ نہیں"

صہیب: "کیا میں تمہارا مال نہیں ہوں، اگر دوسرے مال کی طرح مجھے میری جان بھی حوالے کر دی جائے تو تمہیں ایک بوجھ سے بھی راحت مل جائے گی، پھر روم کے تجارتی سفر کا انتظام کر لینا، میں بہت جلدی تمہارے پاس اتنا کثیر مال لیکر آؤں گا کہ اب سے پہلے کسی نے کسی کو اتنا مال لاکر نہ دیا ہوگا، مجھے رومیوں کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ چیزیں خوب معلوم ہیں۔

Marfat.com

یقین مانو مجھے روم میں رہنے کی خواہش نہیں، میں نے آغاز جوانی میں تہیہ کرلیا تھا کہ میں تمہارے ہی شہر میں اقامت اختیار کروں گا کیونکہ اس شہر میں مجھ سے کوئی کام جسے میں نہیں جانتا وابستہ ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو تمہارے شہر میں کبھی نہ ٹکتا اور تمہاری غلامی کبھی قبول نہ کرتا مجھ جیسے انسان کے لئے بھاگنا بہت آسان ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ تمہارے پاس نہ کوئی پولیس ہے نہ فوج ہے اور نہ کوتوالی ہے اگر میں چاہتا تو تمہیں دھوکہ دے کر جاسکتا تھا اور تمہارے حرم کو چھوڑ سکتا تھا۔ تم مجھے عمر بھر ڈھونڈھتے ہی رہتے اور میرا کھوج نہیں لگا سکتے۔ اگر بفرض محال مجھے پا بھی لیتے تو مجھ پر قابو نہیں پاسکتے۔"

عبداللہ:۔ "ہمارے شہر میں تیرا کوئی کام وابستہ ہے؟ آخر بتا تو سہی کیا کام ہے؟"

صہیب:۔ "افسوس اگر مجھے معلوم ہوتا تو بتا دیتا، مجھے آغاز جوانی میں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ میری زندگی اور موت اسی سرزمین حجاز میں ہے۔ میں اپنی عمر کا ایک حصہ تمہارے حرم میں گزاروں گا اور باقی حصہ ایک دوسرے حرم میں گزاروں گا۔ لیکن میرا انتقال سرزمین حجاز ہی میں ہوگا اور یہیں مدفون ہونگا"

عبداللہ:۔ "صہیب! آج تو کیا کہہ رہا ہے، تو نے تو مجھے پہیلیاں سنائی

ردع کردیں۔ میرے علم میں ملکِ عرب میں صرف یہی ایک حرم ہے، دوسرا کوئی حرم ہے ہی نہیں!

صہیب:۔ "مجھے بھی معلوم ہے، لیکن مجھے دوسرے حرم کی خبر دی گئی ہے۔ ایک رومی کاہن نے یہ بات بتائی تھی جسے میں اب تک سمجھ نہ سکا اور میں نے اس بارے میں کچھ زیادہ غور و خوض ہی کیا۔ آخر کار مجھے لوگوں نے کلبیوں کے ہاتھ بیچ دیا، پھر میں نے اپنے مالکوں کی آپس کی گفتگو میں سنا کہ وہ مجھے بڑے فائدے سے قریشیوں کے ہاتھ بیچ دیں گے۔ تب میرا ادھر دھیان گیا۔ اگر میں کلبیوں سے جان چھڑانا چاہتا تو بڑی آسانی سے چھڑا سکتا تھا۔ مگر میرے دل میں کاہن کی پیشین گوئی کھٹک رہی تھی، جو اب تک صحیح اور ٹھیک ہی معلوم ہو رہی تھی۔ میرا خیال ہے کہ آئندہ بھی یہ سچی ہی ثابت ہوگی، لہٰذا مجھے کاروباری سلسلے میں جہاں چاہو بھیجو۔ بہر حال میں تمہارا ہی خواہ رہونگا اور گھوم پھر کر آخر تمہارے ہی پاس آؤنگا، اگر چاہو تو مجھے آزاد کردو، کیونکہ میں تمہارے شہر سے جانے والا تو ہوں نہیں، رہوں گا یہیں، یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ جب تک اس پیشین گوئی کا ظہور نہ ہو۔ اگر تمھارا جی چاہے کل صبح مجھے یہاں سے نکال کر آزمالو، شام تک یہیں واپس آجاؤں گا۔"

Marfat.com

عبداللہ: میں نے ایسا سرفروش نڈر بہادر کبھی نہیں دیکھا۔"
صہیب: "تو پھر میرا مشورہ ٹھیک ہے نا؟"
عبداللہ: "اچھا آؤ، ذرا میرے ساتھ مسجد تک چلو، میں قریشیوں کو گواہ بناکر تمہیں آزاد کردوں گا۔"
صہیب: "مجھے اپنی آزادی پر دوسروں کو گواہ بنانے کی چنداں ضرورت نہیں۔" دوسرے دن صبح صبح عبداللہ قریشیوں کی بیٹھکوں میں جاتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ میں نے اپنے رومی غلام صہیب کو آزاد کرکے اپنا حلیف بنالیا ہے اور اپنا تمام کاروبار اس کے سپرد کردیا ہے، اب وہ سیاہ وسفید کا مالک ہے۔ قریشی عبداللہ کی یہ بات سن کر اچنبھا نہیں کرتے۔ کیونکہ انھیں حرب کی زبانی صہیب کے کاروباری لیاقت خوب معلوم ہوچکی تھی۔ صہیب اپنی شگفتہ جوانی کے ایام عبداللہ کی تجارت میں گزار دیتا ہے۔ عبداللہ کے مال کو بڑھاتا رہتا ہے، اس کی تجارت کو فروغ دیتا رہتا ہے۔ کبھی تجارتی مال لے کر حبش جاتا ہے اور کبھی روم وعراق کا سفر کرتا ہے۔ صہیب ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ عبداللہ قریشیوں میں بڑا دولت مند ملک التجار سمجھا جانے لگا۔ اس کی ثروت وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ پھر جودوکرم میں بھی سب سے آگے

Marfat.com

آگے ہے۔ شعراء اس کی مدح میں قصائد لاتے ہیں اور سونے چاندی کے ڈھیر اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔ جب عبداللہ یہ قصائد سنتا ہے اور اُنھیں پسند کرتا ہے تو صہیب سے صاف صاف کہہ دیتا ہے۔

عبداللہ: "اِن قصائد میں آدھی تعریف تمہاری ہے، کیونکہ تمھیں نے تو میرے لئے اِس سعادت کے اسباب مہیا کئے اور اس کے ذرائع آسان بنائے۔"

کبھی کبھی عبداللہ صہیب سے پوچھ بھی لیتا ہے:-

عبداللہ: "صہیب! تمہارا وہ کام کیا اب بھی ہمارے ملک میں باقی ہے؟"

صہیب: "ہاں ہاں، کوئی نہ کوئی کام تو ضرور ہوگا ہی!"

عبداللہ: "آخر بتاؤ تو سہی وہ کون سا کام ہے؟"

صہیب: "اگر مجھے بتانا ہی ہوتا تو تم سے ہرگز نہ چھپاتا۔"

یوں ہی زمانہ گذرتا گیا، دنوں کے بعد ہفتے، ہفتوں کے بعد مہینے اور مہینوں کے بعد سال آتے جاتے رہے۔ آخر ایک دن عبداللہ بھی موت کے آغوش میں جا سوتا ہے اور صہیب ہر طرح آزاد ہو جاتا ہے صہیب کے مال و دولت میں خوب برکت ہوتی رہتی ہے اور دن رات بڑھتا رہتا ہے۔ آخرکار ایک دن صہیب بھی بڑا تاجر اور بڑا مالدار سمجھا جاتا ہے۔ اب اگر صہیب چاہتا تو سرزمین شام کو واپس جا سکتا تھا

Marfat.com

جہاں پلا بڑھا تھا یا سرزمینِ عراق کا رُخ کرسکتا تھا جہاں وہ پیدا ہوا تھا لیکن صہیب کی حاجت تو مکہ معظمہ سے اٹکی ہوئی تھی، بھلا اُسے کیسے چھوڑتا۔ اب صہیب کے کاروبار میں کافی ترقی ہوگئی اور کافی پھیل گیا، اُس نے باہر کا آنا جانا بند کر دیا، اور عبداللہ بن جدعان کی روایت کو تازہ رکھنے کی کوشش میں مصروف رہنے لگا۔ بھوکوں کا پیٹ بھرتا، غریبوں کی خبرگیری کرتا اور محتاجوں کی مدد کرتا۔ اس کی جود و سخا نے ملک میں اس کا بڑا نام پیدا کر دیا۔ قریشیوں کو اس پر کافی اعتماد ہو گیا، اور وہ اس کی باتوں میں کافی دلچسپی لینے لگے، حالانکہ اس کی عربی ٹوٹی پھوٹی تھی اور لہجہ بھی عجمی تھا۔ آخر کار رفتہ رفتہ وہ دن بھی آ پہونچا، جب انقلاب کی چنگاریوں سے قریشی بیٹھکیں پریشان تھیں، ایک روز صبح صبح یہ بھی ان بیٹھکوں میں پہونچ جاتا ہے اور قریشیوں کی باتیں خوب غور سے سنتا ہے۔ ارقم کے گھر کا، محمد بن عبداللہ کے پاس لوگوں کے اجتماع کا، قرآن پاک کی تلاوت کا، اور نئی تحریک کے مرکزی دفتر کا ذکر چھڑا ہوا ہے۔ صہیب چوکنا ہوتا ہے اور ایسا محسوس کرتا ہے کہ شاید اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کا اب وقت آیا ہے۔

جب اُس کے لڑکپن اور جوانی کا سنگم تھا تو کاہن نے اُس سے

Marfat.com

تھا کہ تیری زندگی اور موت ارضِ حجاز میں ہے، کاہن کی یہ پیشین گوئی
تہ رفتہ نزدیک آتی جا رہی ہے۔ جب [redacted] جوانی کی سرحد پار کر کے
ھاپے میں قدم رکھتا ہے تو منزل سامنے دیکھتا ہے، صہیب کا دل
ہتا ہے، چل ارقم کے گھر چل کر تو بھی نبیؐ کا دیدار کر کے اپنی برسوں
ی پیاس بجھا لے۔ مگر جسم کہتا ہے نہیں نہیں، بڑا خطرناک اقدام ہے
ن میں تارے نظر آ جائیں گے، لوہے کے چنے چبانے
جائیں گے۔ دل چاہتا ہے اُڑ کر اللہ کے رسولؐ کو جا کر سلام
ر آئے، لیکن جسم اُسے ڈانٹ دیتا ہے کہ خبردار اس پُرخار وادی
ں قدم نہ رکھنا، یہاں آکر بڑے بڑوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں
بخت اگر تو نے یہ خطرناک اقدام کیا تو قریشیوں سے دوستانہ تعلقات
ختم ہو جائیں گے، بلکہ وہ اور اُلٹے دشمن ہو جائیں گے۔ لیکن دل کے
شوق نے دن کی راحت اور رات کی نیند اُڑا دی۔

آخر اُن کے جسم پر دل فتح پا لیتا ہے، گھبرا کر گھر سے نکل کھڑے
ہوتے ہیں، بیت اللہ کا عزم کر کے چلتے ہیں، لیکن بے خبر افتاں
وخیزاں کسی گہرے خیال میں غرق چلے جا رہے ہیں۔ ایک جگہ
پہونچ کر ٹھٹک کر رہ جاتے ہیں۔ بیت اللہ تو نہیں مگر کاشانۂ محبوبؐ
آنکھوں کے سامنے ہے، خوش قسمتی سے دار ارقم کے پاس ہی

Marfat.com

کھڑے ہیں، اور اپنے قریب ہی عمّارؓ کو دیکھ رہے ہیں، پھر دونوں میں بات چیت ہوتی ہے جس کا بیان اُوپر ہو چکا۔ آخر دونوں مشتاقانِ جمالِ رسولؐ اندر جا کر اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مبارک اور رَس بھرا کلام سنتے ہیں اور مسلمان ہو جاتے ہیں۔ پھر اپنی جماعت میں رہ کر مسئلے مسائل سیکھتے ہیں اور شام کو چھپا کر اپنے گھر پہونچ جاتے ہیں۔ قریشیوں نے اس دن صہیب کو ہر چند ڈھونڈھا، مگر صہیب اب کہاں، وہ تو ان ناپاکوں سے بہت دُور ہٹ گئے، دوسرے دن پھر تلاش کئے گئے۔ مگر صہیب نہ ملنے تھے نہ ملے۔ ابوجہل نے اُنھیں ڈھونڈھنے میں سر توڑ کوشش کی اور دن رات ایک کر دیا مگر صہیب کی ہوا بھی نہ ملی۔ آخر کب تک ایک دن ابوجہل کو خبر مل ہی گئی اور ان کے مسلمان ہونے کا حال معلوم ہو ہی گیا۔ ابوجہل طیش کھاتا ہوا اور لال پیلا ہوتا ہوا قریشیوں کی بیٹھک میں آتا ہے۔ قریشی جب اُسے آتا دیکھتے ہیں تو ایک کہتا ہے آج ابوالحکم کے تیور بدلے ہوئے ہیں اور پارہ چڑھا ہوا ہے ؎

زباں پر گالیاں، ہاتھوں میں خنجر، تن کے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے، جو یوں بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

ابوجہل آتا ہے، اور اپنی کمان سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوتا ہے، اور اتنا

Marfat.com

غمناک اور بھرائی ہوئی آواز میں کہتا ہے :-

جہل :- "قریشیو! افسوس .... صہیب بھی بے دین ہو گیا! ... آج سے وہ بھی آلِ یاسر کے ساتھ سزا میں شریک رہے گا۔"

Marfat.com

Marfat.com

ابرہہ کی تباہی

مقدر نے لیے کیا کیا نہ اے جانِ جہاں بدلے
زمیں بدلے، زماں بدلے، مکیں بدلے مکاں بدلے

اہلِ خثعم نے بھلا کہاں ایسے مبارک دن دیکھے تھے، کہ دشمن بغیر لڑے بھڑے تباہ ہو جائے اور وہ فتح و ظفر کے شادیانے بجانے لگیں۔ یہ اُن کی خوش قسمتی ہے کہ ربِ کعبہ نے اُن کی طرف سے مدافعت کی اور دشمن کو مار بھگایا۔ دشمن کا بے شمار مال اُنھوں نے لوٹا، جس کی خاطر اُن کے پاؤں میں کانٹا بھی نہ چبھا۔ کیسی لڑائی اور کیسی دشمن کی مدافعت گھر والے نے خود اپنے گھر کا انتظام کر لیا۔ دشمن ایسا سٹ پٹا کر بھاگا کہ قیمتی سے قیمتی مال بھی چھوڑ گیا۔ آج ہر خثعمی کے سامنے مال پڑا ہوا ہے، جتنا جی میں آئے لے لے۔ بلکہ جتنا اُٹھایا جا سکے اُٹھا لے۔ نجاشی کا مال خوب لوٹا جا رہا ہے، ہر شخص اپنی مرضی کے

Marfat.com

مطابق لے کر چلتا نظر آرہا ہے، تھوڑے مال سے تو کسی کا دل بھرتا ہی نہیں، نہ کوئی معمولی مال پر قناعت کرتا ہے۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو آج وہ نجاشی کا سارا مال سمیٹ لیتے، اور اپنی تجوریاں بھر لیتے۔ کیونکہ آج ابرہہ کا لشکر بُری طرح پسپا ہوکر نہایت ہی کس مپرسی کی حالت میں بھاگ رہا ہے۔ اُس کی شان و شوکت، عظمت و ہیبت طاقت و قوت اور لاؤ لشکر کا بُرا انجام ہوا ہے۔ اس کا کرّوفر اس کا رعب وداب اور اُس کی آن و بان ذرا سی دیر میں مٹی میں مل گئی۔ گھر والے سنکے کی طرح اُس کے سارے کس بل نکال دیئے اور تماشا یہ کہ جنگ بھی تو نہ لڑی گئی۔ لشکر کا امیر اور اُس کا سپہ سالار بیمار و لاغری میں مبتلا ہے، اُس کی آنکھوں کے سامنے موت کا بھیانک منظر پھر رہا ہے، قضا اپنے خونی پنجے اور خوفناک دانت دکھا دکھا کر غریب کو ادھ مُوا کئے دے رہی ہے۔ مگر زندگی کی کرن جھلکتے ہی جان میں جان آجاتی ہے، کچھ سکون ہوجاتا ہے، کچھ اُمید بندھ جاتی ہے اور کچھ تسکین ہوجاتی ہے۔ مگر دل میں بے چینیوں، بے قراریوں، پریشانیوں، اُلجھنوں اور حیرانیوں کے پھر بھی جمگھٹے ہیں۔ صبح کو زندگی کی اُمید بندھ جاتی ہے اور شام

Marfat.com

تو یہ اُمید بھی ختم ہوجاتی ہے۔ ؎

شکلِ اُمید تو کب ہم کو نظر آتی ہے

صورتِ یاس بھی بن بن کے بگڑ جاتی ہے

وہ بچا کھچا لشکر جس سے پرندوں کے غولوں نے درگذر کردی ہے جن پر چھوٹے چھوٹے پرندوں کو ترس آگیا ہے اور جنھیں موت نے اپنے آہنی پنجوں میں نہیں جکڑا ہے، ایک بے سری فوج کی طرح تتر بتر ہوکر انتہائی بے بسی اور بے کسی کی حالت میں بُری طرح بھاگ رہے ہیں۔ ٹانگوں نے چلنے سے جواب دیدیا ہے، مگر پھر بھی گھسٹ رہی ہیں، بدن تھک کر چور ہوگئے ہیں اور چہروں پر نا اُمیدی چھا رہی ہے۔ بیچارے شکستہ دل اور نڈھال ہوکر سہمے ہوئے دوڑ رہے ہیں، جیسے چند سائے ساز و سامان کو گھسیٹتے پھر رہے ہوں، جو خوف زدہ ہوں، خود خوفناک نہ ہوں ابھی کچھ دن پیشتر قبیلہ خثعم نے ابرہہ کے لشکر جرار کو پورے ساز و سامان اور بڑی شان و شوکت سے مکہ کی طرف بڑھتا ہوا دیکھا تھا، جس کے ساتھ سامانِ حرب کے علاوہ سامان تفریح و نشاط بھی تھا۔ اس قبیلے کے اکابر اور عقلاء نے اس کی قطعی مزاحمت نہیں کی اور اسے بلا مزاحمت مکہ کی طرف بڑھنے دیا،

Marfat.com

کیونکہ اُنھیں معلوم تھا کہ ابرہہ کا عزم نہایت ناپاک ہے، وہ ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے۔ چنانچہ اس کی راہ سے ہٹ گئے اور اُس کے ساتھ کسی معاملہ یا مفاہمت سے بھی کتراتے رہے۔ ان لوگوں نے اس سے تعاون یا شرکت کو بھی گوارا نہ کیا البتہ اُن کے نادان، ناتجربہ کار اور جوانی کے جوش میں گرمائے ہوئے لوگ کئی حصّوں میں بٹ گئے۔ بعض تو اس کی راہ میں حائل ہوئے لیکن مقابلہ کی تاب نہ لاکر ذلیل ہو کر رہ گئے۔ بعض نے نتائج سے بے خبر ہو کر چند پیسوں میں آبرہہ سے معاملہ کر لیا، اور گناہ کو ہلکا سمجھکر چند ٹکوں کے لالچ میں آکر حرم کی توہین کی۔ اور بعض ابرہہ کی راہ میں حائل تو نہیں ہوئے لیکن الگ ہٹ کر اس کی گھات میں بیٹھ گئے کہ جب لشکر ادھر سے گذرے تو اُس کی غفلتوں سے فائدہ اُٹھا کر لوٹ مار کریں اور پھر اپنی گھاٹیوں میں جا چھپیں۔ چنانچہ وہ اسی طرح لشکر کو تنگ کرتے رہے۔ ابرہہ دل ہی دل میں سُلگتا رہا۔ ان کے ناپاک خیالات اس نے بھانپ لئے، اور جل بھُن کر اُس نے قسم کھالی کہ مکّہ سے واپسی کے وقت ضرور اُن کی گوشمالی کی جائے گی۔ اور ایسی عبرتناک سزا دیجائیگی جسے وہ عمر بھر یاد رکھیں گے۔ اور عرب اُن کے افسانے بیان

Marfat.com

کریں گے۔ اُس وقت نجاشی کے رعب وداب اور اُس کے جاہ و جلال کا اُنھیں اندازہ ہو گا..... لیکن ابرہہ نہ مکہ ہی میں داخل ہو سکا اور نہ بیت اللہ کو ذرہ برابر نقصان پہونچا سکا۔ پھر نہ تو فاتحانہ شان سے مکہ سے واپس ہوا نہ اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہو کر لوٹا، بلکہ ایک ایسے شکست یافتہ لشکر کی طرح اُلٹے پاؤں بھاگا۔ جس کو حوادثِ زمانہ نے پامال کر دیا ہو۔ گو اُس نے اپنے مقابلہ پر کسی کو مزاحمت کرنے والا نہ پایا نہ اُس کا کسی لشکر نے مقابلہ کیا۔ وہ تو دشمن کو دیکھ بھی نہ سکا۔ چند چھوٹے چھوٹے پرندوں نے اُس کے لشکر کے ہوش اڑا دیئے اور اپنے کنکروں سے چبائے ہوئے بھوسے کی طرح بنا دیا اُس نے سمندر کی جانب سے پرندوں کے جھلڑ کے جھلڑ آتے دیکھے جو چھوٹے چھوٹے کنکروں کی اس کے لشکر پر بارش کر رہے ہیں، اور لشکر میں بُری طرح بھگدڑ مچی ہوئی ہے۔ ہاتھی الگ چنگھاڑ رہے ہیں۔ انسانوں کی خوفناک چیخوں سے الگ میدانِ جنگ گونجا ہوا ہے۔ ابرہہ کے خاص خاص آدمی اُسے یمن کی طرف لے کر دوڑے۔ اس ناگہانی آفت اور آسمانی بلا نے اُسے بالکل لاغر و نحیف اور مُردہ بنا دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ صبح و شام

Marfat.com

میں چل بسے گا۔ یہ پرندوں کا لپسپا کیا ہوا لشکر خثعمیوں کے پاس سے بھی گذرا۔ لیکن اب ان میں دم خم کہاں باقی تھا جو اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہناتے چپ چاپ نکلے چلے گئے۔ نہ ان پر حملہ کیا نہ ان کی گوشمالی کی نہ انھیں ادب سکھایا اور نہ ان پر اپنا غصہ اتارا، بلکہ انھیں پر خثعمیوں نے اپنا حملہ کر دیا، ان کی خوب گوشمالی کی، خوب دل کی بھڑاس نکالی، خوب اُن پر بھڑکے اور اُنھیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا خدا کے غضب میں گھرا ہوا بقیہ لشکر بڑی مشکل سے قبیلہ خثعم سے اپنا پیچھا چھڑا سکا، اور بڑی تکالیف سے اُسے دوچار ہونا پڑا یہ لوگ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا اپنے سردار کو اٹھائے ہوئے اُلٹے سیدھے بھاگے چلے جا رہے تھے۔ آخر بمشکل تمام اُسے اُس کے پایۂ تخت صنعاء تک لے کر پہونچ ہی گئے۔ اس صدمے کی تاب نہ لاکر صنعاء میں ابرہہ نے ایک عرصۂ دراز کے بعد بیماری کی وجہ سے دم توڑ دیا۔ چلے تھے کعبہ کو ڈھانے خود ہی ڈھیر ہو گئے۔ یہ دن خثعم کے لئے بڑا مبارک دن تھا۔ نجاشی کا مال جگہ جگہ بکھرا پڑا تھا جس میں سامان حرب، اونٹ، گھوڑے اور حسین وجمیل خوبصورت عورتیں بھی تھیں۔ قبیلۂ خثعم نے اس نعمتِ غیر مترقبہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیا، ہر طرح کا مال لوٹا، ہر قسم کا سامان لیا، سونا، چاندی،

Marfat.com

خنجر، تلوار، اونٹ، گھوڑا، عورت جو بھی ہاتھ لگا لے گیا۔ ایک طرف
تو سونے چاندی اور روپے پیسے سے دامن بھرے، دوسری طرف
اُونٹ گھوڑے پکڑے جنھیں بیچ کر اپنی اپنی تجوریاں بھر لیں۔ اس
غنیمت کے مال میں انھیں حبشہ کی دوشیزائیں بھی ہاتھ آئیں۔
شریف اُمراء کی بہت سی ہوشیار لڑکیاں اور عورتیں بھی ملیں، جو
سیر و تفریح کی غرض سے ابرہہ کے لشکر کے ساتھ ہو گئی تھیں،
جنھیں اس لشکر کی مصاحبت میں بڑا لطف و سُرور اور انتہائی
مزا آ رہا تھا۔ ان عورتوں کے باپ بھائی اور شوہر بھی اسی بات
میں ان کی دلجوئی سمجھتے تھے کہ یہ اُن کے ساتھ ساتھ رہیں تاکہ
ان کے دل میں مَیل نہ آنے پائے؛ اُن کا غم غلط ہوتا رہے۔ اور
ساتھ رکھنے میں خود اُن کا بھی فائدہ تھا۔ انھیں بھی تو ان سے
کیف و سرور حاصل ہوتا تھا، اور تفریح طبع کا سامان فراہم ہو رہا
تھا۔ اِس سفر سے محض یہ مقصد تھا کہ بیت اللہ کو منہدم کر کے ان
اُجڈ جنگلیوں کو ادب سکھایا جائے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ محض
بیت اللہ ہی قابل احترام و اکرام ہے اور ہر قسم کی تقدیس اسی
کے لائق ہے۔ صرف اسی کی عزت کرنی اور اسی کا طواف کرنا
اِنسان کا فرض ہے۔ ایک بہترین اور درمیانی سفر میں جب تک

Marfat.com

عیش وطرب کا سامان موجود نہ ہو اور ہر طرح کی آسائش وراحت میسّر نہ آئے تو وہ پھیکا پھیکا اور بے کیف سا رہتا ہے۔ اس قسم کے سفر میں جسمانی لذتیں، تسکین کے سامان، روحانی مسرتیں، اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے سرو سامان ضرور موجود رہنے چاہئیں اسی وجہ سے سرداروں اور امیروں نے اپنی اپنی بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کو ساتھ لے لیا تھا۔ جو اپنی محبت و دل سوزی سے ان کے دل گرمائیں، اپنی اداؤں سے انھیں رجھائیں، اور اپنے حسن وجمال سے اُن کے دل لبھائیں۔ علاوہ ازیں رقاصائیں، موسیقاریں، طبلچی اور گانے والی لونڈیاں بھی ساتھ ساتھ تھیں، جو سفر کی رونق کو دوبالا کر رہی تھیں، اور کیف و سرور میں اضافہ کر رہی تھیں۔ انھیں یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ ہماری بہو بیٹیاں اور ہماری مائیں بہنیں ان سنگدل بے رحم گنواروں کے ہتھے چڑھ جائیں گی جو راستے میں پڑتے ہیں اور جنگلی اُجڈ شہریوں کی لونڈیاں بن جائیں گی۔

مالِ غنیمت لوٹنے کے لئے دیگر لوگوں کی طرح حکیم بھی نکلتا ہے

چونکہ سحیم نے بھی اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ مل کر حملہ کیا تھا اس لئے مالِ غنیمت کا وہ بھی حقدار بن گیا تھا لہٰذا وہ بھی ہر طرح کا مال لوٹتا ہے اور خوشی خوشی اپنا دامنِ مراد بھر لیتا ہے۔ لوٹتے لوٹتے سحیم کی نگاہ ایک اونٹنی پر پڑتی ہے جس کو ایک ترش رو اور سخت دل حبشی غلام لئے جا رہا ہے۔ گو وہ کافی طاقتور اور تندرست ہے۔ مگر اُس کا حوصلہ پست ہو چلا ہے اور ہمت نے جواب دیدیا ہے۔ سفر کی تکلیفوں اور صعوبتوں نے اسے انتہائی لاغر کر دیا ہے اور اس ناگہانی آفت نے تو اس کی رہی سہی طاقت بھی ختم کر دی ہے۔ یہ اپنے مالکوں کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔ اگرچہ اس کا دل کسی گوشۂ عافیت کا متلاشی ہے۔ اگر دل کی بات مانتا تو بدبخت اونٹنی کو اُس کے حال پر چھوڑ دیتا کہ جدھر چاہے چلی جائے اور جدھر مقدر کھینچ لے کھینچ جائے۔ سحیم جب اس بدقسمت اونٹنی کو غور سے دیکھتا ہے تو اس پر ایک بہترین اور نفیس محمل نظر آتا ہے جس پر ریشمی پردے پڑے ہوئے ہیں جو ہیرے جواہرات سے مرصع اور سونے کے تاروں سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ سحیم کے منہ میں دیکھتے ہی پانی بھر آتا ہے اور نیزہ لے کر غلام کی طرف دوڑتا ہے۔ غلام سحیم کے تیور دیکھتے ہی چپ چاپ اُونٹنی کی نکیل اُسے پکڑا دیتا ہے اور خاموش کان

دبائے سحیم کے آگے آگے چلنے لگتا ہے۔

سحیم :"یہ کس کی اونٹنی ہے؟"

غلام (ٹوٹی پھوٹی عربی میں) "اس پر ہمارے سردار ابرہہ کی بھانجی ہیں!"

سحیم اس اونٹنی اور غلام کو اپنے گھر کی طرف لا رہا ہے، اور دل ہی دل میں کہہ رہا ہے، مالِ غنیمت میں یہ اونٹنی، یہ غلام اور اس پر قیمتی لدا ہوا مال ہی مجھے کافی ہے، ابرہہ کی بھانجی سے مجھے کوئی سروکار نہیں، اسے تو میں کسی قریشی سردار کو بطور سوغات کے ہبہ کر دونگا۔ سحیم اسی خیال میں ڈوبا ہوا جا رہا ہے اور غلام بھی اس کے آگے آگے اونٹنی لئے جا رہا ہے۔ جب وہ اپنے قبیلے کے خیموں کے پاس پہونچ جاتا ہے تو سحیم غلام کو اونٹنی بٹھانے کا اشارا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ اونٹنی بٹھا کر ذرا دور جا کر نیچی نگاہیں کر کے کھڑا ہو جاتا ہے، جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈھ رہا ہو۔ پھر سحیم غلام کو اشارا کرتا ہے کہ محمل اتار دے۔ چنانچہ غلام آکر اونٹنی سے محمل اتار دیتا ہے اور پھر تھوڑی دور جا کر نیچی نگاہ کر کے کھڑا ہو جاتا ہے، جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈھ رہا ہو۔ سحیم آہستہ آہستہ محمل کے قریب آتا ہے اور آہستہ سے اس کا ایک پردہ اٹھا کر اندر ایک سرسری نگاہ ڈالتا ہے اور پھر ہٹا لیتا ہے۔ اس کے چہرے پر شگفتگی

اور بشاشت چھا جاتی ہے اور جذبات مسرت سے بے قابو ہوکر چیخ پڑتا ہے۔ رب کعبہ کی قسم یہ تو واقعی حمامہ ہے، خوبصورت پری چہرہ اور نازک اندام۔ اس کے حیرت واستعجاب کی انتہا نہیں رہی، کیونکہ وہ حسن وجمال کی ایک مورتی دیکھ رہا ہے، جو اگرچہ سانولی رنگ والی اور گندم گوں ہے مگر قدرت کا بہترین شاہکار ہے متناسب اعضاء سرمگیں آنکھیں، معتدل القامت، نازک اندام، گل فام اور گلبدن ہے۔ نگاہوں میں جادو، ہونٹوں پہ مسکراہٹ، بانکی ادائیں اور پری چہرہ ہے۔ غریب سہمی سہمی اور سر جھکائے بیٹھی ہے خوف ودہشت نے اسے گھبرا رکھا ہے لیکن پھر بھی بڑے صبر وضبط سے کام لے رہی ہے، اس کا وقار اور اس کی حیا پریشانی اور الجھن کی دلی کیفیات کا اظہار نہیں ہونے دیتے۔ گو آنکھوں میں آنسو ہیں مگر انھیں بھی ظاہر نہیں ہونے دیتی اور پی جاتی ہے۔ اپنی اندرونی بے چینی اور بے قراری کو ظاہر نہیں ہونے دیتی۔ بحیم پھر ایک نگاہ اس پری پیکر پر ڈالتا ہے اور فوراً ہٹا لیتا ہے۔ اس کا چہرہ پھر مسرت سے چمک اٹھتا ہے اور زبان سے بے ساختہ نکل جاتا ہے "رب کعبہ کی قسم یہ تو واقعی حمامہ ہے، گل فام، نازک اندام اور پری چہرہ" پھر وہ بڑے ادب واحترام اور بکمال شفقت وعزت سے اس کو محمل

Marfat.com

سے باہر نکالتا ہے، اور یہ بھی کہتا جاتا ہے۔ "بیٹی! گھبراؤ مت، فکر نہ کرو، میں تم سے بدسلوکی نہ کروں گا، تمہیں ذرہ برابر تکلیف نہ ہونے دونگا۔" پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ آہستہ اپنے گھر لے جاتا ہے۔

دوشیزہ کو فرماں بُرداری کے سوا چارہ ہی کیا تھا، اس لئے وہ چار و ناچار اُس کے حکم پہ چلتی رہی۔ آخر کار اپنی بیوی کے پاس لے جاکر اُس سے کہتا ہے:

سحیم: (بڑی متانت سے) "اس حمامہ کو اچھی طرح رکھنا، کیونکہ ہمارا قبیلہ اِس کے لائق نہیں ہے، اس کے لائق تو کوئی قریشی سردار ہی ہے۔"

پھر دوسری بار مالِ غنیمت کے لئے نکلتا ہے، اور غلام، محمل اور اُونٹنی کو محفوظ کر جاتا ہے، تاکہ قبیلے والوں سے جا ملے اور کچھ اور مال ہاتھ لگے۔

اس واقعہ کو ابھی ایک مہینہ بھی نہ گذرا ہوگا کہ سحیم خلف بن وہب جمحی کے پاس اس کے سراۃ والے زرعی کھیتوں میں جا پہونچتا ہے۔ اِس سفر میں اس کے ساتھ اس کی نو گرفتار شہزادی بھی ہے۔ سحیم خلف کے مکان کے دروازے کے پاس اُونٹ بٹھا دیتا ہے، اور وہاں ٹھہر جاتا ہے۔ عربوں کی اور خصوصاً

Marfat.com

قریشیوں کی عادت کے مطابق خلف کے گھر والے اپنے مہمان کی خوب خاطر تواضع اور آؤ بھگت کرتے ہیں۔ سحیم آداب و سلام سے فارغ ہوتے ہی عرض کرتا ہے :۔

سحیم: "اے جمح کے سردار! کاش آپ کو معلوم ہوتا کہ میں آپ کے لئے کیا لایا ہوں!"

خلف: "کوئی اچھی ہی چیز لائے ہو گے، نہیں نہیں بہترین ہی چیز لائے ہو۔"

سحیم: "میں آپ کی خدمتِ گرامی میں ابرہہ کی بھانجی لایا ہوں، جو کم بخت بیت اللہ ڈھانے کے لئے آیا تھا، اور ربِ کعبہ نے اسے انتہائی ذلیل و خوار کر کے شہر بدر کر دیا تھا۔"

خلف: "ابرہہ کی بھانجی!"

سحیم: "ہاں ابرہہ کی بھانجی!"

خلف: "اس کا کیا نام ہے؟"

سحیم: "معلوم نہیں، لیکن اس کا سرو قد، چھریرا بدن اور اس کی ملاحت دیکھکر میں اسے حمامہ کہتا ہوں۔ میرے خیال میں ہمارے قبیلہ کا تو کوئی آدمی اس کے لائق ہے نہیں! اور جہاں تک میں نے نگاہ دوڑائی عرب میں بھی کوئی اس کے لائق نہیں، البتہ قریشی سردار ضرور اس کے لائق ہیں جو بیت اللہ کے نگراں اور

دیوتاؤں کی خیر خبر رکھنے والے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان پرانے دوستانہ تعلقات ہیں۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں یہ ناچیز تحفہ پیش کر رہا ہوں۔"

خلف سحیم سے اس کی قیمت پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ وہ بول پڑا،

سحیم: "ابو امیہ! ذرا ٹھہریئے، میں اس شہزادی کو بیچنے کی غرض سے آپ کے پاس نہیں لایا ہوں، میں تو آپ کو اپنی طرف سے ایک ناچیز تحفہ پیش کر رہا ہوں، جیسے کوئی دوست اپنے دوست کو تحفہ پیش کیا کرتا ہے۔"

خلف:۔ شکریہ! خدا تمھارا حسن سلوک قائم رکھے۔"

خلف کے چہرے سے خوشی، رضامندی اور شکریے کے آثار جھلک رہے ہیں۔ لیکن دل ہی دل میں یہ بھی سوچ رہا ہے کہ دیہاتیوں کے تحفے قبول تو کر لیئے جاتے ہیں مگر ان کا ان سے بہتر بدلہ بھی دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے حکم سے شہزادی گھر میں پہونچادی جاتی ہے۔ خلف اسے ایک نگاہ غلط انداز سے بھی نہیں دیکھتا۔ اور نہ دیکھنے کی خواہش ہی اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ پھر خلف تھوڑی دیر تک سحیم سے بات چیت کرتا رہتا ہے جو عام طور سے میزبان اپنے مہمانوں سے کرتے ہیں۔ پھر کافی دیر تک سر جھکا کر بیٹھ جاتا ہے۔ جس

سے سمیم کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا تحفہ اُس کے دوست کو اس کی خواہش کے مطابق پسند نہیں آیا، لیکن خلف سر اٹھا کر کہتا ہے :-

خلف: "سمیم! تمہیں معلوم ہے کہ آج جیسا احسان تم نے میرے ساتھ کبھی نہیں کیا۔ یقین جانو ہم نے ابرہہ سے جنگ نہیں کی نہ کوئی مزاحمت کی بلکہ ہم اس کی راہ سے ہٹ گئے۔ ہم نے بالاتفاق اعلان کر دیا کہ ہم بیت اللہ کے آس پاس سے الگ ہو جائیں، اور قریب ہی پہاڑوں کی گھاٹیوں میں جا چھپیں، اور گھر کی حفاظت گھر والے پر چھوڑ دیں۔ چنانچہ پروردگار عالم نے اپنا گھر بچا لیا، اور ابرہہ کو ذلیل و خوار کر کے دھتکار دیا، اس کے ہاتھیوں کی بھگدڑ اور اس کے لشکر کی پسپائی کا تماشہ ہم پہاڑوں کی چوٹیوں اور ان کی گھاٹیوں سے دیکھ رہے تھے جہاں ہم چھپے ہوئے تھے۔ جب ہم سے دشمن ہٹ گیا تو ہم مکہ میں اپنے اپنے گھروں میں سلامتی سے پہنچ گئے۔ لیکن آج ہمارے دل تلملا رہے تھے اور ان میں یہ حسرتیں مچل رہی تھیں کہ ہم نے اس مقدس گھر کا حق نہیں ادا کیا۔ کیونکہ ہر طرح کی نگرانی اور خیر خبر ہمارے ذمہ تھی۔ لیکن آج اس شہزادی کو میرے پاس لاکر

Marfat.com

تم نے میری پیاس بجھانے کا سامان فراہم کر دیا۔ جب تم اسے لاتے ہو گے تو خیال کر رہے ہو گے کہ میں اس سے بہت خوش ہوں گا لیکن اس گھر کے رب کی قسم جس کی ہم نے آڑے وقت حفاظت نہیں کی، میں تمہاری اس حبشی شہزادی کو اتنا ذلیل کردوں گا کہ آج تک کوئی اس قدر ذلیل و خوار نہ ہوا ہو گا۔ سب سے بڑی یہ ذلت ہو گی کہ یہ مکہ کے حرم میں داخل نہ ہو سکے گی اور مقدس زمین پر نہ چل سکے گی، کیونکہ ربّ حرم نے اس نجاست کو حرم سے اور اپنے مقدس گھر سے نکال پھینکا ہے۔"

سحیم: "ابوامیہ! افسوس اور صد ہزار افسوس! اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا کہ تم اس خوبصورت شہزادی سے اس برے طریقے سے پیش آؤ گے، تو میں اسے اپنے ہی پاس رہنے دیتا تمہارے پاس ہرگز نہ لاتا، میں تمہارے خیالات سے متفق نہیں۔"

خلف: (ہنس کر) "واہ سحیم، تم نے خوب افسوس کیا، یہ تو اس ذات برحق کا فیصلہ ہے جو اپنی قوت و اقتدار میں مجھ سے اور تم سے بہت بڑی عظمت و عزت والا ہے۔ اس شہزادی کو حرم کے قریب رہ کر ذلیل و خوار ہونا چاہیئے جسے اس کی قوم نے برباد کرنے کا تہیہ کر لیا تھا اور اس کی بے حرمتی پر آمادہ ہو گئے تھے۔ خدا کی

جب تک میں زندہ ہوں یہ شہزادی آزادی سے محروم رہے گی، اور کبھی آزاد بچے پیدا نہ کر سکے گی۔"

سحیم: "ابو امیہ! افسوس جب تم اپنے لئے اسے پسند نہیں کرتے تو پھر مجھے واپس کر دو"

خلف: (قہقہہ مار کر) "خوب خوب، سحیم خوب! میں تو اس کم بخت کو تمہارے لیئے بھی پسند نہیں کرتا۔ میں عہد کر چکا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں اسے آزاد بچے نہ پیدا کرنے دونگا۔ اس جگہ میرے اونٹوں اور بکریوں کے ریوڑ ہیں جنھیں میرے غلام چراتے ہیں، جن میں گورے اور کالے ہر طرح کے غلام ہیں، انھیں غلاموں کے ساتھ یہ بد بخت شہزادی بھی میرے جانور چرائے گی۔"

سحیم ارادہ بھی کرتا ہے کہ اپنے دوست کی بعض باتوں کا جواب دے، مگر خلف موضوع بحث ہی بدل دیتا ہے، اور سحیم کی توجہ اُدھر سے ہٹا کر یمن کے حالات اور تہامہ و حجاز کے تازہ تازہ واقعات کی طرف پھیر دیتا ہے۔

اُس روز شام کو خلف اپنے آدمیوں کو کھانا تقسیم کر کے جب گھر واپس آتا ہے تو اپنی اہلیہ کو بڑا افسردہ اور اُداس دیکھتا ہے جب پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے تو کچھ جواب نہیں ملتا، البتہ وہ غمگین لہجے میں

Marfat.com

صرف یہ عرض کرتی ہے :-

اُمّ اُمیّہ : (منہ بسور کر) "آپ اس نوجوان چھریرے بدن والی حسین دوشیزہ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے جسے سحیم نے تحفے میں آپ کو عطا کی ہے؟"

خلف : (بیوی کو اشتعال دلانے کے لئے) "ام اُمیّہ! یہ ابرہہ کی بھانجی ہے، شہزادی ہے، اس کی خوب خاطر تواضع کرو اور اسے ہر طرح کا آرام پہونچاؤ"

ام امیہ (بھری ہوئی تو تھی ہی، پھوٹ پڑتی ہے اور زار قطار رو کر کہتی ہے) "ہائے میرا لکھا پھوٹ گیا، اب میری قسمت میں یہی رہ گیا ہے کہ میں گستاخوں نالائقوں، اور حرم محترم کی توہین کرنے والوں کی خدمت کروں اور اُنھیں کھلاؤں پلاؤں!"

خلف (بیوی کے سر پر ہاتھ پھیر کر) "اُمّ اُمیّہ! غم نہ کرو، تم کیوں روتی ہو، تمہیں کیا فکر ہے، میں نے تو تم سے مذاق کیا تھا، تمہیں معلوم ہے کہ اس قسمت کی ماری شہزادی نے ابتک اپنی زندگی میں عیش ہی عیش دیکھا ہے۔ جب سحیم نے مجھے یہ تحفہ دیا تھا تو میں نے اُسی وقت قسم کھالی تھی کہ آج سے یہ بدبخت عمر بھر ذلت و خواری ہی دیکھے گی۔ حرم کی حمایت میں میری نکسیر بھی نہیں پھوٹی

میں نے سوچا اسی ترکیب سے میرے دل کی بھڑاس نکلے گی۔ آخر اِس نازک اور آڑے وقت کچھ تو اُس کی حمایت کا ثبوت پیش کیا جا سکے۔ لہٰذا میں اس کو حرم کی مقدس زمین پر قدم ہی نہ رکھنے دونگا، اور اس سے عمر بھر بھیڑ بکریاں چرواؤں گا۔"

اُمِ اُمیّہ: "پھر تو اسے میری خادمہ بنا دیجئے۔"

خَلَف دہشت کرا تمہاری خدمت اس کے لئے ذلت نہ ہوگی، اس سے اس کی تھوڑا ہی بے عزتی ہوگی۔"

اُمِ اُمیّہ: آپ اسے میری خادمہ بنا دیجئے، پھر دیکھیئے گا میں اس مردار کو کیسا مزہ چکھاتی ہوں۔"

خَلَف، مگر میں نے تو یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ سرات والی اراضی میں رہ کر غلاموں کے ساتھ میری بھیڑ بکریاں چرایا کرے گی، میں اِس کو حرم میں قدم ہی نہ رکھنے دوں گا۔ نہ یہ نجس و ناپاک مکہ کی مقدس سرزمین پر چل پھر سکتی ہے۔ جب اس مقدس گھر کے رب نے اس کی قوم کو مکہ میں نہ آنے دیا اور مکہ سے دور منیٰ میں چھوٹے چھوٹے پرندوں سے تباہ کرا دیا تو میں بھی اس کی مرضی کے خلاف نہ کرونگا کہ اس کے ناپاک قدموں سے ارضِ مقدس پامال کراؤں۔ خواہ یہ کسی کی خادمہ ہی کیوں نہ ہو۔"

Marfat.com

اُمِّ اُمیّہ: (خوش ہوکر) اے قریش کے لائق سردار! آپ سرداری ہی کے لائق ہیں۔ اسی لئے قریشیوں نے آپ کو سردار چنا ہے۔

خلف کا حبشی لونڈی سے ایک غلام ہے جس کو رباح کہا جاتا ہے۔ اس کی عمر تقریباً بیس برس کی ہے۔ یہ بڑا ذہین، طباع، ہوشیار و چالاک، کام میں ماہر اور دُور اندیش ہے۔ اُس نے اپنی لائق خدمات سے خلف کو اس قدر خوش کر دیا ہے کہ وہ اُسے آزاد کر دیتا ہے، اور اپنی مسرات والی اراضی کا منتظم بنا دیتا ہے، دوسرے روز صبح ہوتے ہی خلف رباح کو بلاتا ہے اور کہتا ہے:-

خلف: (مسکرا کر) "رباح! تمہیں معلوم ہے کل میرے پاس تمہارے کسی امیر کی ایک امیرزادی لائی گئی ہے۔ تمہیں اپنی قوم کی گستاخی، کمینگی اور ذلیل حرکتیں معلوم ہی ہیں۔ اسی بنا پر میں نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ میں اِس امیرزادی سے بھیڑ بکریاں چرواؤں؛ کیا میں اس کو تمہارے حوالے کر دوں کہ تم اس کمبخت کو ذلیل و خوار رکھو اور یہ جس ذلت کے لائق ہے وہی ذلت اسے پہنچاؤ۔

رباح: قابلِ احترام سردار! پھر آپ کو کس بات کا انتظار ہے۔ آپ ہر قسم کے غلام کے ساتھ میرا معاملہ دیکھ چکے ہیں، کیا میں اپنی ہوشیاری اور حُسنِ تدبیر سے انھیں آپ کی انتہائی اور پُرخلوص خدمات پر

آمادہ نہیں کر دیتا، اور اُن سے قسم قسم کے کام نہیں لے لیتا؟"

خلف :- "ٹھیک ہے میں تمہاری یہ بات مانتا ہوں۔ اچھا اس امیر زادی کو لے جاؤ اور اسے چرواہوں کا لباس پہنا دو اور اس سے بھیڑ بکریاں چرواؤ۔"

رباح :- "لیکن میری ناقص رائے میں اس کام سے یہ ذلیل و خوار نہ ہوگی۔ البتہ میں آپ کو ایک رائے دیتا ہوں، اس پر عمل کر کے شاید آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں!"

خلف :- "بتاؤ کیا ہے؟"

رباح :- "یہ تو آپ خوب جانتے ہی ہیں کہ میں نہ تو حبشہ کا امیر ہوں اور نہ سردار، بلکہ عام لوگوں کی طرح ایک معمولی آدمی ہوں، میری رگوں میں حبش کا خون ہے، اگر میں آپ کے ملک میں نہ لایا گیا ہوتا تو میں اس امیرزادی کے قصرِ شاہی میں ملازمت کو بھی گوارا نہ کرتا۔"

خلف (مسکرا کر اور خوش ہو کر) "کیا تم اُسے اپنی بیوی بنانا چاہتے ہو؟"

رباح :- "اگر آپ اس کو ذلیل و حقیر ہی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں، تاکہ اس کی وجہ سے حبشہ کے امراء اور رؤساء کی بھی ناک کٹ جائے، تو اُسے اپنے زنجی غلام سے بیاہ دیجئے۔"

خلف :- "چلو مجھے منظور ہے، آج سے تم اُس کے شوہر ہو۔ دن چڑھے

Marfat.com

شوق سے اپنی بیوی کو آکر لے جانا۔"

آج رباح خلف کے ساتھ چالاکی اور بڑی دُور اندیشی سے کام لیتا ہے۔ شائد آج سے پہلے رباح نے اپنے مالک سے کبھی چالبازی اور دھوکہ نہ کیا ہوگا، اور اس سے جھوٹ بول کر اپنی مکارانہ چال سے اپنا کام نہ نکالا ہوگا۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ رباح کو درپردہ یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ خلف اس بیچاری مصیبت زدہ امیرزادی کو ذلیل و خوار کرنا چاہتا ہے۔ اُسے شہزادی کے مرتبہ کا حال خوب معلوم تھا۔ خلف کی یہ حرکت اُسے شاق گذری، اور اُس نے اِنتہائی بُری نگاہ سے اسے دیکھا، رباح نے بھی اپنے دل میں اِس بات کا تہیّہ کرلیا کہ مقدور بھر شہزادی پر آنچ نہ آنے دیگا، اور اپنی حسنِ تدبیر سے اسے صاف بچالے گا۔ جب اس نے اِس سلسلے میں خوب غور و فکر کیا اور بار بار دماغ پر زور ڈالا تو اس کی سمجھ میں اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہ آئی کہ اُسے بیوی بناکر اپنے غریب خانے لے آئے اور شہزادی بناکر اسی مقام پر رکھے جس مقام کی وہ حقدار ہے۔ جب وہ اپنی تدبیر میں کامیاب ہوگیا تو خوشی سے پھُولا نہ سمایا اور اُسے پُورا اطمینان ہوگیا کہ اب شہزادی پر ذرہ برابر آنچ نہ آنے دونگا؛ اور اُسے اپنی ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں لاکر اس کا

Marfat.com

وہی ادب و احترام بجا لاؤنگا جس کے وہ لائق ہے، اور اس آڑے اور نازک وقت میں پوری ہمدردی کی مستحق بھی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اپنے جذبات اس کے جذبات میں ملا دوں گا اور اسے اپنے گھر کی مالکہ نہیں بلکہ ملکہ بنا کر رکھوں گا۔ البتہ دل کی اسے مالکہ بنا دوں گا۔ شائد کل حالات سازگار ہوجائیں اور شہزادی کی بپتا کے ایام گذر جائیں۔ آخر راج اپنی شہزادی کو بڑی مسرت سے اپنی حقیر جھونپڑی میں لے آتا ہے اور اس نازنین کو یہاں ٹھہرا دیتا ہے اور حتی الامکان اس کی دلجوئی اور خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس کا احترام برقرار رکھتا ہے، اس کی انتہائی قدر و منزلت کرتا ہے اس کا دل میلا نہیں ہونے دیتا، اس کے ساتھ انتہائی ہمدردی سے پیش آتا ہے، بکمال محبت و پیار سے دیکھتا ہے، ہر طرح کی خاطر تواضع کرتا ہے، صبح ہے تو اس کی منت سماجت اور شام ہے تو اس کی ہاتھا چھاؤں دن ہے تو اسی کی خاطر داری اور رات ہے تو اسی کی ناز برداری کوئی ایسی بات نہیں ہونے دیتا جس سے شہزادی کے دل پر ملال آئے یا اُسے رنج پہونچے یا اسے تکلیف ہو، یا اس کا دل دکھے، ہر وقت اسے خوش کرنے کی فکر اسے ہنسانے کی تمنا اس کے غم غلط کرنے کی آرزو اور اُسے ہنس مکھ دیکھنے کی

Marfat.com

خواہش رات کو سوتے وقت دروازے کے باہر چار پائی ڈال کر پڑ جاتا ہے اور رات کو یا تو سو کر یا اس کے خوش کرنے کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہکر گذار دیتا ہے۔ شہزادی کو اپنی محبت کی ملکہ کو، اپنی جائز بیوی کو اور اپنی رفیق زندگی کو ہاتھ نہیں لگاتا، بلکہ اُس کے پاس جانے کو بھی پسند نہیں کرتا، وہ ایک شہزادی ہے، اُونچے مقام والی ہے، محلوں میں پلی بڑھی ہے نازک اندام ہے، پری چہرہ ہے، میں ایک غلام ہوں، حقیر ہوں، ادنیٰ ہوں، ایک معمولی شخص ہوں اور دوسروں کا دست نگر ہوں۔ قسمت نے اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدیا ہے۔ اب میرا فرض ہے کہ اس کی خدمت بجا لاؤں، اس کی ضروریات پوری کروں، اسے خوش و خرم رکھوں۔ اُس کے پاس غم نہ آنے دوں اور ہر وقت اس کی ہاتھا چھاؤں کرتا رہوں۔ اس نقطے سے آگے بڑھنا نا فرض شناسی اور شرافت سے بعید ہے۔

مصیبت زدہ شہزادی انتہائی ذلت و خواری میں مبتلا رباح کے پاس آئی تھی، اس کے اشاروں پر چلنے کو تیار تھی اور اس کی ہر خدمت بجا لانے پر آمادہ تھی مگر جب اس گھر میں اُس نے اپنا ادب و احترام دیکھا، اپنی قدر و منزلت دیکھی، اپنی خاطر و تواضع دیکھی

اپنی ہر قسم کی قدردانی دیکھی، اور اپنی محبت و ہمدردی دیکھی تو اُس کے دل کو اطمینان نصیب ہوا۔ اُس کی پریشانی دُور ہوئی اور اس کا افسردہ چہرہ ذرا کھلنے لگا۔ رفتہ رفتہ رباح کی محبت بھی اُس کے دل میں گھر کرنے لگی، اس کے دل و دماغ پر چھانے لگی اور اسے پرکیف و مسرور بنانے لگی، آخر وہ رباح سے عاجزی کے ساتھ اِس طرح بات کرتی جیسے کوئی لونڈی اپنے مالک سے کرتی ہے رباح جب اس کی توجہ اس کی محبت اور اس کی ہمدردی دیکھتا تو پھولے نہ سماتا، اُس کی اور بھی چاہت بڑھ جاتی اور اُس کی حرمت و توقیر اور بھی زیادہ کرنے لگتا، اس قدر ہمدردی اور محبت پیار سے صرف یہ غرض تھی کہ شہزادی کو غلامی کے بوجھ کا احساس نہ ہو اور اگر ہو بھی تو کچھ یوں ہی سا تاکہ وہ اسے آسانی سے برداشت کرسکے۔ لیکن لوگوں کے حالات و واقعات ان کی تدابیر و مساعی کا ساتھ نہیں دیتے۔ بلکہ یہاں الٹی گنگا بہتی ہے انسان کا چاہا کبھی نہیں ہوتا۔ رباح نے تو تہیہ کرلیا تھا کہ وہ اپنی شہزادی کے ساتھ بالکل اسی طرح زندگی گذاردیگا جس طرح ایک خادم اور ایک غلام اپنی بلندمرتبہ سیدہ کے ساتھ گذاردیتا ہے جو اُس کے سیاہ وسفید کی مالک ہوتی ہے۔ وہ جانتا تھا کہ

یہ شادی محض خلق کو دھوکا دیکر اسے اس کے ارادے سے باز رکھنے کے لئے بیاہی گئی ہے۔ جو اس بیکس شہزادی کی بری گت بنانا چاہتا تھا، مانا کہ ایک غلام پر اپنے آقا کی ہمدردی مقدور بھر فرض ہے۔ اس کی پُر خلوص خدمت بھی فرض ہے اور بہترین اور عمدہ طریقے سے اس کے مال کی نگرانی بھی واجب ہے۔ رباح میں یہ ساری خوبیاں تھیں، وہ اپنے حسن انتظام اور لائق تدبیروں سے خلف کا مال بڑھاتا رہتا تھا اور بہترین انتظام میں لگا رہتا تھا۔ مگر رباح نے اس شہزادی کے بارے میں اپنے فرائض کا لحاظ نہیں کیا، شہزادی پر آنچ نہ آنے دی، اور اپنی کمال ہوشیاری سے شہزادی کو ذلیل ہونے سے بچا لیا۔ درخت اپنے بل گرتا ہے۔ قومی عصبیت نے رباح کو بھی فرض شناسی سے روک دیا۔ در اصل تھی بھی وہ ہمدردی کی حقدار قوم کا گناہ اس بے چاری کے سر تھوپنا انصاف سے بعید ہے۔ پھر اس کے مرتبے کا لحاظ بھی ضروری ہے جو اسے اپنے ملک میں حاصل تھا۔

ان دونوں کے تعلق کی نوعیت عجیب و غریب ہے، سرداران قریش اور رباح کے ماتحت غلاموں کی نگاہ میں تو دونوں میاں بیوی ہیں، لیکن رباح کی نگاہ میں خادم و مخدوم ہیں۔ گو رباح یہ بات

ظاہر نہیں ہونے دیتا اور دل ہی دل میں چھپائے رکھتا ہے۔ مگر شہزادی اُس کے ارادے کو بھانپ جاتی ہے اور انتہائی مسرت کے ساتھ اس کے ساتھ رہنے سہنے لگتی ہے۔ شہزادی رباح کے اس رویہ سے بڑی خوش تھی اور اس کے اس سلوک کو دل میں چھپاکر رباح کے ساتھ مالکانہ حیثیت سے رہتی تھی، رباح کے دل میں بھی یہی جذبہ کارفرما رہا، اور شہزادی نے بھی اس کی قدر کی اور اُس نے خوشی خوشی رباح کو قبول کرلیا۔ اس کا اطمینان قلب غبطہ کی حد تک پہنچ گیا۔ اور اُس کے دل میں بھی رباح کی محبت گھر کرنے لگی۔ رباح نے اس کے جذبات میں اپنے جذبات پیوست کردیئے۔ اس کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم رکھا۔ صبح ہے تو اس کی رضاؤ طاعت میں لگا ہوا ہے اور شام ہے تو اسی کے خوش کرنے کی فکر میں ڈوبا ہوا ہے۔ دن بھر اس کی خدمتیں بجا لانا اور رات بھر اس کے لئے جاگ جاگ کر کاٹنا اس کا ایک محبوب مشغلہ ہے۔ شہزادی شروع شروع میں تو رباح کی خدمت گذاری اور اطاعت کو اپنا حق سمجھتی رہی لیکن غور و فکر کے بعد اسے احساس ہوا کہ [redacted] تو محض ایک لونڈی ہے۔ بھلا ایک لونڈی کا کسی پر کیا حق ہو سکتا ہے

بلکہ اسی پر اپنے آقا کے حقوق ہیں یا پھر آقا کی طرف سے کچھ حقوق اس غلام کو ملے ہوئے ہیں جو اس کا شوہر ہے۔ جب وہ اس معاملے میں خوب غور کرتی ہے تو رباح سے پہلو بچاتی ہے اور اس سے کتراتی ہے۔ مگر بار بار غور کرنے سے اور رباح کے احسانات یاد کرنے سے اُس کے دل میں رباح کی محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف کھنچنے لگتی ہے۔ مگر اُسے بار بار اپنی غلامی اور بے بسی کا اور رباح کی فوقیت و حریت کا خیال آتا۔ وہ دل ہی دل میں سوچتی کہ معاملہ کہاں سے کہاں پہونچ گیا۔ میں اپنے قصر شاہی میں آزاد و خود مختار تھی اور آج دوسروں کی دست نگر ہوں رباح کل غلامی کے پنجہ میں گرفتار تھا اور آج بھی گو آزاد ہے مگر خود مختار نہیں۔ پھر رباح سے بچنا چاہتی مگر اس کے عظیم احسانات اس کی بے مثال ہمدردی، اس کا حُسن تدبیر سے صاف بچا کر نکال لانا، اور اُس پر آنچ نہ آنے دینا یہ سارے خیالات یکے بعد دیگرے اُس کے ذہن میں آتے ہیں۔ رباح کی سفارش کرتے ہیں، اور چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ اب رباح کے سوا تیرا کون ہے۔ کون تجھ سے محبت اور دل سوزی سے پیش آنے والا ہے، اور کون تیری ہمدردی کرنے والا ہے۔ آخر کار شہزادی کو مجبوراً ہتھیار ڈالنے پڑتے ہیں اور وہ راضی

Marfat.com

یہ قصنا ہو جاتی ہے ؎

جُدا ہوں ملک سے ہم اور نہ ہوں رقیب جُدا
ہے اپنا اپنا مقدّر جُدا نصیب جُدا

قسمت کا کوئی ساتھی نہیں، نہ معلوم مقدر کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھلائے اور آئندہ کیا کیا گُل کِھلیں۔ رفتہ رفتہ رباح کی محبّت اس کے دل و دماغ پر چھا جاتی ہے اور پھر محبّت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اُسے اس کا ایک منٹ کے لئے جُدا ہونا گوارا نہیں ہوتا۔ ذرا بھی وہ آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے تو وہ بے چین و بے قرار ہو جاتی ہے۔ اور رباح اس کی آنکھوں ہی آنکھوں میں پھرتا ہے اور وہ کھوئی کھوئی سی اور اُداس سی نظر آنے لگتی ہے۔

اِسی طرح دن بیتے، ہفتے گذرے، مگر رباح کے خلوص میں کمی نہ آئی۔ وہ بدستور خدمت گذاری اور اطاعت شعاری کے فرائض بجالاتا رہا، اب شہزادی انتہائی نازک اور بے قرار دَور سے گذر رہی ہے۔ وہ مجبور ہے کہ رباح سے زیادہ اس کے دل میں رباح کی محبت ہو، بلکہ اس کی تو یہ خواہش ہے کہ اِس طویل عرصے میں ہم آپس میں جس قدر ایک دوسرے کے قریب آگئے ہیں، اب اور قریب آئیں۔ اس کی تو یہ تمنا تھی کہ یہ جو ہمارے آپس میں

Marfat.com

بیکار کی گہری گہری خلیجیں حائل ہوگئی ہیں کسی طرح انھیں پاٹ دیا جائے یہ جو تکلف کے پردے پڑ گئے ہیں اُنھیں پھاڑ دیا جائے، اور یہ جو اجنبیت کی دیوار کھڑی ہے کسی نہ کسی طرح اسے گرا دیا جائے اور اس کی تو یہ دلی آرزو تھی کہ آپس میں قریب سے قریب تر ہو جائیں، بلکہ قرب کی بھی سرحد پار کر جائیں۔ طالب و مطلوب کی طرح رہیں۔ ہم گہرے رفیقوں کی طرح آپس میں بولیں چالیں۔ لیکن افسوس یہ گہری خلیج کون پاٹے۔ یہ دبیز پردہ کون پھاڑے، اور یہ اُونچی دیوار کون ڈھائے۔ شہزادی رباح سے ہر طرح خوش ہے۔ اُسے دیکھ کر اُس کے لبوں پر مسکراہٹ آتی ہے، مگر بیچاری کو شرم مسکرانے بھی نہیں دیتی۔ دل ہی دل میں مسکراتی رہتی ہے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے جب رباح آتا جاتا یا بات کرتا ہے تو وہ اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہتی ہے۔ یہ غضب کی نگاہیں رباح کے دل و دماغ میں اُتر جاتی ہیں اور دونوں کو مسرت و انبساط سے بھر دیتی ہیں۔ رباح مسرت کے مارے پھولا نہیں سماتا۔ مگر اس حد سے آگے نہ بڑھتا۔ رباح کے دل میں آج تک کبھی یہ آرزو پیدا ہی نہیں ہوئی کہ وہ حال میں یا مستقبل میں کبھی شہزادی کے ساتھ ایک شوہر کی حیثیت سے رہے گا۔ اُسے اس بات کا وہم و گمان

بھی نہ تھا کہ خلیجوں کا پٹ جانا پردوں کا پھٹ جانا اور دیوار کا گر جانا ممکن ہے۔ یا وہ اسے کبھی لالچ بھری نگاہوں سے دیکھ بھی سکتا ہے۔ اُس کے گمان میں حمامہ تو تختِ شاہی پر رونق افروز ایک شہزادی ہے جس تک نگاہیں تو اُٹھ سکتی ہیں مگر اس کے حریم ناز میں کسی اور چیز کا گذر نہیں۔ جب اُس کے حریم ناز تک دلی خواہش کی بھی رسائی نہیں تو قدموں کی کس طرح رسائی ہو سکتی ہے۔ ان دونوں کا تعلق ایک عجیب وغریب نوعیت کا بن گیا، اور ان کا باہمی رشتہ سرحد محبت پار کر کے ادب و احترام کی مملکت میں داخل ہو گیا دنیا کی نگاہ میں دونوں میاں بیوی تھے۔ آئین کی رُو سے دونوں میاں بیوی تھے اور رہنا سہنا بھی میاں بیوی کا سا تھا، لیکن رباح اپنی شاہزادی کو بیوی سے بڑھ کر سمجھتا تھا۔ اگر طالب اپنے مطلوب کے دل سے پوچھے تو اس کا دل تو یہی کہتا ہے کہ باہمی رشتے کی حد سے آگے نہ بڑھا جائے۔ حمامہ کو بیوی بننے سے زیادہ کسی چیز کی آرزو نہ تھی لیکن افسوس بیوی بن کر رہنا اس کے اختیار میں تھوڑا ہی تھا۔ وہ رباح کے رحم وکرم پر تھی، اگر رباح چاہے تو اُسے اپنی بیوی بنالے نہ چاہے تو کسی پر دور و زبردستی نہیں رفتہ رفتہ اس صورت حال نے ایک نئی کروٹ لی۔ حمامہ تو رباح

Marfat.com

کی دل و جان سے عاشقِ زار تھی، اور رباح اپنے آپ کو اس قابل ہی نہیں سمجھتا تھا بلکہ حقیر سمجھتا تھا، اُدھر سے تو صدا لگے حُبُّتُ لَكَ اور ادھر دامن بچا کر بھاگنے پر آمادگی تو ادھر سے حد کے اندر رہنے کا مطالبہ اور اِدھر سے سرے سے حد میں آنے ہی سے انکار۔ کبھی کبھی تو رباح کے اس جمود پر اُسے حیرت ہوتی لیکن افسوس زبان ہی نہیں۔ کہے تو کیونکر کہے۔ رباح کے اس غیر فطری رویہ سے حمامہ بدظن ہونے لگی اور اُسے مغرور و خود پسند سمجھنے لگی محبت اور ہزار بدگمانی۔ رباح کے دل میں وہی احترام و اکرام کے جذبات موج زن تھے۔ لیکن ان کا یہ موقع اور محل نہ تھا۔ ضرورت حمامہ کے دل تھامنے اور آرزو بھانپنے کی تھی۔ اگر رباح خدمت گزار اور اطاعت شعار بن کر نہ رہتا اور حمامہ اس کے احسانات کی قائل نہ ہوتی تو اُن کے تعلقات میں اس مقام پر آکر یقیناً کشیدگی ہو جاتی۔ جب محبت پورے عروج و شباب پر ہوتی ہے تو اُس میں جتنی جلدی بگاڑ پیدا ہوتا ہے کسی اور چیز میں نہیں ہوتا۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ تکمیلِ مقصد میں خواہ مخواہ دشواریاں حائل ہو جائیں، اور بلا وجہ کی رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں۔ دیکھتے دیکھتے حمامہ کا دل اُکتانے لگا، وہ ملول و کبیدہ خاطر رہنے لگی، اُس کے

Marfat.com

لبوں کی مسکراہٹ جاتی رہی اور وہ خاموش اور چپ چاپ رہنے لگی۔ اُس کے مزاج میں چڑچڑاپن آ گیا، بات بات پر بگڑ جاتی۔ ذرا ذرا سی بات میں طیش میں آجاتی اور بد اخلاقی سے پیش آتی۔ جس کا خود اسے بھی احساس تھا۔ جب رباح نے اِس بدلے بدلے ماحول کو دیکھا اور اُسے اُس کی کشیدگی، اُس کی اکتاہٹ اور چڑچڑاپن محسوس ہوا تو وہ یہ سمجھا کہ شاید کچھ خاطر تواضع میں یا ادب واحترام میں کمی ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے حمامہ چپ چپ اور بھری ہوئی رہتی ہے۔ اُس نے لطف وکرم اور محبت و پیار میں اور اضافہ کر دیا۔ اور اب خاص اہتمام سے اِس بات کا خیال رکھنے لگا کہ حمامہ کے دل پر میل نہ آنے پائے اور خوش رہے۔ مگر ؂

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حمامہ کے دل پر اور بار رہنے لگا۔ وہ اور دل ہی دل میں گھٹنے لگی۔ جب پانی سر سے اُترنے لگا اور رباح کی حالت میں سر مو فرق نہ آیا تو مرتا کیا نہ کرتا حمامہ تنگ آ کر کہنے لگی:

حمامہ: "آپ کا لطف وکرم دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے، غالباً

اس سے آپ کا مقصد میرے ساتھ حسن سلوک ہے۔ مگر افسوس
آپ نے خیال نہیں کیا کہ آپ کا یہ حُسنِ سلوک میرے ساتھ بدسلوکی
ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے اُن تمام باتوں کے علاوہ کسی او
چیز کی بھی ضرورت ہے۔ افسوس آپ کو میری اس ضرورت کا
احساس نہیں۔

رباح: (انتہائی مسکینی اور عاجزی سے) کسی چیز کی ضرورت! بتاؤ
سہی، آخر کس چیز کی ضرورت ہے، مَیں تمہاری آدھی آواز پر لے
پورا کرنے کو تیار ہوں۔"

حمامہ: (دل خراش اور طنزیہ لہجے میں) "آپ جانتے ہیں کہ آپ تو آ
ہیں اور میں:.....

رباح: (بیچ میں دخل دے کر) نہیں نہیں، میں بھی نیا نیا آزاد ہوا
ہوں۔ آج سے دو سال پہلے میں بھی غلام ہی تھا۔"

حمامہ: دو سال پہلے غلام تھے خیر، اب تو آپ آزاد ہیں، ہیں
غلام تو نہیں؟ اب تو گردن میں غلامی کا پٹہ نہیں؟ اچھا دیکھیے آپ اس
لحاظ سے آپ مجھ سے اونچے رتبے والے ہیں اور مجھ پر آپ کو
فوقیت حاصل ہے۔ بہر حال اس وقت آپ مجھ سے اچھی اور بہتر حالت
میں ہیں۔ پھر یہ عاجزی، یہ انکساری، یہ احساس کمتری اور یہ مسکینی کیسی

جس کا آپ ایک عرصے سے اظہار فرماتے چلے آ رہے ہیں، حالانکہ آپ اس بات کا حق رکھتے ہیں، غرور و کبر کا نہیں بلکہ موجودہ حالت پر غور کرنے کا یا آئندہ حالت پر غور کرنے کا اب تو آپ حال و مستقبل کو مدّنظر رکھیں۔ ماضی کے رنگین خواب گذر چکے، انھیں یاد دلا کر خدا کے واسطے میرا غم تازہ نہ کریں، وہ زمانہ لد گیا، آہ وہ سنہرے دن گذرے ہوئے زمانہ کی طرح گذر گئے۔ اب تو وہ رنگین زمانہ خواب و خیال میں بھی نہیں، ساری سبھا لٹ گئی میں دکھیاری غم سہنے کے لئے رہ گئی۔ خیر اس قصے کو چھیڑ کر میرا دل نہ دکھائیں۔ اب تو میری حیثیت ایک لونڈی کی سی ہے۔ افسوس مجھے آزادی بھی نصیب نہیں، آپ خیر سے آزاد ہیں۔ اس فرقِ مراتب کے باوجود آپ نے مجھے اپنی رفیقۂ حیات چُنا ہے۔"

رباح: "میں نے تمھیں اس لئے رفیقۂ حیات چنا تھا کہ کوئی بداندیش تمہارے دشمنوں کو تکلیف نہ پہونچا سکے اور تم آنے والی بھیانک آفت سے محفوظ رہ سکو۔"

حمامہ: "ٹھیک ہے، اس احسان کا ہزار ہزار شکریہ، وہ احسان آپ کر چکے، اب چونکہ میں آپ کی .... بیوی ہوں ..... ہمارے ..... تعلقات ...."

Marfat.com

یہ سُن کر رباح کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ٹپ ٹپ زمین پر گرنے لگے۔ نہ معلوم یہ آنسو مسرت کے تھے یا غم و رنج کے، اور حمامہ کا چہرہ ارغوانی ہو گیا نہ معلوم شرم و حیا سے یا مسرت و کامرانی سے، کیونکہ آج ان گہری خلیجوں سے پار ہو چکی ہے جو اُس کے اور اُس کے شوہر کے درمیان حائل تھی۔ آج اُس نے پردہ چاک کر دیا ہے جو طالب و مطلوب کے رشتے میں حائل تھیں۔ اور اُس نے وہ دیوار ڈھا دی ہے جو عاشق و معشوق کے درمیان کھڑی تھی۔ ؎

شکر لے آئے التجا کر کے
کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

ایک دن خلف اپنی سرات والی زرعی اراضی دیکھنے کے لئے آتا ہے، کچھ دنوں یہاں قیام کر کے یہاں کے حالات کا جائزہ لیتا ہے۔ یہاں کے حالات و واقعات معلوم کرتا ہے اور رباح سے انتظام کے بارے میں بات چیت کرتا ہے۔ سب کام اپنی مرضی کے مطابق دیکھکر مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور تمام حالات ٹھیک پاکر رباح کی تعریف کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ زمین کا بہترین انتظام ہے

Marfat.com

مال کی کثرت ہے، غلہ کی فراوانی ہے۔ رباح کی دیانت وامانت میں بال برابر شک کی گنجائش نہیں۔ ان تمام باتوں سے خلف اس قدر خوش ہوتا ہے کہ دل ہی دل میں سوچتا ہے کہ کام قابلِ انعام ہے۔ رباح کے ساتھ احسان کیا جائے اور اُسے انعام دیا جائے چنانچہ رباح کو انعام میں کچھ اونٹ کچھ بکریاں اور کچھ زمین کی پیداوار بخشتا ہے۔ رباح انعام لے کر مالک کا خوب خوب شکر ادا کرتا ہے۔ اور تعریفیں کر کے اپنے مالک کو خوش کر دیتا ہے۔ رباح یہ انعام لے کر خوشی خوشی جانے والا ہی تھا کہ خلف اُسے ٹھہرا لیتا ہے۔ انتہائی شیریں انداز میں رباح سے مذاق کرتا ہے اور دل لگی کے طور پر اُس سے پوچھتا ہے۔

خلف:۔ "رباح! بتاؤ تو سہی، تم دونوں میں بانجھ کون ہے۔ میں نے ایک عرصہ ہوا تمہارے حوالے حمامہ کی تھی۔ لیکن تمہاری اولاد ہی نظر نہیں آتی۔"

رباح خلف کی یہ بات سُن کر طیش میں آ گیا۔ شرم نے اس کی زبان پر گرہ لگا دی، اُس نے سر جھکا لیا اور آنکھیں نیچی کر لیں۔ لیکن خلف بار بار ہنس ہنس کر اُس سے یہی پوچھتا رہا۔

خلف:۔ "سنتے نہیں رباح، تم دونوں میں کون بانجھ ہے؟"

Marfat.com

اب رباح کو جواب دینے کی کچھ جرأت و ہمت ہوئی اور کچھ خودداری کا بھی پاس تھا۔

رباح: (بے باک و نڈر ہو کر) آخر آپ کو اس سے کیا، خواہ ہم بانجھ ہوں یا اولاد والے۔" (رباح کا یہ کورا جواب سن کر خلف کو ذرا ملال ہوا اور بات کا پہلو بدل کر کہنے لگا)

خلف: "رباح! ذرا قوتِ برداشت سے کام لو، اگر تم آزاد ہو تو کیا ہے، تمہاری حمامہ تو میری ہی لونڈی ہے، مجھے اس کی فکر نہ ہوگی تو کس کو ہوگی۔"

رباح: (طیش میں آکر) اچھا.... اسی لئے آپ نے اسے میرے حوالے کیا تھا تاکہ آپ بھیڑ بکریوں کی طرح اس سے بچے پیدا کرائیں؟"

خلف: "رباح! تم تو غصے ہو گئے، میں تمہیں اذیت دینا نہیں چاہتا تھا میں تو دوستانہ طریقہ سے تمہارا حال معلوم کر رہا تھا۔"

رباح: "اگر یہی بات ہے جس کا تم نے اظہار کیا ہے تو شوق سے جو چاہو پوچھو۔" (رباح کو کچھ خیال آتا ہے، اپنا سر پیٹ لیتا ہے اور درد انگیز لہجے میں کہتا ہے:- "ہائے ہائے، یہ بات تو مجھے یاد ہی نہ رہی کہ وہ لونڈی ہے اور اس کا بچہ بھی اسی کی طرح غلام ہی رہیگا۔"

خلف: (تعجب سے) رباح! کیا تمہارا بیٹا بھی ہے؟"

رباح :" ہاں ہاں ، ہمارا بیٹا بھی ہے ، اگر میں اپنے دل کا کہنا مانتا اور حمامہ بھی راضی ہوتی تو میں اُسے کبھی کا زندہ درگور کر چکا ہوتا ، جیسے تم لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے ہو۔ یہ بات مجھے انتہائی ناپسند ہے کہ انسان سے بھیڑ بکریوں کی طرح نسل کشی کرائی جائے اور اُس سے بچے حاصل کئے جائیں۔"

خلف : (آزردہ اور غمگین ہو کر) رباح ! افسوس تم بیکار مجھے دُکھ پہنچا رہے ہو ، اور خود اپنے دل کو بھی دُکھا رہے ہو۔ خدا کی قسم میں نے تم سے نہ تو نسل کشی کا ارادہ کیا اور نہ بھیڑ بکریوں کی طرح بچے پیدا کرانے کا۔ تمہیں یاد ہوگا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اس حمامہ کو دیگر چرواہوں کے ساتھ رکھو ، اور اس سے جانور چرانے کا کام لو۔ مگر تم نے یہ خواہش کی کہ حمامہ تمہاری بیوی بنا دی جائے جس سے اس کی انتہائی ذلت ہوگی جو میرا عین منشا ہے۔ اب کیوں نیلے پیلے ہوتے ہو اور کیوں طیش میں آتے ہو۔"

خلف کی یہ باتیں سن کر رباح دم بخود رہ گیا۔ اُسے ایک ایک کر کے ساری پچھلی باتیں یاد آنے لگیں ، پہلے یہ بات ذہن میں آئی کہ شہزادی کو ذلیل کرنے کی اسکیم بنائی جا رہی تھی - میں اپنی.

Marfat.com

حسنِ تدبیر سے اس پہ آنچ نہیں آنے دیتا۔ پھر اُسے یاد آیا کہ اس موقع کے علاوہ کبھی اُس نے اپنے مالک سے دھوکہ نہیں کیا۔ لیکن اُس وقت دھوکہ کرنا ایک انسانی ہمدردی کا تقاضا تھا، اور اس دھوکے سے مالک کا کوئی حرج بھی نہ تھا۔ جب یہ تمام باتیں اس کے دماغ میں گھومنے لگیں، تو اُس نے تہیّہ کر لیا کہ اس جھوٹ کو مالک پہ ظاہر نہیں ہونے دیا جائیگا اور مقدور بھر چھپایا جائے گا۔ ورنہ اس پر یا اس کی حمامہ پہ آنچ آنے کا اندیشہ ہے۔ یہ سوچ کر وہ کہتا ہے۔

رباح: (کھسیانی ہنسی ہنس کر) "اب آپ اور کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ کیا بتاؤں؟ اس کی محبت نے میرے دل کو فتح کر لیا، وہ نہ صرف میرے گھر کی بلکہ میرے دل کی بھی مالکہ ہے۔"

خلف: "اچھا آپ کی وہ محبوبہ ہے، آپ کی آرامِ جان ہے، اور آپ کی چہیتی ہے۔ کہہ تو یہ رہے تھے کہ اسے ذلیل کرونگا۔ مگر اسے آنکھوں میں جگہ دے کر رکھا گیا ہے۔ ہونہہ، یہی بات ہے نا؟"

رباح:۔ "ذرا غور کیجئے، حمامہ ایک شہزادی تھی، بدقسمتی سے تمہارے پلّے پڑ گئی، پھر لونڈی بنالی گئی، پھر ایک غلام سے

بیاہ دی گئی، جسے اُس کی خدمت کا لالچ نہ تھا، پہلے تو اُس نے اِس ذلّت کو مجبوراً برداشت کیا۔ پھر وہ اِس رشتے سے خوش بھی ہوئی اور پھر اس رشتے کو اپنی خوش نصیبی سمجھنے لگی۔ آپ ہی انصاف سے فرمائیے، ایسی مصیبت زدہ اور شریف الطبع دوشیزہ پر اور کیا مظالم ڈھاؤں:-

کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری
لب پہ رہ جاتی ہے آ آ کے شکایت تیری
اب ترا اے دلِ بیتاب خدا حافظ ہے
کر چلے ہم تو محبت میں حفاظت تیری

خلف: (مایوس ہو کر) "اچھا یہ بات ہے، غلامی نے تم دونوں کے درمیان فرقِ مراتب کو ختم کر دیا۔"

رباح: (ہنس کر) "کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ غلامی فرقِ مراتب دُور کر کے سب انسانوں کو ایک صف میں لا کھڑا کر دیتی ہے، اور آزادی انسانوں میں فرقِ مراتب کی گہری گہری خلیجیں حائل کر دیتی ہے۔ کوئی امیر کہلاتا ہے کوئی فقیر کوئی قادر ہے تو کوئی عاجز، کوئی طاقتور ہے تو کوئی کمزور اور کوئی آقا ہے تو کوئی غلام۔
خدا جانے یہ اندھیری رات کب جائے گی اور وہ دل لبھانے والی

Marfat.com

سہانی صبح کب آئے گی؟"

خلف: (تعجب سے) "رباح! تمہارا دماغ تو نہیں پھر گیا، یہ کیا کہہ رہے ہو، کونسی رات اور کونسی صبح؟"

رباح: "اندھیری رات ہمارا زمانہ ہے، جہاں غلامی مساوات قائم کرتی ہے اور آزادی تفریق پیدا کرتی ہے، اور سہانی صبح وہ منتظر عہدِ مبارک ہے جو تمام انسانوں میں خواہ وہ غلام ہوں یا آزاد عورتیں ہوں یا مرد مساوات پیدا کر دے گی، اور بجز نیک عمل کے تفریق پیدا کرنے والے تمام اسباب ملیامیٹ کر دیئے جائیں گے سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوں گے۔ سب کے یکساں حقوق ہوں گے بس ان میں اعمال ہی سے امتیاز ہوگا۔ دولت و ثروت سے نہیں۔"

خلف: (ٹھٹھا مار کر) "رباح! آج تو تم کاہنوں کی سی باتیں کر رہے ہو، یہ اندھیری رات اور سہانی صبح کا ذکر اپنے پاس ہی رہنے دو، اپنے بیٹے کا حال بیان کرو، اس کا کیا نام ہے کیسی شکل و صورت ہے؟"

رباح: (سنجیدگی سے) "آپ میری اندھیری رات کا مذاق اڑا رہے ہیں، وہ زمانہ بہت ہی قریب ہے جب یہ اندھیری رات ختم ہو کر رہے گی، توقع ہے کہ اُسے ہم بھی دیکھ لیں گے، اور وہ صبحِ اُمید ضرور طلوع ہو کے رہے گی۔ ممکن ہے ہم اپنی آنکھوں سے اس کا

Marfat.com

نور دیکھکر مسرور ہوں۔ لیکن اگر بدقسمتی سے ہم اسے نہ دیکھ سکے تو آپ کا بیٹا اُمیّہ اور میرا بیٹا بلال تو ضرور ہی دیکھ لے گا۔"

یہ سُن کر خلف نے سر ہلایا اور شانے اُٹھالئے اور کہنے لگا:

خلف: "رباح! خاموش ہو جاؤ، مجھ سے یہ فضول باتیں نہ کرو، کسی اور سے کرنا مجھے اِن باتوں کے سُننے کی ضرورت نہیں۔ مَیں تمہارے بیٹے بلال کی وجہ سے تمہاری تنخواہ بڑھائے دیتا ہوں، اگر میں ایک بڑی قسم نہ کھا چکا ہوتا تو میں تمہاری بیوی کو اور تمہاری طرح تمہارے بیٹے کو بھی آزاد کر دیتا۔ لیکن تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ یہ ہم سے لڑنے کے لئے، ہمیں ذلیل کرنے کے لئے! اور ہماری حُرمتوں کے پردے چاک کرنے کے لئے آئی تھی، لہٰذا اب تم اپنی بیوی کے ساتھ خوش و خرم رہو سہو، جب تک مَیں زندہ ہوں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ میں تمہارے ساتھ اس سے زیادہ کچھ اور نہیں کر سکتا۔"

رباح: (طنزیہ لہجے میں) "خوب، خوب! یہ تم سے جنگ کرنے آئی تھی! اِس بے چاری کو جنگ سے کیا تعلق، ایک سیدھی سادی اور بھولی بھالی بچّی جسے اپنا بھی ہوش نہیں وہ بھلا کیا جنگ کریگی؟ دنیا بڑی ظالم ہے، کرے کون اور بھرے کون!"

Marfat.com

خلف :۔ ایسا فلسفی میں نے کبھی نہیں دیکھا، اچھا جا کر اپنا کام دیکھو اور آنے والی زندگی کو قابلِ رشک و پُربہار بناؤ، خبردار اپنے فلسفے کی لوگوں کو خبر نہ کرنا، ورنہ تمہیں نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔"

رباح اور حمامہ کافی عرصے تک خوش و خرم رہتے سہتے رہے اور اپنی عمروں کی بہاریں دیکھتے رہے، دونوں تقدیر پر راضی اور تھوڑے پر قانع رہے۔ اب اُن کی پوری ہمدردیوں کے حقدار اُن کے دونوں بیٹے تھے۔ ایک تو بلالؓ جو آگے چل کر اللہ کے رسول کا مؤذن بننے والا ہے، اور دوسرا بلالؓ کا بھائی جس کا نام تو تاریخ نے بھلا دیا۔ البتہ اُس کا کچھ دھندلا سا خاکہ ضرور کھینچا ہے۔ ان کے دونوں بچوں کی درمیانی تربیت ہو رہی تھی، جیسا کہ ان کے ہم جنس نیچے کے طبقے والے آزادی اور غلامی کی درمیانی زندگی گذارتے ہوئے اپنے بچوں کو تربیت دیا کرتے تھے۔ پھر حمامہ اور رباح دونوں دار فانی سے چل بسے، اور دونوں بچوں کو خلف کی زمین میں کام کرتا چھوڑ گئے۔ یہ دونوں بچے بنی جمح کی خدمت پر مامور تھے۔ ان دونوں کے بعد خلف

تی دنوں تک زندہ رہا پھر وہ بھی چل بسا۔ وہ اپنے پیچھے
ب کڑیل نوجوان بیٹے (امیّہ) کو چھوڑ گیا۔ امیّہ اپنے بھائیوں کے
اتھ خلف کا وارث بنا۔ ربّاح و حمّامہ نے، اور نہ خلف نے تاریک
ات کی سہانی صبح دیکھی۔ البتہ بلال کو یہ سعادت نصیب ہوئی،
ور اُس سہانی صبح کا نور اُن کے دل میں سما گیا، امیّہ کو بھی
س صبح سعادت کے درشن ہوئے، لیکن تیرہ چشم تھا، چندھیا
یا اور اُس کے دل پر گھٹا ٹوپ تاریکی چھا گئی۔ بلال کے
نصیبے میں رسول اللہ صلعم کا تقرب آپ کی شفقت اور آپ
کی خدمت کا شرف تھا، جس کو اُنھوں نے دونوں ہاتھوں
سے خوب لوٹا اور اللہ کے محبوب اور خاص صحابہ میں شمار
ہوئے اور اُمیّہ کی قسمت میں دھکّے تھے۔ یہ اللہ کے رسول
کا یکّا دشمن ثابت ہوا آخر کار جنگ بدر میں مارا گیا۔ پھر
نبی صلعم کی عداوت اُمیّہ سے اُس کے بھائی اُبی کو ورثے
میں ملی، جس نے جنگ اُحد کے موقع پر آپ کو قتل کرنا چاہا
تھا۔ لیکن آپ نے اُس کے ناپاک جسم پر نیزے سے ایک
معمولی سی خراش پیدا کر دی تھی جس سے اس کے لئے موت کا
دروازہ کھل گیا اور ذلیل چیخ چیخ کر مر گیا۔

Marfat.com

ایک روز اُمیّہ ابوجہل کے مظالم دیکھنے آتا ہے جو آل یاسر پر توڑے جا رہے تھے، وہ دُور سے ابوجہل کے عذابوں کی نوعیت دیکھتا ہے اور بڑی توجّہ کے ساتھ اُن کا معائنہ کرتا ہے۔ پھر قریب آکر خوب دیکھتا بھالتا ہے پھر سر ہلا کر ابوجہل سے کہتا ہے ؛

اُمیّہ: ابوالحکم! کل صبح صبح آپ بھی بنی جمح کے محلے میں تشریف لانا اور ملاحظہ کرنا کہ ہم اپنے بے کسوں، کمزوروں اور بے بسوں کو کیسی کیسی سزائیں دیتے ہیں۔ اور ان کے سرغنہ بلال کو کیا مزا چکھاتے ہیں!

اِس ننھّی سی جان پر یہ ظلم و ستم!

اُمّ انمار، (ایک ننھی سی جان پر مظالم دیکھکر) "تم اس بچہ پر انتہائی ظلم و ستم توڑ رہے ہو، تم نے تو ان روح فرسا مظالم کا ریکارڈ توڑ دیا بڑے سنگدل، بے رحم، ناخدا ترس اور پتھر دل لوگ ہو، میں نے کبھی ایسے درندہ نما انسان نہیں دیکھے"۔

یہ کہہ کر اُم انمار ان عامری گنواروں میں جا گھستی ہے۔ کسی کے سینے میں مُکّہ مار کر پیچھے ہٹا دیتی ہے، اور کسی کا کپڑا پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ وہ اِن درندوں کو اِس ننھّی سی جان سے ہٹا دیتی ہے جو اُس پر پل پڑے ہیں۔ تھپّڑ چانٹے، لاتیں، مُکّے اور طرح طرح سے مار پیٹ رہے ہیں، اور خوفناک جھڑکیاں بھی دے رہے ہیں۔ عامریوں کا یہ چھوٹا سا گروہ مکّہ میں نجد سے آیا تھا اور اپنے ساتھ عراق کا غلہ تجارت

Marfat.com

کی غرض سے اُونٹوں پر لاد لایا تھا۔ جب یہ لوگ اپنا تجارتی سامان فروخت کر چکے، اور مال لانے والے اُونٹوں کے بھی بنا چکے تو اس بچے کو بھی فروخت کرنا چاہا۔ اِدھر اُدھر تجارتی منڈیوں میں بھی لے گئے، مگر اسے کسی نے بھی نہیں پوچھا۔ دیکھ کر وہ دل ہی دل میں کُڑھنے لگے اور بیچارے معصوم بچے پر برس پڑے۔ مار پیٹ۔ دھول دھپّا، گالی گلوج، ڈانٹ ڈپٹ اور دِل ہلا دینے والی جھڑکیوں سے اُسے نیم مردہ بنا دیا۔ جب اُنھوں نے اِس بچّہ کو واپس لے جانے کا قصد کیا تاکہ راستے میں کسی آتے جاتے عربی قبیلے ہی سے سودا کر لیا جائے، شاید خوش قسمتی سے کوئی خریدار پیدا ہو جائے، تو بچّے نے جانے سے انکار کر دیا، کیونکہ وہ اِن بھیڑیوں کے ظلم و ستم دیکھ چکا تھا۔ یہ کمبخت اُسے آٹھ آٹھ آنسو رُلا چکے تھے۔ جب بچّہ کسی قیمت پر بھی جانے کے لئے تیار نہ ہوا تو یہ درندے اُس پر ٹوٹ پڑے، اور اُسے خوب ہی زدو کوب کیا اور دل کی بھڑاس نکالی۔ ابھی مار پیٹ ہی رہے تھے، کہ ادھر سے اُم انمار گذرتی ہے، جب اُم انمار یہ جگر دوز اور سینہ سوز انتہائی گھناؤنا سلوک دیکھتی ہے، تو اُسے اِس ننھی سی جان پر ترس آ جاتا ہے۔ اُس کا دل پسیج جاتا ہے بہ نکھول

میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں، اور بے سوچے سمجھے اِن گنواروں میں گھس کر کسی کو دھکّا دے کر پیچھے ہٹاتی ہے اور کسی کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور یہ کہتی جاتی ہے کہ کم بختو، دکھیارو، ناس پیٹو! ہٹتے کیوں نہیں۔ تم انسان ہو یا جانور، تمہارے دِل پتھر ہیں یا لوہا۔ ارے تمہیں اِس غریب پر ترس نہیں آتا۔ اِسے آٹھ آٹھ آنسو رُلا رکھا ہے، اور اس غریب کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ آخر زبردستی ان سے بچہ چھڑا لیتی ہے۔

ایک عامری: تجھے اِس سے کیا واسطہ؟ آئی بڑی چھڑانے والی! اگر تو حرم میں نہ ہوتی تو تجھے مزا چکھا دیتے۔" (یہ سُن کر اُم عمار کو غصّہ تو آیا مگر خاموش ہو گئی۔ اور بناوٹی ہنسی ہنسنے لگی۔

اُم انمار:- "میں حرم میں ہوں تم میرا کیا بگاڑ سکو گے، کم بختو! تمہیں اپنے اِن چوڑے چکلے جسموں پر، اس ہاتھیوں کے سے ڈیل ڈول پر، اِن لمبی لمبی کھچڑی ڈاڑھیوں پر اور اِن دراز زلفوں پر شرم نہیں آتی۔ تم اِس کمزور اور نحیف و لاغر بچّے کو کیوں ستا رہے ہو، کیوں اِس پر ظلم ڈھا رہے ہو، اور کیوں غریب کا دِل دُکھا رہے ہو؟

ایک عامری: "اگر اس کے کھلانے پلانے کا فکر اور اس کا، اور

Marfat.com

خرچہ جو ہم پر ہے، تجھ پر ہوتا تو یوں نہ کُڑھتی جیسے اب کُڑھ رہی ہے۔ اور یوں لوٹ پوٹ نہ ہوتی جیسے اب ہو رہی ہے۔ یہ قطعی ناکارہ ہے، کام کا نہ کاج کا ڈھائی سیر اناج کا، پھر طرّہ یہ کہ کم بخت ہماری بات بھی تو نہیں مانتا، ہمارے ساتھ چلنے پر راضی نہیں ہوتا، جیسے مکّہ اسی کا وطن ہے، اور یہیں پلا بڑھا ہے۔ حالانکہ یہاں کا کوئی باشندہ اسے نہیں چاہتا۔"

اُمّ انمار: "ہونہہ، کیا یہاں کا کوئی باشندہ اِسے نہیں چاہتا؟ میں ہی چاہتی ہوں، مجھے یہ بڑا اچھا لگتا ہے!"

عامری: "تو اسے خرید لے اور لے جا، خدا کرے تجھے برکت نہ ہو، اِس بدنصیب غلام میں!"

آخرکار ام انمار عامریوں سے سودا کرنے لگتی ہے، اور بڑی ردو قدح کے بعد یہ غلام بہت سستے پیسوں میں اُس کے ہاتھ لگ جاتا ہے۔ عامری پیسے وصول کر کے اِس بوجھ سے بھی ہلکے ہو گئے اور چلتے بنے۔ اِم انمار اِس دُبلے پتلے اور کمزور غلام کا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے گھر لے آئی جو بنی زہرہ کے محلہ میں تھا۔ اس بیچارے کا بھوک سے بُرا حال تھا۔ سفر کی تکان سے چور چور تھا اور عامریوں کے ظلم کا تختۂ مشق بننے سے خوف زدہ اور سہما سہما

تھا۔ بنی زہرہ کا جو آدمی (مرد یا عورت) اُسے دیکھتا ہنس کر یہی کہتا "اری اُم انمار! کس مرگھٹ سے یہ مُردہ گھسیٹ لائی!
اُمِّ انمار: "(تم کیوں دبلے ہوئے تمہیں اس سے کیا، میرا خریدا ہوا غلام ہے، میں نے اس پر اپنے خون پسینے کی کمائی خرچ کی ہے میں اسے اپنے گھر رکھوں گی اس کا ڈر جاتا رہے گا۔ اِسے کھلاؤں گی پلاؤں گی، یہ میرے بچّے کا دوست ہوگا، اس کے ساتھ کھیلے کودے گا اور میری خدمت بھی کرے گا۔"
گھر لے جاکر ام انمار اس غلام کو خوب نہلاتی دُھلاتی ہے، صاف سُتھرے کپڑے پہناتی ہے۔ محبت سے کھلاتی پلاتی ہے، اور شوق سے پہناتی اُڑھاتی ہے۔ اِس سلوک سے بچّہ کا چہرہ خوشی کے مارے چمک اُٹھتا ہے۔ اس کا کُملایا ہوا چہرہ کِھل جاتا ہے، چونکہ یہاں اسے امن و چین میسّر آیا تھا، آخروہ روز بروز موٹا تازہ اور تندرست و توانا ہوتا چلا گیا۔ پھر اُمّ انمار نے اپنے بیٹے عبدالعزیٰ کو بلا کر کہا، بیٹا یہ تمہارا بھائی ہے۔ ام انمار روزانہ بچوں کو گھر میں کھیلتا چھوڑ کر اپنے کام کے لئے نکل جاتی ہے، اور اپنے اوزار لئے مکّہ کے گھر گھر کا چکّر لگاتی ہے۔ ختنہ کرنے کے یہی اوزار اُس کی کمائی کا ذریعہ تھے۔ جس سے ▪ اپنا اور اپنے بیٹوں

Marfat.com

کا پیٹ پالتی تھی۔ اُمِّ انمار عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی۔ آج راستے میں جاتے جاتے جی ہی جی میں کہہ رہی ہے۔ "اُمِّ انمار خدا تیری مدد فرمائے۔ تیرے ذمّے اپنا اور اپنے ایک بیٹے کا خرچ تھا اب ایک بیٹے کا خرچہ اور بڑھے گا۔" پھر خود ہی جواب دیتی ہے: "دیکھ اُمِّ انمار گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ جب ذرا بھی یہ بچّہ ہوشیار ہو گا تجھے فائدہ پہونچائے گا۔ خیر سے اتنا کما کر لائے گا کہ اپنے خرچہ کا بھی کفیل ہو گا اور آڑے وقت تیرے بھی کام آئیگا۔"

اُمِّ انمار ایک خزاعی عورت تھی، اُس نے مکّہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، اور بنی زہرہ کے ایک حلیف سے شادی کر لی تھی۔ یہ خاتون قریشیوں کے گھروں میں جا کر عورتوں کے ختنے کر کے اپنا گزارہ کر لیا کرتی تھی، جوانی جا رہی تھی بڑھاپا آ رہا تھا۔ یہ بڑی خاموش عورت تھی، لیکن جب باتیں کرنے پر آتی تو سلسلۂ کلام ختم ہی نہ ہونے پر آتا۔ اس دن شام کو جب اپنے گھر پہونچتی ہے تو اپنے بیٹے اور غلام کو کھیل کود میں مصروف پاتی ہے۔ دونوں کھیلتے کھیلتے تھک جاتے ہیں۔ اُمِّ انمار انھیں محبت و پیار سے کھلاتی پلاتی ہے، پھر ہنس کر پیار سے غلام سے باتیں کرتی ہے:

اُمِّ انمار: بیٹا! تمہارا کیا نام ہے؟

Marfat.com

غلام: خبّاب۔

اُم انمار: "خبّاب تم کس کے بیٹے ہو؟"

"خباب بن الارت" بچہ را کا تلفظ صحیح ادا نہ کر سکا، جیسا کہ بچّوں کی عادت ہوتی ہے۔ گویا اُس نے خباب بن الارت یا خباب بن الایت کہا۔

اُم انمار: "خباب بن الارت؟ بیٹا تم کس قبیلے کے ہو؟"

غلام: "قبیلہ وبیلہ مجھے معلوم نہیں۔"

اُم انمار: "کیا تم عجمی ہو؟"

غلام: "عجمی وجمی مجھے معلوم نہیں۔"

اُم انمار: "بیٹا تمہاری ماں کا کیا نام ہے؟"

یہ سنتے ہی بچّہ زار زار رونے لگا، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں، اُس کے پھوٹ پھوٹ کر رونے سے اُم انمار کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئیں، اُس کا دِل پسیج گیا، اُس نے بچّے کو بہلانا پھسلانا شروع کر دیا، رومال سے اُس کے آنسو پونچھے، اُسے چمکارا۔ آخر بچّہ کی ڈھارس بندھی اور وہ خاموش ہو گیا۔ اُم انمار نے اسے بچھونے پر لٹا دیا اُسے تھپکتی رہی اور اُسے لوریاں دے دے کر سلانے لگی، پھر جب تک وہ سو نہ گیا اُس کے پاس سے نہ ہٹی اور حالات کی تحقیق

Marfat.com

کل یا پرسوں تک ملتوی کردی۔ آخر کل یا پرسوں بھی آگئی۔ اور ام انمار نے بڑے پیار سے بہلا پھسلا کر کئی دنوں میں اُس کے حالات معلوم کرلئے۔ بچّہ اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں کہتا ہے کہ عامریوں نے ان کے خاندان پر اچانک حملہ کردیا، مرد باہر گئے ہوئے تھے صرف عورتیں ہی عورتیں تھیں یا اُس کا باپ تھا۔ اُس کے باپ نے جہاں تک ہوسکا اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ لیکن ظالم عامریوں نے اسے اُس کے بیوی بچوں کے سامنے قتل کردیا، پھر اُس کا مال لوٹ لیا اور بیوی بچّوں کو غلام و لونڈی بنا لیا۔ پھر ان کمبختوں نے اُس کی ماں کو تو کسی عربی قبیلے میں لے جاکر بیچ دیا اور بہن اسماء کو دوسرے قبیلے میں فروخت کردیا۔ اور مجھ کو اور میرے باپ کے مال کو مکّہ لے آئے۔ مکّہ میں سامان تو آسانی سے فروخت ہوگیا مگر میں اُنھیں کے قبضہ میں رہا اور جور و ستم کا تختۂ مشق بنا رہا۔ آخر تم نے مجھے عامریوں سے خرید لیا۔ یہ جانگداز واقعہ سُن کر ام انمار رو پڑتی ہے اور آج سے اس بچّہ کے ساتھ غلامانہ برتاؤ نہیں کرتی، بلکہ سگی ماں جیسا سلوک کرتی ہے۔ مہینے اور سال گذرتے گئے اور بچّہ ہوشیار اور سمجھدار ہوتا گیا۔ اِس طویل عرصے میں خباب خود بھی یہ بات بھول گیا کہ میں ام انمار کا غلام ہوں

Marfat.com

بلکہ اپنے آپ کو ام انمار کا بیٹا اور عبد العزیٰ کو اپنا بھائی سمجھنے لگا
اب خیر سے وہ جوان ہے اور یہی سمجھتا ہے کہ وہ تمیمی اور زہریوں
کا حلیف ہے۔ جب خباب کام کاج کے قابل ہوگیا تو ام انمار
نے اسے ایک لوہار کے پاس کام سیکھنے کی غرض سے بٹھا دیا،
یہاں وہ لوہے کے کام میں بڑا ہوشیار ہوگیا، اور طرح طرح کے ہتھیار
بنانے لگا۔ ابھی اس کی بیس برس ہی کی عمر ہوگی کہ وہ اپنے اور
اپنی ماں کے لئے تھوڑا بہت کمانے لگا۔ رفتہ رفتہ اُس نے
ایک دکان لے لی، جہاں لوہے کے ہر قسم کے ہتھیار بنائے جانے
لگے۔ خباب نے اپنے جیسے ہم طبقہ غلاموں کی طرح پرورش پائی
جو مکّہ کے بازاروں میں لاکر بک گئے تھے: مقدر نے ان کے باؤں
کو یہاں لا پھینکا تھا۔ خباب اگرچہ ایک غلام کی طرح پلا بڑھا مگر
غلامی کا بوجھ اُسے محسوس نہ ہوسکا۔ ساتھ ہی ساتھ آزادی
کی مٹھاس سے بھی نا آشنا رہا بلکہ ان دونوں حالتوں کے بین
بین رہا، نہ پُورا آزاد ہی ہوا اور نہ پُورا غلام۔ وہ اپنے آس پاس
ایک طرف تو بوڑھے سرداروں اور نوجوان آسودہ حال طبقے
کو دیکھتا تھا، اور دوسری طرف بوڑھے گرے پڑے طبقے کو اور
نوجوان غلاموں کو دیکھتا تھا جو غلامی پر قانع اور مقدر کے آگے

Marfat.com

سر جھکائے ہوئے ہیں۔ دل تو اُن کے بھی آزادی کو چاہتے ہیں مگر اُن کی طاقتیں ہمتیں اور وسائل اُس حد تک پہونچنے سے قاصر ہیں۔ یہ طبقہ بظاہر تو اپنے آقاؤں اور سرداروں کا ادب و احترام کرتا ہے، مگر دل ہی دل میں اُنھیں کوستا اور بد دُعائیں دیتا ہے۔ آزادی کے خواہشمند نوجوانوں کے دلوں میں سرداروں اور آقاؤں کے خلاف ایک ایسا جذبہ کار فرما ہے، جس کی آگ کی لپیٹیں دُور دُور تک پہونچ رہی ہیں، اور چنگاریاں بجھنے میں نہیں آتیں۔ اُن کے دلوں میں انتہائی غیظ و غضب بھڑک رہا تھا جس کی حدت زور ہی پکڑتی جاتی تھی۔ ان نوجوانوں کا خیال تھا کہ وہ اُن آسودہ حال نوجوانوں سے بیدار مغزی میں دُور اندیشی میں ذکاوت و ذہانت میں اور کسی بھی صورت میں کم نہیں ہیں۔ کمی ہے تو یہ ہے کہ اِن کے پاس مال، طاقت، آزادی اور خود مختاری نہیں ہے۔ زندگی نے انھیں کچھ ایسے نامناسب حالات میں مبتلا کر رکھا ہے کہ نہ وہ ان حالات کو بُرا کہہ سکتے ہیں اور نہ یہ حالات انھیں بُرا بھلا کہہ سکتے ہیں۔ ان کے لئے ترقی کی تمام راہیں مسدود ہیں۔ مقدر کا یہی فیصلہ ہے کہ وہ غلام بن کر رہیں، غلامی ہی میں زندگی گذرے اور غلامی ہی پر دُنیا

Marfat.com

سے سدھار جائیں۔ ان کے لئے زندگی میں فراخی، آسائش، عیش و آرام عزت و آبرو اور حقوقِ انسانیت مفقود ہیں۔ گویا وہ بندھے ہوئے گھوڑے ہیں جو لگاموں کے لوہے کو چبا رہے ہیں اور اپنی تیزی، برق رفتاری، اور غضب کی چال سے کھالوں سے باہر نکلے پڑتے ہیں۔ یہ کمزور اور بے بس نوجوان جب کبھی اکھٹے ہوتے ہیں تو اُن کا موضوعِ بحث یہی ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنی موجودہ افسوسناک حالات کے بارے میں طرح طرح کی خیال آرائیاں کرتے ہیں اور ان کی مجلس اسی دبی ہوئی حسرت اور بیٹھے ہوئے غصے پر ختم ہوجاتی ہے۔ یہ لوگ جب گردہ نواح کی بستیوں پر نگاہیں دوڑاتے یا دیہاتی قبائل اور خانہ بدوش بدوؤں پر نظر ڈالتے تو انھیں اُن کی تمام اُمیدیں پامال نظر آتیں اور یاس و حسرت انھیں گھیرے ہوئے ہوتی

بلاشبہ اس طبقے کے لئے مکہ کی زندگی طرح طرح کے عیش و آرام سے بھرپور ہے، یہاں امن ▪ امان بھی ہے، محنت و مزدوری بھی آسانی سے مل جاتی ہے، مال و جان اور آبرو بھی محفوظ ہے یہاں سالانہ ایک ایسا موسم بھی آتا ہے جب چاروں طرف سے لوگ حج کرنے آتے ہیں، اور عرب کے گوشے گوشے سے

Marfat.com

قبائل کھچے چلے آتے ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر ممالک سے تجارتی سلسلہ بھی قائم ہے، اس لئے یہاں کی زندگی پُرامن و پُربہار ہے اور یہاں بڑی چہل پہل، بڑی رونق اور بڑی آسانیاں ہیں۔ انسان کا دل بھی خوب لگتا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود اُن کے لئے زندگی کی راہیں مسدود ہیں، ترقی کی راہیں بند ہیں۔ یہ ساری بہار ہوشیار و ہونہار آزادی سے ہم کنار لوگوں کے لئے ہے جو دولت و ثروت کے مالک اور عزت و طاقت والے ہیں، غلاموں اور حلیفوں کے لئے کیا۔ البتہ مگر جن کا وطن ہے ان کے لئے زندگی کی راہیں چاروں طرف کھلی ہوئی ہیں، وہ زندگی کی رنگینیوں کا دروازہ کھول کر جدھر چاہیں نکل جائیں اور دامنِ مراد بھر کر پھر اپنے وطن آ جائیں۔ بیرونی تجارت اور سیر و سیاحت سے بھی لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

ایک دن خباب اپنے ایک دوست سے ملتا ہے، اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد اُسے محسوس ہوتا ہے کہ حسرت و یاس سے اور غم و نا اُمیدی سے اُس کا دوست آزاد ہو چکا ہے، اُسے پُربہار اُمیدوں کی جھلک نظر آ رہی ہے۔ خباب اپنے دوست کی اس بدلی ہوئی حالت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے:

Marfat.com

خباب ، (اپنے دوست سے) "کیا حال ہے، مزاج تو ٹھیک ہیں،
آج میں تم میں ایک نیا تغیر دیکھ رہا ہوں۔ جو میں نے اب تک
اپنے کسی دوست میں نہیں دیکھا، یار بتاؤ تو سہی آخر بات کیا ہے
اور آج کل تم اس قدر شگفتہ کیوں نظر آرہے ہو؟"

دوست حسب عادت جواب نہیں دیتا بلکہ قرآن حکیم کی یہ
چند آیتیں پڑھ کر سنا دیتا ہے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ
مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ
بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ كَلَّاۤ اِنَّ
الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى
رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝

میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت
رحم والا ہے۔ اے نبی اپنے رب کا نام لے کر پڑھیے جس نے آپ کو
پیدا کیا اور جس نے انسان کو گوشت کے ایک لوتھڑے سے بنایا
پڑھیے آپ کا رب عزت والا ہے جس نے قلم سے سکھایا اور انسان کو نامعلوم
باتوں کی تعلیم دی، ہرگز نہیں، بلاشبہ جب انسان دولت و ثروت

Marfat.com

دیکھ لیتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے، یقین مانئے آپ کو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔"

خباب یہ کلام سُن کر تھرا اُٹھتا ہے، خوف سے اس کے دانت بجنے لگتے ہیں۔ جسم کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے، پاؤں ڈگمگانے لگتے ہیں، اور کچھ دیر کے لئے اپنے دوست سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے، رفتہ رفتہ اُس کے ہوش و حواس ٹھکانے آتے ہیں، کپکپاہٹ دُور ہوتی ہے اور وہ جم کر کھڑا ہو جاتا ہے، پھر اپنے دوست سے دوبارہ ان آیتوں کے پڑھنے کی درخواست کرتا ہے اور کہتا ہے "پیارے دوست ذرا ان کو پھر سُنانا۔ میں ان کی تاب نہ لا سکا اور ہوش و حواس کھو بیٹھا، افسوس کچھ بھی تو نہ سمجھ سکا۔" اُس کے دوست کو خباب پر ترس آجاتا ہے، اور وہ بار بار یہ مبارک آیتیں اُنھیں پڑھکر سُناتا ہے۔

خباب، (بڑے تعجب سے) "ہونہ! كَلَّآ إِنَّ ٱلْإِنسَـٰنَ لَيَطْغَىٰٓ ۝ أَن رَّءَاهُ ٱسْتَغْنَىٰٓ ۝ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلرُّجْعَىٰٓ ۝ کیسا پیارا کلام ہے، کس قدر پیارے انداز میں دولت کے نشے میں مغرور لوگوں کا خاکہ کھینچا ہے۔ خدا را بتاؤ یہ کس کا کلام ہے، اس کا پیارا انداز تو صاف بتا رہا ہے کہ تمہارا کلام نہیں، تم نے کہاں سے سُنا بتاؤ تو سہی

Marfat.com

کس کے مبارک ہونٹوں سے نکلا، کیا میں بھی ایسا کلام سن سکتا ہوں؟"

دوست:۔ "ہاں ہاں، کیوں نہیں، آؤ میرے ساتھ آمین کے پاس چلو، وہی ہمیں یہ کلام سناتے ہیں جو اُن پر آسمان سے اترتا ہے۔"

ایک روز صبح کے وقت ابوجہل مسجد میں قوم کی بیٹھک میں پہونچتا ہے، خوب زور سے ٹھٹھا مار کر ہنستا ہے اور ران پر ہاتھ مار مار کر کہتا ہے

ابوجہل:۔ (دانت میں کر اور ران بجا کر) قریشیو! اگر تم چاہو تو کل ہمارے پاس آکر ایک دلچسپ تماشہ دیکھ لینا، تمہیں معلوم ہے کہ ختنے کرنے والی کا بیٹا بے دین ہو گیا ہے۔ کل ہم دوپہر کے وقت اسے آگ میں جلائیں گے۔"

Marfat.com

Marfat.com

ایک اُمّت کا چرواہا

مسعود بن غافل ہذلی حاجیوں کے ساتھ آیا اور مکہ میں اپنی سسرال میں عبد بن حارث کے ہاں ٹھہرا، مسعود اپنے خُسر اور سالوں کے ہاں مقیم رہا جب تک حج کا موسم نہ گذر گیا پھر جب اپنے وطن اور اپنے علاقہ کا رُخ کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے میزبان سے کہنے لگا۔

مسعود:۔ "ایک زمانے سے ہمارے علاقے میں نہیں آئے وہاں تمہاری ایک صاجزادی بھی تو ہیں جن کا تم پر تھوڑا بہت حق ہے اور ہاں تمہاری ایک نواسی بھی تو ہیں جس کا حق ماں سے کچھ کم نہیں کبھی بھولے بسرے ادھر بھی آ نکلا کرو۔ دیکھو ہماری ملاقات کو کتنا عرصہ ہو گیا ہے۔"

عبد بن حارث:۔ "آپ کا فرمانا بجا ہے، بے شک مجھے وہاں گئے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا۔ بلاشبہ مجھ پر میری بیٹیوں کا بہت حق ہے

لیکن آپ کو معلوم ہے کہ فتنہ و فساد اور خوں ریزی نے ہمارے اور قیس کے دوستانہ تعلقات ختم کر دئیے ہیں، گو آج کل لڑائی ختم ہو چکی ہے اور ہمارے تعلقات آہستہ آہستہ درست ہوتے جا رہے ہیں اور حالات دن بدن سنورتے چلے جا رہے ہیں، لیکن پھر بھی قریشی نجد کے علاقے میں بڑے محتاط ہو کر نہایت ہوشیاری سے جاتے ہیں۔"

مسعود:- "ہیں! یہ تم کیا کہہ رہے ہو، حرم کے پاسبان قریشیو! تم تو امن و امان کے بادشاہ ہو، خوف زدہ تمہارے پاس آ کر بے خوف و مطمئن ہو جاتا ہے۔ بھولے بھٹکوں کی تم خبر گیری کرتے ہو، مظلوم و دکھی تمہارے پاس داروئے شفا پا لیتا ہے، تمہارے لئے تو ساری روئے زمین حرم کی طرح ہونی چاہیئے تاکہ خوف و مصیبت کے وقت تم بے خوف ہو کر چلو پھرو اور لٹیروں کی جماعت تم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کرے۔"

عبد:- "بات تو یہی مناسب تھی، جیسا کہ تم نے اپنا پاکیزہ خیال ظاہر فرمایا، لیکن افسوس قیسی ہمارے علاقہ میں گھس کر ہمیں جنگ پر مجبور کر دیتے ہیں۔ یہ گستاخ خانۂ خدا اور حرم کی حرمتوں کے پردے چاک کر دیتے ہیں اس کی عزت و عظمت کا کوئی خیال نہیں کرتے اس لئے

قیسیوں سے اور قیسیوں کے حلیفوں سے کوئی قریشی بھی بے خوف نہیں رہ سکتا۔"

مسعود: (عبد کی باتیں غور سے سنتا ہے اور معاملہ کی تہہ تک پہونچکر عرض کرتا ہے) "واہ عبد بن حارث، خوب! کیسی باتیں کر رہے ہو تمہارا تو ہذیل سے سسرالی رشتہ ہے اور پھر تمہاری صاحبزادی اور صاحبزادی کی صاحبزادی ہمارے ہاں موجود ہیں۔"

عبد: تمہیں خونی رشتوں کا خیال ہے، شکریہ اور بار بار شکریہ، ہذیل کے علاقے میں نہ تو مجھے کوئی خوف ہے اور نہ میرے سوا کسی اور کو دراصل تم لوگوں کے علاقے تک پہونچنے کے لئے قیسیوں کے علاقے سے گزرنا پڑتا ہے یا اُن کے حلیفوں کے علاقے سے۔

مسعود: "واہ بھئی، تمہیں کیا فکر ہے۔ ایسا ہی ہے تو مجھ سے معاہدہ کر لو، جہاں تک ہذیل کی دسترس ہوگی تم حملہ آوروں سے محفوظ رہوگے اور جن علاقوں پر قریش کے اثرات ہیں وہاں میں حملہ آوروں سے بچا رہونگا۔"

عبد: مجھے منظور ہے، اب مسعود اپنے وطن تنہا نہیں واپس ہوتا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا حلیف اور خسر عبد بن حارث بھی ہے۔ عبد اس علاقے میں پہونچ کر اپنی صاحبزادی

Marfat.com

ہند سے ملتا ہے جس کا شوہر ابن عبد ود دُنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔ اب یہ بیچاری بیوہ ہے، اور ام عبد سے بھی ملتا ہے جو اس کی نواسی ہے، اور اس کے ایک ننھے منّے سے بچے کو لے کر پیار کرتا ہے جس کا نام عبداللہ بن مسعود ہے۔ عبد اس علاقے میں کچھ دنوں ٹھہرتا ہے اور پھر مکہ واپس آجاتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد مکہ میں اس کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اب یہ بچّہ جو ددھیال اور ننھیال کی طرف سے ہذلی اور قریشی ہے اپنی ددھیال میں اور دیہاتی بچّوں کی طرح پلتا بڑھتا رہا۔ ان لوگوں کی زندگی کے ایام بڑی تنگی ترشی سے بسر ہو رہے تھے بڑی کٹھن اور سخت زندگی تھی، فراخی کے بجائے تنگدستی اور آسائش کے بجائے تنگی ترشی تھی۔ ابھی یہ بچّہ جوان بھی نہ ہونے پایا تھا کہ باپ سے بچھڑ جاتا ہے۔ اب اسے سرزمینِ نجد میں رہنا بڑا دشوار نظر آرہا ہے یہاں محنت مزدوری آسانی سے نہیں ملتی، اور اس علاقہ کی زندگی انتہائی کٹھن ہے۔ روزگار نہ پاکر یہ نوجوان مکہ کا رخ کرتا ہے اور اپنی ننھیال بنی زہرہ میں آکر ٹھہر جاتا ہے۔ یہاں ایک عرصہ تک باہمی عہد و پیمان کی وجہ سے عزت کے ساتھ ٹھہرا رہتا ہے۔ مکّہ کے نوجوان اسی وقت عیش و آرام کی

اور بے فکری کی زندگی گذار سکتے تھے جب وہ مالداروں اور رئیسوں کے چشم و چراغ ہوں۔ اوسط درجے کے قریشی نوجوانوں اور حلیفوں کو بھلا بے فکری اور عیش و آرام کی زندگی کہاں نصیب، اُنھیں تو ہوش سنبھالتے ہی پیٹ کی فکر لگ جاتی ہے، اور بے چارے روزگار کی تلاش میں مصروف ہو جاتے ہیں، یطبقہ ہوشیار ہوتے ہی کمائی پر چل جاتا تھا۔ کسب معاش میں انھیں ذرا عار نہ آتی تھی اور نہ کمانے میں کوئی عیب یا بُرائی سمجھتے تھے۔ البتہ یہ بات بڑی غیر مناسب اور انتہائی بُری سمجھی جاتی تھی کہ انسان دوسروں پر بوجھ بن جائے، اور بے غیرتی کی زندگی ڈھیٹ و بے حیا بن کر گذار دے۔ چنانچہ ابن مسعود بھی روزی کی تلاش میں دوڑے دوڑے پھر رہے ہیں۔ لوگوں کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ اِس سلسلے میں ملنے جُلنے والوں سے تبادلۂ خیالات کرتے رہتے ہیں، مختلف قسم کی سمتوں میں غور کرتے ہیں کہ کونسا کام اچھا ہے۔ بڑے غور و فکر اور کافی سوچ و بچار کے بعد اُنھیں ایک کام پسند آجاتا ہے جو اُن کی خاموش طبیعت اور مطمئن قلب کے عین مناسب ہے۔ عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرانے پر مقرر ہو جاتے ہیں

اور مکہ سے باہر دُور کھُلے میدانوں اور وادیوں میں عقبہ کی بکریاں چرانے پر مقرر ہو جاتے ہیں۔ بکریاں باڑے سے صبح صبح لے جاتے، دن بھر کھُلے میدانوں میں خوش و خرم سارا دن گذار دیتے اور شام کو بکریاں باڑے میں واپس لے آتے اُنھوں نے تنہائی اختیار کر لی تھی، تاکہ لوگوں کی شرارت سے محفوظ رہیں، اور لوگ ان سے بچتے رہیں۔ ایک دن ابن مسعود حسب دستور بکریاں چرا رہے ہیں۔ اچانک اُن کے پاس دو اجنبی آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اُن کے چہروں سے خوف محسوس ہو رہا ہے جو رفتہ رفتہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ پھر یہ دونوں شخص کچھ دیر سستاتے ہیں، آرام کرتے ہیں اور اپنی تھکن دُور کرتے ہیں۔ کچھ ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے اِن لوگوں کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔ اور انھیں لوگوں سے محفوظ رہنے کے لئے مجبوراً بھاگنا پڑا تھا۔ ہمارا چرواہا ان نو واردوں کو چُپ چاپ کھڑا ہوا دیکھتا رہتا ہے اور چُپ سادھ لیتا ہے۔ بھلا اِس چرواہے کو نو واردوں سے کیا واسطہ۔ اس نے تو آبادی سے دُور جنگل میں زندگی گذار دینا اِسی لئے منتخب کیا ہے کہ لوگوں سے کوئی تعلق نہ رکھے، اور سب سے الگ تھلگ رہ کر زندگی

Marfat.com

کے ایام ہنسی خوشی گذار دے۔ ان نو واردوں میں سے ایک شخص آگے بڑھکر پوچھتا ہے۔ تمہارے پاس کوئی دودھ والی بکری بھی ہے۔ ہمیں پیاس محسوس ہو رہی ہے۔ کچھ دودھ دے سکتے ہو؟ چرواہا افسوس کرتا ہوا عرض کرتا ہے کہ دودھ والی بکریاں تو ضرور ہیں مگر افسوس وہ امانت ہیں اُس کی نہیں ہیں اگر اُس کی ہوتیں تو کبھی بخل نہیں کرتا، اور ضرور، اتنا دودھ دے دیتا جس سے تم لوگوں کی پیاس بجھ جاتی۔ یہ سن کر دوسرا شخص اپنے رفیق کو معنی خیز نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جیسے چرواہے کی امانت و دیانت کو سراہتا ہوا اور اس کی نیکی اور بھلائی کی تعریف کرتا ہو۔ پھر دوسرا شخص اپنی مطمئن اور پُرجلال نگاہ چرواہے پر ڈال کر کہتا ہے:

دوسرا شخص: "تمہارے پاس کوئی نوعمر اور بن بیاہی بکری بھی ہے؟"

چرواہا: "ہاں ہاں ایسی تو کئی بکریاں ہیں" پھر وہ کچھ دُور جاکر ریوڑ میں سے ایک بکری کو لاکر پیش کرتا ہے۔ مطمئن نگاہ والا شخص اِس بکری کی ٹانگ پکڑ کر اپنے مُبارک ہاتھ سے اُس کے تھن چھوتا ہے، انھیں صاف کرتا ہے اور کچھ دعائیں پڑھتا جاتا ہے

Marfat.com

چرواہا ان کلموں کو سنتا ہے مگر سمجھا نہیں، دیکھتے ہی دیکھتے اس بکری کے تھن دودھ سے بھرپور ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ دودھ ٹپکنے بھی لگتا ہے جیسے کئی دن کا دودھ روک لیا گیا تھا۔ یہ دیکھتے ہی دوسرا رفیق اپنے رفیقِ سفر کے پاس دوڑ کر ایک پتھر کا پیالہ لاتا ہے۔ اس میں دودھ دوہتا ہے اور جب وہ لبالب بھر جاتا ہے تو اپنے رفیق کو پینے کا اشارہ کرتا ہے۔ اس کا رفیق خوب سیر ہو کر پیتا ہے، پھر چرواہے کو پلایا جاتا ہے، وہ بھی خوب کو کھیں تان کر پیتا ہے، پھر خود پیتا ہے۔ پھر تھنوں سے کہتا ہے سکڑ جاؤ۔ تھن سکڑ کر اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں یہ عجیب و غریب ماجرا دیکھکر چرواہا حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ اُس کی حیرت کی انتہا نہیں رہتی، زبان بند ہو جاتی ہے، اور ہونٹ جیسے کسی نے سی دیئے ہوں۔ کچھ بھی نہ پوچھ سکا زبان کی گرہ کھلی ہی نہیں۔ وہ تو گم سُم کھویا کھویا سا حیران و ششدر رہا اور ہکا بکا کھڑا کا کھڑا رہ جاتا ہے۔ البتہ حیران نگاہوں سے بار بار ان نوواردوں کو دیکھتا ہے۔ یہ اپنی حیرانی میں خود فراموش و دنگ رہا اور وہ دونوں عجیب و غریب انسان آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلے بھی گئے۔ کچھ دیر کے بعد

Marfat.com

اُس کے ہوش و حواس بحال ہو جاتے ہیں، مگر اُسے یہ خبر نہیں کہ وہ کتنی دیر تک پیکرِ حیرت اور بے جان مجسمہ کی طرح بیٹھا رہا۔ اب اُسے یہ بھی ہوش نہیں کہ اُس نے باقی دن میں کیا کیا، اور کس فکر میں ڈوبا رہا۔ شام کے وقت جب آفتاب عالمتاب اپنے پھیکے رنگ والا دامن گھسیٹتا ہوا ٹیلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی عبور کر گیا۔ رات نے اس کا دامن اُتار کر پھینک دیا، اور اپنے لمبے لمبے کالے بال بکھیر دئیے تو اس وقت مجسمۂ حیرت و استعجاب سے ذرا چونکتا ہوتا ہے اور کچھ ہوش میں آتا ہے، بکریاں اس کے آگے آگے ہیں اپنی لاٹھی سے ان پر پتے جھاڑتا چلا جا رہا ہے۔ بکریوں کی اسے بالکل فکر نہیں کہ ریوڑ میں تمام بکریاں موجود ہیں یا کوئی پیچھے رہ گئی، اس وقت اس کے دل میں بس ایک ہی خیال کروٹیں لے رہا ہے۔ ایک نا معلوم سا خیال افسوس جسے بیان بھی نہیں کر سکتا۔ اتنے میں بکریاں باڑے تک پہنچ جاتی ہیں۔ بکریوں کو باڑے میں داخل کر کے اور باڑے کا دروازہ بند کر کے چرواہا پورے سکون و اطمینان سے ڈگیں بھرتا ہوا کچھ پریشان و حیران سا وہ عقبہ کی تلاش میں اس کے گھر تک آ جاتا ہے۔ آخر عقبہ کو اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا

ہوا دیکھتا ہے۔ چاروں طرف اس کے بیٹے پوتے اور دیگر احباب واقارب ہیں۔ نوجوان چرواہا جلدی سے اس کے پاس جاتا ہے اور کچھ دور کھڑے ہوکر عرض کرتا ہے۔

ابن مسعود:۔ "ابوالولید اب میں آپ کی بکریاں نہیں چراتے کا کل سے کسی اور چرواہے کو مقرر فرمالیجئے۔"

عقبہ:۔ "خیر تو ہے ہزلی نوجوان! کیا بات ہو گئی، کیا تمہیں ہم سے یا ہماری بکریوں سے کچھ تکلیف پہونچی یا کوئی ناگوار خاطر بات پیش آئی؟"

ابن مسعود:۔ "جی نہیں، بات کچھ بھی نہیں مجھے کسی سے کوئی تکلیف یا دُکھ نہیں پہونچا لیکن اب میں نے بکریوں کا چَرانا چھوڑ ہی دیا ہے کوئی اور دھندا دیکھوں گا۔"

یہ کہہ کر ہزلی نوجوان جواب اور لوگوں کی قیاس آرائیوں کی پرواہ کئے بغیر اُلٹے پاؤں واپس آجاتا ہے۔ اور پھر کبھی عقبہ کے گھر نہیں جاتا۔ پھر ٹھیک اسی مقام پر پہونچتا ہے جہاں کل بکریاں چرا رہا تھا۔ وہی دونوں نو وارد اُس کی آنکھوں میں پھرنے لگتے ہیں۔ اُن کے چہروں سے خوف کے آثار نمایاں ہیں۔ آہستہ آہستہ ان کا خوف دور ہوکر چہرے کھل جاتے ہیں وہ تھکے ہوئے ہیں

تھوڑی دیر آرام کرتے ہیں، پھر تازہ دم ہو جاتے ہیں۔ اب وہ کہہ رہے ہیں کہ بھئی چرواہے تھوڑا سا دودھ کیوں نہیں دیتے ہم اپنی پیاس بجھالیں، وہ یہ کہہ کر کہ بکریاں امانت ہیں، میں ان کا مالک نہیں ہوں صاف جواب دیدیتا ہے۔ پھر وہ چھ سات مہینے کی ایک پٹھیا لے آتا ہے۔ ایک مطمئن نگاہ والا شخص اُس کے تھنوں کو چھو رہا ہے، ساتھ ساتھ کچھ دُعائیں بھی پڑھ رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے تھن دودھ سے اس قدر لبریز ہو جاتے ہیں کہ دُودھ زمین پر ٹپکنے بھی لگتا ہے۔ پھر تینوں سیر ہو کر دودھ پیتے ہیں۔ ایسا لذیذ دودھ تو کبھی پیا ہی نہ تھا۔ واہ واہ! کیا ذائقہ ہے۔ اب تک اس سے دہن و کام شیریں ہیں، اب تک اس کا ذائقہ موجود ہے، لبوں پر وہی حلاوت ہے اور زبان پر وہی چاشنی ہے۔ پھر وہ تھنوں سے کہتا ہے سکڑ جاؤ اور وہ بدستور سابق سکڑ جاتے ہیں۔ اس دعا کو بھی سوچتا ہے جو اُس شخص نے اس وقت پڑھی تھی، جبکہ بکری کے تھنوں پر وہ اپنا مبارک ہاتھ پھیرتا جا رہا تھا۔ مگر افسوس اُس کا ایک لفظ بھی یاد نہیں آتا، جب بار بار دماغ پر زور ڈالنے کے باوجود دُعا کا ایک لفظ بھی یاد نہیں آتا۔

Marfat.com

تو وہ ہراساں ہو جاتا ہے اور طرح طرح کے شکوک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اُسے اب سے پہلے اِس قدر کسی چیز کی خواہش نہیں ہوئی تھی جس قدر آج اس دعا کے یاد آجانے کی ہے حالانکہ پہلے ذہن کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ بات سُن کر دل پہ نقش ہو جاتی تھی لیکن یہ کلام کچھ اور ہی تھا جو دماغ سے نکل گیا ہنرلی نوجوان دل ہی دل میں کہہ رہا ہے۔ اِس مطمئن نگاہ والے شخص اس کے رفیق سفر اور اس کے کلام میں کوئی نہ کوئی راز ہے جو مجھ پر کھل نہ سکا۔ ہنرلی نوجوان اس مقام پہ کافی دیر تک کھڑا ہوا تمام گذشتہ مناظر سوچتا رہتا ہے۔ یکے بعد دیگرے ہر چیز ترتیب وار اُس کے سامنے آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ وہ خاموش اور غیر متحرک کھڑا رہا۔ آس پاس نظریں دوڑاتا رہا۔ پھر آسمان کو دیر تک دیکھتا رہا۔ بظاہر اب وہ کسی بات میں غور نہیں کر رہا ہے یا اس پر خود فراموشی چھائی ہوئی ہے۔ البتہ پہلے پہل تو اس کے ذہن میں پھر اس کی آنکھوں کے سامنے وہی مطمئن نگاہ والا نووارد اور اُس کا رفیقِ سفر چل پھر رہا ہے وہ سارے مناظر ترتیب وار دکھائی دے رہے ہیں وہی دعا کانوں میں گونج رہی ہے۔ مگر اب غور کرنے پر بھی یاد نہیں آتی۔ شام کے وقت

Marfat.com

ہزلی نوجوان وہاں سے لوٹتا ہے مکہ واپس نہیں آتا، بلکہ مکہ کے آس پاس ادھر اُدھر گھومتا پھر رہا ہے۔ دماغ میں وہی مناظر ہیں، آنکھوں کے آگے وہی پُر اسرار شخصیت ہے اور وہی دعا کانوں میں گونج رہی ہے جو اب یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتی۔ اِسی وحشت میں رات بھر گھومتا رہا۔ اُسے تکان کا ذرہ برابر اثر نہیں ہوا۔ کیسی نیند اور کہاں کی بھوک پیاس وہی ایک فکر وحشت غالب ہے۔ البتہ وہ پُر اسرار دُودھ اور اُس کا ذائقہ اب تک زبان محسوس کر رہی ہے، ہزلی نوجوان ساری رات یوں ہی گذار دیتا ہے۔ نہ بستر ہے نہ تکیہ ہے، بس وہی ایک فکر وحشت سوار ہے۔ صبح کو جب سورج نکل چکا اور چرواہے بکریاں لے کر چل پڑے تو وہ مکہ پہونچتا ہے۔ لیکن شہر میں بھی وہی مبارک صورتیں آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اُسے اُس وقت تک چین نہیں آتا جب تک اِن مبارک صورتوں کو ڈھونڈھ نہیں لیتا۔ جوئندہ یابندہ، تلاش کرتے کرتے آستانۂ رسول پر جا پہونچتا ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کو پا لیتا ہے۔ جب اُن کی طرف دوڑتا ہے تو آپ اُسے اُسی مطمئن نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اُس

کی آنکھوں میں پھر رہی تھی، اور مسکرا دیتے ہیں۔ نوجوان آپ کے بالکل قریب پہونچ کر دو زانو مؤدب سامنے بیٹھ جاتا ہے۔

نوجوان: (لرزتی ہوئی دھیمی آواز میں) مجھے وہ کلام سکھا دیجئے جسے میں نے کل آپ سے سنا تھا۔"

رسول اللہ صلعم: (مسکرا کر اور سر پر ہاتھ پھیر کر) "بے شک، بے شک تم میں تعلیم کی صلاحیت ہے۔"

اس گھڑی سے نوجوان کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ وہ نہ اپنے لئے پیدا ہوا نہ گھر والوں کے لئے اور نہ عقبہ کی بکریاں چرانے کے لئے، بلکہ اس کی پیدائش کا صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلعم کی صحبت میں رہ کر آپ کی احادیث سن کر انھیں یاد کرنا اور تبلیغ کر کے آپ کی دعوت کو دور دور تک پھیلانا۔ یہ نوجوان ہلکا پھلکا، دبلا پتلا انتہائی پھرتیلا اور کمال چست و چالاک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت میں بیٹھے ہوئے ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ قریشی مکہ میں جگہ جگہ اس ہزلی نوجوان کو رسول اللہ صلعم کا ذکر خیر کرتے ہوئے سنتے ہیں، اور آپ کی مبارک دعوت کی تبلیغ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ یہ ہر مجلس میں اسلام کی خوبیاں

Marfat.com

بیان کرتے ہیں۔ اور ہر محفل میں نئی تحریک کی برکتیں دکھاتے ہیں اور اپنی تیزی، پھرتی، چستی اور چالاکی اور سرگرمیِ عمل سے قریشیوں کے لئے ایک بغلی گھونسہ بنے ہوئے ہیں۔ قریشی کسی جگہ انھیں اسلام کی تبلیغ کرتا ہوا دیکھتے اور وہاں پہونچنے کا ارادہ کرتے۔ لیکن جب وہاں پہونچتے تو معلوم ہوتا کہ وہ تو یہاں سے چلا گیا۔ قریشی تعجب ہی کرتے رہ جاتے کہ کیسے چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کا پیچھا کرنے والے اِس نوجوان کو ہر جگہ دیکھتے مگر پکڑنے میں ناکام ہی رہتے۔ انہیں خیال ہوتا کہ نہ معلوم کیا بلا ہے۔ بھوت ہے یا چھلاوا ہے۔ ابھی یہاں ہے اور ابھی وہاں ہے۔ آخر ایک دن ابوجہل تنگ ہو کر کہنے لگتا ہے :-

ابوجہل، (دانت پیس کر) میں محمدؐ کے کسی ساتھی سے اتنا تنگ نہیں آیا جتنا اِس کم بخت ہزلی جوان نے پریشان کر رکھا ہے، اسے ہر جگہ محمدؐ کی دعوت کی تبلیغ کرتا ہوا اور لوگوں کے خیالات بگاڑتا ہوا دیکھتا ہوں، لیکن اس اژدہے کو قابو میں لانے کی کوئی صورت نہیں پاتا۔ اگر میں کسی دن اِس مہم میں کامیاب ہوگیا تو بڑی بے رحمی سے پیش آؤں گا۔"

Marfat.com

عتبہ: "ابوالحکم! ذرا حلم و بردباری اور صبر و ضبط سے کام لو۔ اور سوچ سمجھ کر کوئی قدم اُٹھاؤ۔ اِس ہذلی نوجوان کے پیچھے مت پڑو۔ کیونکہ بنی زہرہ تمہاری اس حرکت سے مشتعل ہو جائیں گے اگر تم نے ذرا بھی اس نوجوان کو چھیڑ دیا تو سب ہذلی بھڑک اُٹھیں اور ہمارا [redacted] تجارتی راستہ مسدود و خطرناک ہو جائے گا جس کی حفاظت قریش کو دل و جان سے پیاری ہے۔ خیر اِسی میں ہے کہ ان سے صلح پسند رہو ورنہ نقض امن کا اندیشہ ہے۔"

ابوجہل: "چچا جان! آپ کا مشورہ دُور اندیشی پر مبنی ہے اور وقت کا عین تقاضا ہے۔ بہت بہتر۔ لیکن پھر بھی لات و عزیٰ کی قسم! اگر یہ سانپ میرے قبضے میں آگیا تو سر کچلے بغیر نہ رہوں گا" خدا گنجے کو ناخن نہ دے کہ اپنا ہی سر خونم خون کر لے۔ ابوجہل کے قبضے میں کسی موقعہ پر بھی وہ نوجوان نہیں آیا، البتہ جب نبی کریم صلعم نے صحابہ کو حبشہ کی ہجرت کی اجازت دے دی تو اس موقعہ پر ابوجہل نے اس نوجوان کے قریب پہنچ کر کچھ شرارت کرنی چاہی تھی۔ لیکن موقعہ پر ہی ذلیل و خوار ہو کر اپنا سا منہ لیکر واپس ہو گیا تھا۔ بات یہ ہوئی کہ وہ اتفاق سے ایک دن مسجد سے گذر رہا تھا، اُس نے دُور سے لوگوں کا ہجوم دیکھا جو ایک

Marfat.com

یف و لاغر اور دُبلے پتلے شخص کے ارد گرد جمع ہے۔ دُور سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ کمزور و نحیف شخص حاضرین کو کچھ سمجھا رہا ہے۔ اور لوگ بڑے شوق و انہماک کے ساتھ اُس کی تقریر سُن رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ابو جہل آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا، اور دیواروں سے لگتا لگاتا ہوا آگے بڑھتا ہے تاکہ کوئی شخص اُسے دیکھنے نہ پائے۔ آخرکار اِس ہجوم کے پاس جاکر اور چھپ کر ایک ایسے مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے کہ وہ تو ہجوم کو صاف طرح دیکھ سکے لیکن ہجوم کی اُس پر نگاہ نہ پڑ سکے، اور کان لگا کر بڑی توجّہ سے اِس دُبلے پتلے آفت کے پرکالے کی باتیں سنتا ہے۔ اُس کے کانوں میں ایک درد بھری آواز آرہی ہے جس میں ایک رس ہے۔ یہ بڑا مؤثر اور میٹھا کلام ہے۔ اس وقت ہزلی نوجوان حاضرین کو سُورۂ فرقان کی یہ مُبارک آیتیں سُنا رہا ہے:۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ
هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۝
وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا۝
وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ
اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا

Marfat.com

وَمُقَامًا ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ
يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ
مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي
حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ
ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ۝ إِلَّا مَن تَابَ وَ
آمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ
سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝
وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ
مَتَابًا ۝ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا
مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝

(فرقان ۶۳ سے ۷۲ تک)

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں
اور جب اُن سے جاہل بات کرتے ہیں تو یہ رفع شر کی بات کہ
ہیں، اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدے اور قیام میں
لگے رہتے ہیں اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے
جہنم کا عذاب ہٹا دے، کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے اور

بلاشبہ جہنم بُرا ٹھکانا اور بُرا مقام ہے، اور یہ لوگ جب خرچ کرنے پر آتے ہیں تو نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی ہی کرتے ہیں بلکہ اعتدال سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہیں کرتے اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے اُن پر حرام فرما دیا ہے اُسے قتل نہیں کرتے، البتہ حق پر قتل کرتے ہیں۔ اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کام کرے گا اُسے سزا سے ضرور سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اُس کا عذاب بڑھتا ہی جائے گا، اور وہ جہنم میں ہمیشہ ذلیل ہی رہے گا، مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اور جو شخص توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے بلاشبہ وہ خدا کی طرف خاص طور سے رجوع کر رہا ہے۔ اور وہ بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر بے ہودہ مجلسوں سے گذریں تو سنجیدگی سے گذر جاتے ہیں۔

یہ کلام سُن کر ابوجہل کا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے اور اُس کا ضمیر اُس پر ملامت کرتا ہے۔ اگر وہ اپنا دل فطرت

کے ہم نوا بنا دیتا تو اُس کی زبان سے بھی وہی الفاظ نکلتے جو دیگر حاضرین کی زبانوں سے نکل رہے ہیں۔ حاضرین بڑی بے صبری اور کمال اشتیاق سے جواب دے رہے ہیں۔ خدا کی قسم ہم بھی اِسی قسم کے لوگوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی فطرت مسخ کر کے غرور و تکبر سے کام لیتا ہے۔ پھر گرجتا ہوا اِس ہجوم پر اس طرح ٹوٹتا ہے جیسے عقاب اپنے شکار پر۔

ابو جہل: (گرجدار اور پُر رعب آواز میں) "تم پر دیوتاؤں کی پھٹکار ہو، بدنصیبو! تم نے یہ کیا اودھم مچا رکھا ہے۔ ہمت و حوصلہ تو دیکھو تمہیں ایک سرپھرے شخص کے پاس جمع ہوتے ہوئے شرم نہیں آتی، جاؤ، ایک چُلّو پانی میں ڈوب مرو۔ کم بختو! قریشی مجلسیں بھی تو کچھ دور نہیں ہیں، مسجد میں ہمارے پاس کیوں نہیں آتے کہ ہم تمہارے سامنے محمدؐ کے پروپیگنڈے کی قلعی کھولیں۔ اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے دکھائیں۔ اس بدخلق بدتمیز اور ڈراؤنی شکل کے شخص کو دیکھکر ہجوم پر سناٹا چھا جاتا ہے، اور آن کی آن میں سب نو دو گیارہ ہو جاتے ہیں۔ ہزلی نوجوان اپنی جگہ پر ڈٹا ہوا ہے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت مرعوب نہیں کر سکتی۔ ابو جہل طیش کھا کر اس کی طرف جھپٹتا ہے

ابوجہل: (گرج کر) "بدمعاش غنڈے! تو ہمارے حلیفوں اور غلاموں کے خیالات بگاڑنے سے باز نہ آئے گا، جب تک میرے ہاتھ سے مار نہ کھائے گا۔" ابھی نوجوان اس کم بخت کی بکواس کا جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ خبیث نے کمان مار کر نوجوان کا سر پھوڑ دیا۔

نوجوان کے چہرے پر خون بہنے لگا۔ اب زخمی شیر بپھر کر اٹھتا ہے اور پھرتی سے ابوجہل کی طرف لپکتا ہے:۔

ہزلی نوجوان:۔ "اچھا... یہ زیادتی اور یہ فرعونیت، کم بخت جواب بھی لے، میں ہزلی جوان ہوں ہزلی۔" یہ کہہ کر پہلے تو اس زور کا طمانچہ رسید کیا کہ پانچوں انگلیاں ابھر آئیں اور پھر سینہ میں ایسا گھونسہ مارا کہ ابوجہل قلابازی کھا گیا۔ پھر ہزلی نوجوان آہستہ آہستہ نہایت اطمینان سے اس کے پاس سے ہٹ گیا۔ اور ابوجہل کو پیچ و تاب کھاتا ہوا وہیں چھوڑ دیا، یہ سان و گمان بھی نہ تھا کہ کوئی قریشی حلیف اتنی بڑی جسارت سے کام لے گا، جب اس کا سانس درست ہوا، تو پھر سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا چیخا:

ابوجہل: "ابے گڈریے! مجھ سے بچ کر کہاں جائیگا۔"

ہزلی نوجوان: "خدا کے دشمن ملعون تو بھی مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔"

پھر دونوں نے اپنی اپنی جماعت کا راستہ لیا۔ ہزلی نوجوان

Marfat.com

رسول اللہ صلعم کے پاس جاکر آنکھوں میں آنسو بھر کر کہنے لگا۔ "اے اللہ کے رسول! اب میں مکّہ میں نہیں رہ سکتا۔ آج میں نے طمانچے اور گھونسے سے ابوجہل کی مرمت کردی ہے۔ اب ہجرت کے سوا کوئی چارہ نہیں، خدا کی قسم میں ہجرت سے خوش بھی ہوں اور رنجور بھی۔ خوشی ثواب و مغفرت کی ہے اور رنج جدائی کا ہے جس کی مدت نامعلوم ہے چونکہ آج ابوجہل کی خودداری خاک میں مل گئی تھی، اور .. دل ہی دل میں گھٹ رہا تھا، مگر پھر بھی جذباتِ انتقام کو چھپا کر پُرغرور انداز میں اپنی قومی مجلس میں کہتا ہے۔

ابوجہل: "مخزومیو! لٹیا ڈوب گئی تمہاری آبرو خاک میں مل رہی ہے، اور تمہیں ہوش نہیں، اگر تمہیں اپنی رہی سہی عزت کی لاج رکھنی ہے تو اس سے میرا انتقام لے لو، اور اس گستاخ کو میرے حوالے کرو۔ آج اُس نے اتنا عظیم جرم کیا ہے جس کی یاداشت اس کا خون ہی ہو سکتا ہے"۔ قوم یہ سُن کر آگ بگولہ ہوگئی، اور مکّہ کی گلی گلی میں ابن مسعود کی تلاش ہونے لگی۔ لیکن بقول ان کے چھلاوا بھی کہیں ہاتھ آیا ہے۔ ابن مسعود بچ کر صاف نکل گئے۔ اور خیریت سے نجاشی کے ملک جا پہونچے

Marfat.com

پھر جنگ بدر کے موقعہ پر ابوجہل اپنے سینے پر اپنے حریف ابن مسعود کو چڑھا دیکھتا ہے مگر کر کیا سکتا ہے۔ ابن مسعود اُس کا سر کاٹ کر اس کی سرکشی کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔

Marfat.com

"سالم کو میں خریدوں گی"

یہ تو میں کیونکر کہوں تیرے خریداروں میں ہوں
تو سراپا ناز ہے، میں ناز برداروں میں ہوں

حسب عادت سلام بن جُبیر قرظی اِس سال بھی مدینہ میں شام سے طرح طرح کا تجارتی سامان لایا جس میں رنگ برنگ کی چیزیں اور دیگر خوبصورت سامان تھا۔ بعض چیزیں شام میں تیار ہوتی تھیں، اور بعض جزیرہ میں علاوہ ازیں بعض ایسی چیزیں بھی تھیں جن کو رومی دمشق اور بصرہ کی منڈیوں میں لاکر عربوں اور یہودیوں کے تاجروں کو مہیا کرتے تھے۔ تاکہ یہ چیزیں اُن تجّار کے ذریعہ ان دور دراز مقامات پر بھی پہونچ جائیں جہاں قیصر روم کی حکومت نہیں ہے، اور نجد، حجاز، تہامہ اور یمن کے اِن علاقوں میں بھی جہاں رومی دسترس نہیں۔ ابھی سلام بن جُبیر نے بنی قریظہ میں ٹھہر کر باقاعدہ آرام بھی نہ لیا تھا اور

سفر کی تھکان دُور بھی نہ کر سکا تھا کہ اُس نے اپنا رنگ برنگ کا تجارتی سامان لوگوں کو دکھانا شروع کر دیا۔ گرد و نواح کے تمام یہودی سامان دیکھنے اور خریدنے کے لئے ٹوٹ پڑے، اور چند ہی گھنٹوں میں سلام اپنا سارا مال فروخت کر کے ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس سامان سے سلام کو بیش بہا نفع ہوا۔ البتہ ایک غلام اس کے لئے دردِ سری کا باعث بنا رہا جو کسی طرح فروخت ہی نہ ہوتا تھا۔ اس غلام کو نہ تو عربوں نے پوچھا اور نہ یہودیوں نے، اگر یہ غلام فروخت ہو جاتا تو پھر سلام کے مزے ہی مزے تھے۔ وہ اطمینان و تسلی سے آنے والے چند مہینے عربی اور یہودی قبیلوں میں گھومتا پھرتا گزار دیتا۔ اور آنے والے موسم میں شام کو لے جانے والا سامان اپنے غلاموں اور حلیفوں کو یثرب کے آس پاس والے علاقوں میں عربوں اور یہودیوں کے قبیلوں میں دُور دُور تک بھیج کر اکٹھا کر لیتا۔ لیکن یہ غلام اس کے گلے میں پھندا اور اُس کی اُمیدوں کے درمیان حائل تھا۔ سلام نے بُصریٰ کی منڈی میں اس کو کسی کلبی سے بڑا سستا خرید لیا تھا۔ اس کا گمان تھا کہ اس غلام کو کسی یثربی کو دُگنے تگنے داموں پر آنکھیں بند کر کے پھینک دیگا۔ اِس طرح

Marfat.com

اِس میں فائدہ ہی فائدہ ہو گا۔ مگر یثرب کے باشندوں نے سلام کو کبھی تجارتی غلام لاتے اور فروخت کرتے دیکھا ہی نہ تھا۔ جب اُنھوں نے سلام کی غلام کے فروخت کرنے کی بے حد رغبت دیکھی اور اُس کا غیر معمولی اصرار دیکھا تو وہ غلام سے بدظن ہو گئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے۔ اوہو سلام نے اس غلام کو اپنے لئے خریدا ہو گا، پھر شاید اس میں کوئی عیب یا بیماری پائی ہو گی جو اسے فروخت کرنا چاہتا ہے، حالانکہ غلام کو بیچنے کی اُسے چنداں ضرورت نہیں۔ غلام کے چہرے اور بُشرے سے بھی بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی اندرونی بیماری یا تکلیف میں مبتلا ہے، جیسے اس کے مالکوں نے اسے ستایا اور دُکھ درد پہونچایا ہو۔ اُسے عربی زبان پر بھی قدرت نہ تھی نہ اس زبان میں صحیح طور سے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا تھا۔ البتہ ٹوٹی پھوٹی زبان میں اپنا کام نکال لیتا تھا اور رومی زبان سے تو بالکل ہی ناآشنا تھا، اس کا ایک لفظ بھی نہ بول سکتا تھا۔ جب کوئی شخص اس سے بات چیت کرتا تو اُس کی زبان پر بے ساختہ فارسی زبان کے الفاظ آجاتے، جنھیں کوئی نہیں سمجھتا تھا۔ سلام بیچنے کی غرض سے اُس کی بڑی تعریف کرتا، اور نئے نئے انداز میں اُس کی خوبیاں بیان کرتا۔

Marfat.com

سلام: "یہ بچہ فاقہ زدہ ہے اسی لئے نحیف ولاغر ہے، جب اچھی خوراک ملنے لگے گی تو اس کی حالت روز بروز بہتر سے بہتر ہوتی چلی جائے گی۔ یہ ہونہار حسیت و چالاک ہاتھ کا کاریگر اور محنتی بچہ ہے انتہائی شریف اور فارسی خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ اس خاندان نے اصطخر سے آکر ابلہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس علاقے میں ان لوگوں کے زرعی اراضی کے رقبوں کے رقبے موجود ہیں جنھیں یہ لوگ نبطیوں کو بٹائی پر اٹھا دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس خاندان کا اطراف عراق میں دور دور تک تجارتی کاروبار بھی پھیلا ہوا ہے۔ اگر کوئی سلام سے اس کے خاندان کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا اور اس سے کچھ اور پوچھتا تو اس کا جواب نہ بن آتا تھا۔ البتہ یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا کہ جس شخص نے مجھے یہ غلام بیچا ہے اس کا کہنا ہے کہ جب عربوں نے رومیوں کے ساتھ ابلہ پر حملہ کیا تھا تو اسے بھی عرب وہاں سے لوٹ کر لے آئے تھے۔ پھر کسی کلبی نے خرید لیا پھر اس کا مالک بصریٰ کی منڈی میں اسے بیچنے کی غرض سے لایا تاکہ کسی عربی یا یہودی سوداگر کے ہاتھ فروخت کر دے۔ مجھے اس کی بھولی بھالی صورت دیکھتے ہی ترس آگیا۔ اور میں نے دیگر ضروری سامان کے ساتھ اس کو

بھی خرید لیا۔ سلام کی یہ باتیں سُن کر لوگ کہتے کہ جب یہ بات ہے تو اپنے پاس کیوں نہیں رہنے دیتا۔ وہ جواب دیتا مجھے اس سے زیادہ پیسہ پیارا ہے۔ علاوہ ازیں اگر میں رہنے بھی دوں تو اس کی نگرانی کون کرے گا۔ میں ایک چلنے پھرنے والا آدمی ہوں، آج یہاں کل وہاں، مَیں تو اُس کی نگرانی کرنے سے رہا، نہ یہ خود اس قابل ہے کہ اپنا خرچ آپ اُٹھا سکے اور نہ میری بیوی ہے کہ اُس کے حوالے کر دوں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اگر اسے اچھی غذا ملنے لگے تو اُس کی ساری لاغری جاتی رہے گی، اور یہ بڑا ماہر کاریگر، چست و چالاک اور ذہین ثابت ہو گا۔ ذرا اس کی پتلیاں تو دیکھو کس طرح پھرتی رہتی ہیں، انھیں کسی جگہ قرار ہی نہیں۔ مجال ہے جو کسی جگہ ٹھہر جائیں۔ اس کی جبیں کا تو یہ عالم ہے کہ کسی چیز پر ایک نگاہ ڈال کر کسی چھان بین کے بغیر تہہ تک پہونچ جاتا ہے۔ آنکھیں آگ کے شعلوں کی طرح چمک رہی ہیں۔ لوگ سلام کی باتیں سُن کر ہنس دیتے اور غلام کو خریدے بغیر چلے جاتے، اور سلام کے دل کے ارمان دل ہی میں رہ جاتے۔ اُسے اپنی اصلی رقم بھی ڈوبتی نظر آ رہی تھی۔

Marfat.com

ایک دن صبح کو ثبیتہ بنت یعار اُدھر سے گذرتی ہے اور بچے کو غور سے دیکھتے ہی اس کے دل میں اُس کے خریدنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

ثبیتہ :- "ابن جُبیر! تمہارے اس غلام کا کیا نام ہے؟"

سلام :- میں نے اسے ایک کلبی سے خریدا ہے، وہ اس کا نام سالم بتاتا تھا۔"

ثبیتہ :- "سالم کس کا بیٹا ہے؟"

سلام :- "باپ کا نام تو مجھے معلوم نہیں، لیکن جس سے میں نے خریدا ہے اس کا نام معقل ہے، اس کا خیال تھا کہ اس بچے کا خاندان بڑا شریف اور اعلیٰ ہے۔ یہ خاندان اصطخر سے ...."

ثبیتہ :- "اچھا، اصطخر سے آیا تھا اور آبلہ میں آباد ہو گیا وہاں اپنی زرعی اراضی میں نبطیوں سے کام کرایا، اور اطرافِ عراق میں دُور دور تک کاروبار پھیلا دیا۔ یہ باتیں تو ہمیں معلوم ہیں۔ میں اسے خریدنا چاہتی ہوں، بولو اس کے کتنے پیسے ہوں گے؟"

یہ سُن کر سلام کا دل باغ باغ ہو گیا اور خوشی سے بالشتوں اُچھلنے لگا

سلام :- (مسکرا کر سنجیدگی اور بُردباری سے) "زیادہ پیسے نہیں لوں گا، اب تم سے کیا نفع لوں۔ بس اُتنے ہی پیسے دے دو جتنے میں میں نے

خریدا ہے، اور جتنی رقم اب تک اس پر صرف ہوئی ہے۔"
ثبیتہ: "آخر بتاؤ تو سہی کیا لو گے"، کچھ دیر تک دونوں میں بھاؤ تاؤ ہوتا رہا، اور پھر سودا ایک جگہ آکر طے ہو گیا۔ ثبیتہ غلام کو اپنے گھر لے آتی ہے۔ یہودی کو اس غلام سے بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن ثبیتہ کے فائدے کی تو حد و انتہا ہی نہیں۔ ثبیتہ کا نفع اشرفیوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ کیونکہ اس نے غلام کو تجارت کی غرض سے نہیں خریدا۔ بلکہ اس کا مقصد نیکی اور سلوک کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور ایک نیکی کا اندازہ اس بات سے لگا لو کہ وہ دنیا کی بادشاہت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ثبیتہ غلام کو گھر لا رہی ہے، اور دل ہی دل میں کہتی جا رہی ہے۔ تف ہے ایسی زندگی پر جس میں انسان انسان پر رحم نہ کھائے اور لعنت ہے ایسی دنیا پر جہاں طاقتور کمزور کو ہڑپ کر جائے۔ افسوس ہے اُن لوگوں پر جو کسی خاتون کے بچے کو اغوا کر لیں اور پتھر دل بن جائیں، اور لعنتی ہیں وہ لوگ جن کو بیکس عورتوں پر رحم نہ آئے جو اپنے ایسے لاڈلے کو کھو کر اور رو دھو کر بیٹھ جائیں جو ابھی پرورش کا محتاج ہے، نہ اُسے ماں کی خبر ہے اور نہ باپ کی اور نہ کسی اور عزیز و آشنا کی کہ اُس کی پناہ لے لے۔ اگر اسی طرح میرا بچہ

Marfat.com

ہوتا اور خدا نخواستہ لٹیرے حملہ کر کے میرے بچّے کو اغوا کر کے لے جاتے، توہائے اس وقت میرے دل پر کیا گذرتی اور چھاتی پر کیسے کیسے سانپ لوٹتے ہیں اپنے لال کی جدائی کیسے برداشت کرتی اور مجھے کیسے صبر و سکون آتا کیا میں اپنے لاڈلے کو بھول جاتی، اور عمر بھر میرا دل اسے نہ ڈھونڈھتا رہتا؟ ہائے ہائے اگر میرا بچّہ ہوتا اور خدا نہ کرے اسے ظالم اُٹھا کر وطن سے دور لے جاتے تو میری صبح و شام اسی کی یاد میں بسر ہوتی۔ میں سوتے جاگتے اُسی کو یاد کرتی رہتی۔ اپنی جان کو اُس کی خاطر گنوا دیتی، اور اُسی کے دھیان میں روتے روتے مر جاتی۔ مجھے اس زندگی میں کیا لطف آتا جو مجھے آٹھ آٹھ آنسو رلاتی، اور میرے لال کو مجھ سے چھین کر دشمنوں کے حوالے کر دیتی۔ جب ثبیتہ تصوّر کے اس مقام تک پہونچ گئی تو اُس کی آنکھوں میں بچے کی ماں پھرنے لگی۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر آنے لگا کہ ایک مظلوم ماں اپنے بچّے کو سینے سے لگائے ہوئے ہے، ایک لٹیرا آکر زبردستی اُس سے اُس کا بچّہ چھین لیتا ہے، ماں روتی دھوتی رہ جاتی ہے، ظالم بچّہ کو لے کر چمپت ہو جاتا ہے۔ ثبیتہ کی آنکھوں میں اس بپتا کی ماری ماں کی آہ و زاری

Marfat.com

ن کا دل ہلا دینے والا شور و شیون، اس کا تڑپنا، اُس کا منت
ماجت کرنا، اس کے دل کی نہ بجھنے والی آگ، اُس کی مامتا اور
ن کے نہ خشک ہونے والے آنسو بہہ رہے ہیں۔ پھر دل ہی
دل میں کہتی ہے کہ جب یہ بچہ کسریٰ کے ملک سے اغوا کر لیا گیا
ور کسریٰ کا لشکرِ جرار اس کو ظالموں سے نہ چھڑا سکا، تو ہم بیچارے
ری کس گنتی میں ہیں، یہ شہر تو پہلے ہی سے خوف زدہ ہے جس کو
اروں طرف سے یہودی اور دیہاتی گھیرے ہوئے ہیں، جس کے
شندے ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے پر ہاتھ صاف کرنے
و تیار رہتے ہیں، اور حوادثِ ایام سے کبھی محفوظ و مامون نہیں رہتے۔
ثبیتہ جب گھر پہونچ کر تھوڑی دیر سستا لیتی ہے تو بچے پر مامتا
بھری نگاہ ڈال کر اُس سے اُس کا دل بہلانے کے لئے ہنس ہنس کر
باتیں کرنے لگتی ہے۔ بچہ محبت و شفقت دیکھکر مانوس ہو جاتا ہے
اور اطمینان سے پیٹ بھر کر کھانا کھاتا ہے۔ پھر کچھ سوچ کر اپنے
دل ہی دل میں کہنے لگتی ہے، بھلا میں کیوں شادی کرنے لگی۔ خدا
نہ کرے ماں کی مامتا اور بچے کا تو یہ حشر ہے، ایسی شادی اور بچوں
سے میں بھر پائی۔ مجھے خون کے آنسو رونے کی کیا پڑی ہے جیسے اس
بچے کی ماں اور دوسری مائیں بچوں کے غم میں روتی ہیں۔

Marfat.com

اگر زمانہ سازگار ہوتا اور حالات اجازت دیتے تو ثبیتہ اپنی
زندگی کے ایام اِس فارسی بچے کی خیر خبر اور پرورش میں گذار دیتی
اور اسے اپنا بیٹا اور لاڈلا بنا کر رکھتی۔

ثبیتہ سالم کا ہر طرح کا خیال رکھ رہی ہے، اور محبت و شفقت
سے اس کی پرورش کر رہی ہے۔ آخر کار بچہ بڑا ہو جاتا ہے اور نہایت
ذکی ذہین اور سمجھدار ثابت ہوتا ہے۔ سالم اس یہودی کے اندازے
سے کہیں زیادہ مبارک اور بہتر ثابت ہوتا ہے۔ ثبیتہ سالم سے
بڑی محبت کرتی ہے، اور اس سے بڑی خوش ہے۔ اس بچے پر
اسے بڑا ناز ہے۔

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد ثبیتہ کے پاس اوس و خزرج
کے بڑے بڑے لوگوں کے پیام آتے ہیں، مگر وہ ایک ایک
کو ٹھکرا دیتی ہے۔ گرد و نواح کے شریف لوگوں نے بھی پیام ڈالے
مگر وہ شادی کرنے سے صاف انکار کر دیتی ہے، اور بچے کی پرورش
کا عذر پیش کر دیتی ہے۔

اسی طرح ہفتے اور مہینے گذر جاتے ہیں۔ ثبیتہ اپنے خیال
پر بدستور قائم ہے۔ اتفاق سے ایک قریشی قافلہ شام سے واپس
آتا ہوا یثرب سے گذرتا ہے اور کچھ ایام کے لئے آرام کرنے کی

Marfat.com

غرض سے یہاں ٹھہر جاتا ہے۔ اس قافلے میں ابو حذیفہ ہشیم بن عتبہ بھی ہے۔ ابو حذیفہ اہل یثرب سے ثبیتہ کی تعریفیں سن کر فریفتہ ہو جاتا ہے، اور جب وہ اس بچے سالم کا واقعہ سنتا ہے تو بے اختیار ہو جاتا ہے اس کے دل میں مزید چھان بین کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اس خیال سے ابو حذیفہ ثبیتہ کے قبیلے میں آکر ٹھہر جاتا ہے، اُن سے تبادلۂ خیالات کرتا رہتا ہے، اور اندر ہی اندر ثبیتہ کی محبت اس کے دل میں گھر کرتی جاتی ہے۔ اُس نے اب تک نہ ثبیتہ کو دیکھا ہے نہ اُس کی کوئی بات سنی ہے۔ البتہ لوگوں سے اس کی تعریف ضرور سنی ہے، جس سے اسے در پردہ محبت ہو گئی ہے۔ آخر ابو حذیفہ بڑے شوق و ذوق سے اپنا پیام بھیجتا ہے، ثبیتہ حسب دستور اُسے مسترد کر دیتی ہے۔ لیکن جب اسے ابو حذیفہ کا قریشیوں میں مقام و مرتبہ معلوم ہو جاتا ہے اور یہ تحقیق ہو جاتی ہے کہ ابو حذیفہ شریف، عزت دار قریشی ہے، علاوہ ازیں اس بیت اللہ کا مجاور و پاسبان بھی ہے جس پر حملہ کرنے کے لئے اصحابِ فیل آئے تھے اور خدا نے انھیں ذلیل و خوار کر کے نکال بھگایا، تو اس کا دل رفتہ رفتہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور ابو حذیفہ کا پیام قبول کر لیتی ہے۔ چنانچہ دونوں

کی رسمِ نکاح ادا ہو جاتی ہے۔ پھر ابو حذیفہ اپنی اہلیہ ثبیتہ اور اس کے غلام سالم کو ساتھ لے کر قافلہ کے ساتھ مکّہ واپس آ جاتا ہے۔ ابھی آئے ہوئے کچھ دن ہی گذرے تھے کہ وہ مکّہ میں نئی نئی باتیں دیکھتا ہے۔ ایک دن ابو حذیفہ صبح کو قریشیوں کی بیٹھکوں میں پہونچ جاتا ہے، پھر شام کو بھی جا کر شریک ہو جاتا ہے۔ اسے ان محلسوں میں بہت سی باتیں تو پہلے کی طرح نظر آتی ہیں۔ لیکن بہت سی باتوں میں تغیّر نظر آتا ہے۔ اس کی تمنا ہے کہ اسے پہلے کی طرح امن وچین سکون و دل جمعی اور اطمینان و تسلّی میسّر آئے۔ لیکن افسوس اُسے یہ قلبی اطمینان کسی قیمت پر بھی حاصل نہیں۔ وہ محسوس کر رہا ہے کہ ان محلسوں میں کچھ کمی سی ہے، اور مکّہ میں کوئی انقلاب سر اُٹھا رہا ہے۔ خدا ہی جانے وہ چھوٹا ہے یا بڑا۔ لیکن اُس نے قومی نظام کو درہم برہم کر رکھا ہے، جو محسوس تو ہوتا ہے لیکن اُس کی جڑیں نامعلوم ہیں۔ پھر وہ اپنے بعض دوستوں کو محلسوں میں ڈھونڈھتا ہے لیکن وہ نظر نہیں آتے۔ حاضرین سے پوچھتا ہے عثمان بن عفان اموی کہاں ہیں؟ طلحہ بن عبید اللہ تیمی نظر نہیں آرہے، اور میرے فلاں فلاں دوست موجود نہیں ہیں۔ آخر یہ لوگ کیوں نہیں آتے۔ لیکن لوگ کھُل کر جواب نہیں دیتے۔ بعض

Marfat.com

تو چُپ سادھ جاتے ہیں، اور بعض ایک مبہم سی بات کر کے خاموش ہو جاتے ہیں۔ ابو حذیفہ حیرت سے ہر ایک کا منھ تکتا رہتا ہے، اور اس کی بے چینی و بے قراری میں دم بدم اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے اُسے خیال آیا کہ میرے تمام دوست آخر مکے ہی میں تو ہیں، اُسے معلوم ہے کہ وہ حرم کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ اِس لئے وہ دل ہی دل میں کہتا ہے کہ میں براہِ راست ہر ایک سے کیوں نہ ملوں، کچھ نہ کچھ بات تو سامنے ضرور آ جائے گی۔ یہ سوچ کر وہ عثمانؓ کے گھر پہونچتا ہے، اور اُن کا دروازہ جا کھٹکھٹاتا ہے۔ عُمروں کے تفاوت کے باوجود دونوں میں گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ عثمانؓ چالیس سے آگے بڑھ گئے تھے، اور ابو حذیفہ ابھی تیس برس کا بھی نہ ہوا تھا لیکن ان دونوں میں بہت پُرانی اور گہری دوستی تھی، جسے رفاقتِ سفر نے اور بھی گہرا اور مضبوط بنا دیا تھا۔ حضرت عثمان اپنے دوست کا پرتپاک اور پرجوش استقبال کرتے ہیں اور خندہ پیشانی سے اُسے خوش آمدید کہتے ہیں۔ ابو حذیفہ عثمان میں بھی کچھ تغیر اور سنجیدگی رونما دیکھتا ہے۔

ابو حذیفہ: (چونک کر) ابو عمرو! میں تو جب سے آیا ہوں برابر قریش

مجلسوں میں تمہیں ڈھونڈھ رہا ہوں، تم تو عید کا چاند ہو گئے کہاں ہو اور کیا بات ہے، بیٹھکوں میں کیوں آنا جانا چھوڑ دیا؟

عثمان: "مجھے ان مجلسوں سے کوئی دلچسپی نہیں نہ میں ان باتوں کو پسند کرتا ہوں جو وہاں ہوتی رہتی ہیں۔"

ابو حذیفہ: "کیا آپ کو قوم کی کوئی بات ناگوار گذری۔ یا ان سے کوئی تکلیف پہونچی ؟" عثمان خاموش ہو جاتے ہیں اور جواب نہیں دیتے ابو حذیفہ پھر وہی بات دُہراتا ہے۔لیکن اِس بار بھی وہ خاموش ہی رہتے ہیں۔

ابو حذیفہ: "ابو عمرو! لات و عزیٰ کی قسم کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے، کچھ نہ کچھ ضرور دال میں کالا ہے۔" ابو حذیفہ کی قسم سُن کر عثمانؓ کی پیشانی پر بل پڑ گئے، اور انھوں نے منھ پھیر لیا۔ ابو حذیفہ نے غور سے اُن کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ تو دوست کے تیور بدلے ہوئے سے اور چہرے پر خفگی کے آثار سے نظر آئے۔ جو اس قسم سے پہلے نہ تھے۔

ابو حذیفہ: "ابو عمرو! ذرا سوچو تو ہم دونوں میں کتنا گہرا اور پُرانا رشتہ دوستی کا ہے، تم میرے دوست اور ہمراز ہو، اپنے دل کی بات مجھے بتا کیوں نہیں دیتے؟"

Marfat.com

عثمان: (انتہائی نرمی اور اطمینان والی آواز میں) "ابوحذیفہ! اگر دوستانہ تعلقات باقی رکھنا چاہتے ہو تو لات و عزیٰ اور جھوٹے دیوتاؤں کا ذکر مت کرو۔ لات و عزیٰ تمہارے کام آنے والے نہیں نہ ان سے تمہیں کچھ فائدہ پہونچ سکتا ہے۔" یہ سُن

یہ سُن کر ابوحذیفہ پیچ و تاب کھا کر اور دل ہی دل میں گھُٹ کر رہ گیا

ابوحذیفہ: "ہائیں تم بے دین ہو گئے، ابوعمرو!"

عثمان: (محبت بھرے اور مشفقانہ لہجے میں) "ابوحذیفہ! تم عجیب آدمی ہو، نہیں نہیں میں بے دین نہیں ہوا، میں تو سیدھی راہ پر چل پڑا ہوں، ماشاء اللہ تمہاری ابھی کچھ زیادہ عمر بھی نہیں ہے بیدار مغز اور ہوشیار ہو، جگہ جگہ کا پانی پی چکے ہو، تم نے ایک دُنیا دیکھی ہے، لوگوں کے حالات سے واقف ہو، مصائب و حوادث سے دوچار ہو چکے ہو، اور نشیب و فراز جانتے ہو۔ ذرا سوچو تو سہی، کیا یہ عقلمندی کی بات ہے کہ تمہارا جیسا شخص یا مجھ جیسا آدمی ان پتھروں اور لکڑیوں کے بُت پُوجے جنھیں انسان نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور اگر چاہے تو انھیں توڑ پھوڑ بھی سکتا ہے۔"

ابوحذیفہ: (کچھ سوچ کر) "ابوعمرو! آپ کی بات سر اور آنکھوں پر،

انتہائی دانشمندانہ بات ہے۔ لیکن دیوتاؤں کے بارے میں میں نے آج تک غور نہیں کیا، جیسا قوم کو دیکھا ویسا ہی میں بھی کہنے لگا

عثمانؓ:۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے، اب جبکہ ہدایت کھل گئی، اور حق بات ظاہر ہو گئی تو اب کیا دیر ہے؟

ابو حذیفہ:۔ دیر و یر کچھ نہیں، ہمیں حق کی پیروی کرنی پڑے گی اور ہدایت کی راہ پر چلنا پڑے گا، اچھا! اب کب محمدؐ کے پاس چلوگے؟

عثمانؓ:۔ اگر چاہو تو ابھی سیدھے چلو۔

آخر کار سالم کو ابو حذیفہ حضرت عثمان کے ساتھ سرکار رسالت کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو جاتے ہیں۔ مسلمان ہو کر ثبیتہ کے پاس آتے ہیں، اور انھیں بھی اسلام کی ترغیب دلاتے ہیں۔ وہ بھی مسلمان ہو جاتی ہیں، اور سالم بھی دونوں کی باتیں سن کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ اس طرح آج کی رات آنے سے پیشتر مکہ میں ایک اور اسلامی گھرانے کا اضافہ ہو گیا۔ اس گھرانے کو ابھی اسلام لائے ہوئے کچھ ہی دن گذرے ہوں گے کہ ثبیتہ کو معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام غلام آزاد کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور آزاد کرنے والوں کو اللہ کی مغفرت، رحمت اور رضامندی کی خوشخبری

Marfat.com

دیتے ہیں۔ یہ سنتے ہی ثبیتہ، اپنے فارسی غلام کو بلا کر کہتی ہیں:۔
ثبیتہ، سالم جاؤ میں نے اللہ کی رضا مندی کے لئے تمہیں آزاد کر دیا، اب تمہیں اختیار ہے جسے چاہو اپنا ولی بنا لو۔"
سالم:۔(ابو حذیفہ سے) "کیا آپ میرے ولی بن کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں گے؟
ابو حذیفہ:۔ (پیار سے) نہیں نہیں سالم، میں تمہارا ولی کیوں بننے لگا، میں نے تمہیں آج سے اپنا بیٹا بنا لیا، تم مجھے اپنا باپ سمجھو۔"

Marfat.com

Marfat.com

ہمیں جان و دل سے ہیں پیارے محمدؐ

محمدِ عربی کابروئے ہر دو سرا است
کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سرِ او

عبداللہ بن سُہیل اپنی ہمشیرہ سہلہ بنت سُہیل سے (جو ابو حذیفہ کی اہلیہ ہے) اپنے بہنوئی ابو حذیفہ کے گھر ملنے آتا ہے۔ سہلہ اپنے بھائی کا پُرتپاک خیر مقدم کرتی ہے، اور بڑی گرمجوشی سے اُس سے ملتی ہے، اور خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتی۔ بھائی اپنی بہن سے خلاف توقع غیر معمولی آؤ بھگت دیکھکر باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اور اُسے خوش کرنے کے لئے اپنی قوم اور اپنے خاندان کے دلچسپ واقعات چھیڑ دیتا ہے۔ عبداللہ کی باتوں سے پھول جھڑتے تھے اور جس طرح بزرگ اور عمر رسیدہ لوگ سُن کر خوش ہوتے تھے اُسی طرح نوجوان اور بچے سُن کر کھِل جاتے تھے۔ اس کی بہن بھی بڑے شوق سے اُس کی دلچسپ باتیں

سُنا کرتی تھی اور ہنستی رہتی تھی۔ کئی بار اُس نے ارادہ بھی کیا کہ وہ بھی اپنے بھائی کی باتوں میں شریک ہو کر گذرے ہوئے بچپن کے زمانے کی یاد تازہ کر لے۔ مگر نہ معلوم کیا سوچ کر چُپ سادھ لیتی ہے اور بھائی سے مزید باتیں کرنے کی فرمائش کرتی ہے۔ عبداللہ کو ایسا محسوس ہوا جیسے اُس کی بہن کچھ کھوئی کھوئی سی رہتی ہے۔ کبھی تو اُس کا دماغ حاضر رہتا ہے اور کبھی بالکل خود فراموش سی معلوم ہوتی ہے۔ اسے اپنی ہمشیرہ کی خود فراموشی اور دماغ کی حاضری پر بڑا تعجب ہوا لیکن عبداللہ نے یہ خیال اپنے دل ہی دل میں رکھا، اُس پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ حسب عادت بات چیت ہنس ہنس کر کرتا رہا، اور سُننے والوں کو بھی ہنساتا رہا۔ جب ایک طویل مدت تک اس سے باتیں کر لیں، تو اب گھر جانے کے ارادے سے اُٹھا۔ اُس کی ہمشیرہ بھی رخصت کرنے کے لئے دروازے تک آئی۔ عبداللہ نے بہنوئی کا گھر چھوڑنے سے پہلے اپنی ہمشیرہ کی طرف جھک کر اُسے گلے لگانے اور چوم لینے کا قصد کیا۔ سہلہ بھائی کا عزم بھانپ کر گھبرا سی گئی اور پیچھے کھسک گئی۔ یہ ماجرا دیکھ کر عبداللہ حیرت و استعجاب میں غلطاں و پیچاں اُسے تکنے لگا، اور وہ بھی گھبرائی گھبرائی نگاہوں سے عبداللہ کو دیکھنے لگی۔ آخر عبداللہ اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا اور سہلہ حیران

Marfat.com

دیر پریشان کھڑی سوچنے لگی کہ اب کیا کرنا چاہئیے۔ آخر تھوڑی دیر کے بعد عبداللہ اس سکوت کو توڑتا ہے:

" سہلہ! آج تمہاری کچھ عجیب سی حالت معلوم ہو رہی ہے۔ کیا تم نے کل ہجرت کا پکا ارادہ کر لیا ہے؟"

سہلہ: (گھبرا کر) "کیسی ہجرت؟"

عبداللہ: (ہنس کر) "جیسے تم کچھ جانتی ہی نہیں، ابھی دودھ پیتی ہو، کیسی بھولی بھالی اور سیدھی سادی ہو، بھائی سے کیا چھپا رہی ہو؟ ہجرت کی خبر تو الم نشرح ہو چکی، ہر شخص کی زبان پر ہجرت ہے۔ قریشی اپنی مجلسوں میں اسی کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس بات سے بچہ بچہ واقف ہے۔ اگر قریشی سردار چاہتے تو محمد کے ساتھیوں کو ہجرت نہ کرنے دیتے مگر وہ ان سے تنگ آ گئے ہیں، اور ان کا ہجرت کر جانا ہی بہتر جانتے ہیں، وہ محمدؐ سے اور ان کے ساتھیوں سے تنگ آ گئے غلاموں اور حلیفوں کو سزائیں دیتے دیتے تھک گئے مگر وہ کم بخت مانتے ہی نہیں۔ اب قریشی سردار بڑے پریشان ہیں ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا، آخر کریں تو کیا کریں، اس لئے ان لوگوں کی ہجرت سے وہ خوش ہیں، بلکہ ان کا تو یہ کہنا ہے کہ ہجرت سے ہمارے سر سے بلا ٹل رہی ہے اور ہمیں سکون خاطر اور دلجمعی نصیب

ہو رہی ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ وہ محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں سے بے خبر ہیں، منٹ منٹ کی خبر رکھتے ہیں۔ رات بھر پہرہ دے دے کر کاٹ دیتے ہیں۔ اگر یہ لوگ چاہیں تو ان کی ناکہ بندی نہایت آسانی سے کر سکتے ہیں، رہے غریب غربا تو اُن کی قریشیوں کو پرواہ ہی نہیں۔"

سہلہ اپنے بھائی سے یہ تمام باتیں نہایت غور سے سُن رہی تھی، اور اس کا چہرہ خوف، دہشت اور رنج و غم کی ترجمانی کر رہا تھا، کبھی تو اس کا چہرہ فق ہو جاتا اور کبھی کھل کھلا اُٹھتا مگر خاموش کھڑی سُنتی ہی رہی۔

عبداللہ: "غالباً تمہارا اور تمہارے شوہر کا یہ خیال ہے کہ قریشی تم سے بے خبر ہیں، نہیں نہیں، ایسا نہیں ہے، تم لوگوں نے تو ان پر نیند بھی حرام کر رکھی ہے۔ تمہیں خبر کیا ہے عتبہ اور ولید ابو حذیفہ کے حالات سے اس طرح واقف ہیں جیسے سہیل اور عبداللہ اپنی سہلہ کی ہر ہر بات سے خبردار ہیں۔ اور یہ دو توں ہی نہیں بلکہ سارے قریشی تم دونوں کی سرگرمیوں اور ارادوں سے رتی رتی واقف ہیں۔ جیسے تمہارے ابا جان واقف ہیں۔ البتہ تمہیں یہ خوش خبری سنائے دیتا ہوں کہ وہ تمہیں تمہارے

Marfat.com

باپ اور بھائیوں کے لحاظ سے ہجرت سے نہیں روکیں گے۔
خود ہمارا بھی تمہاری راہ میں حائل ہونے کا خیال نہیں کیونکہ تم
ہمارے عزیز ہو اور ہم دل و جان سے تمہیں چاہتے ہیں۔ ہمارے
دل کی گہرائیوں میں تمہاری محبت ہے لیکن پھر بھی ہمیں تمہاری یہ
پوشیدہ زندگی گوارا نہیں، تم کب تک اس طرح چھپ چھپ کر
زندگی گذاروگے، اور کب تک تنگ و ترشی کے ساتھ زندگی
کے دن بتاؤگے۔ ہمیں تو اس بات کی مسرت ہے کہ تم ہجرت
کرکے جہاں جاؤگے۔ امن و امان سے اور آسائش و آرام
سے آسودہ حال اور فارغ البال رہوگے۔ اگر تمہیں بے خوف
ہوکر اطمینان سے روزی ملے تو ہمارا کیا حرج ہے۔ اگر قریشی یہ بات
نہ کہتے کہ ہبیل کمزور ہے بیٹی کی جدائی برداشت نہ کرسکے گا۔

تو میں اس وقت تنہا تم سے ملنے نہ آتا بلکہ تمہارے والد بھی ضرور
میرے ساتھ ہوتے اور جدائی سے پہلے ایک نظر تمہیں دیکھکر
اپنے گہرے غم کو ہلکا کردیتے اور تم سے آنکھیں ٹھنڈی کر لیتے
آہ جدائی بھی ایسی جدائی جس کی مدت نامعلوم، جس کی مدت کی
خبر نہیں کہ مہینے دو مہینے کی ہے یا سال دو سال کی یا ہمیشہ ہمیش
کی ہم سب کو جدائی کا آغاز معلوم ہے لیکن اس کے انجام سے

Marfat.com

بے خبر ہیں۔ مجھے اپنے بارے میں قریشیوں کی قیاس آرائیوں کی ذرا
بالکل پرواہ نہیں، میں تو اُن کے غصہ کو عین ٹھنڈک اور اُن کی نظر
حقارت کو نظرِ عظمت سمجھتا ہوں، تم نے میری ساری رام کہانی
سُن لی۔"

سہلہ: (لرزتی ہوئی آواز میں) "ہاں، بھائی جان، خوب سُن لی۔"

عبداللہ: (سنجیدگی سے) "اچھا، تو اب کیا خیال ہے؟"

سہلہ: "بھائی جان! آپ نے غور کیا ہوگا کہ جب سے آپ تشریف
لائے ہیں، آپ ہی اپنی باتیں کئے چلے جا رہے ہیں، میں نے تو آپ
کی کسی بات کا جواب ہی نہیں دیا۔"

عبداللہ: (نہایت متانت سے) "ہاں، اسی بات نے تو مجھے تعجب میں
ڈال دیا ہے، میری سمجھ میں اب تک تمہاری گھبراہٹ کا سبب نہ
آسکا۔ جب میں تم سے گلے مل کر رخصتی بوسہ دینا چاہ رہا تھا تو تم
گھبرا سی گئی تھیں، اور پیچھے کو کھسک گئی تھیں۔ آخر اس کا کیا
مطلب تھا۔ بتاؤ تو سہی۔"

یہ سُن کر سہلہ اپنی ہنسی کو مشکل سے ضبط کر کے بولی:۔

"بھائی جان! بُرا نہ ماننا آپ مشرک ہیں اور مجھے مشرکوں کا
چھونا گوارا نہیں۔"

Marfat.com

عبداللہ:- (کمال متانت سے) "تو کیا محمدؐ کی محبت اور اُن کے دین کی محبت نے تمہیں یہ سکھایا ہے کہ تم اپنے بھائیوں سے نفرت کرو-؟"

سہلہ: (کمال سنجیدگی سے) "جب ہمیں اپنے پیارے رسول سے اور ان کے دین سے انتہائی محبت ہے اور ہمارے باپ بھائی مشرک ہیں، تو ان سے نفرت کرنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ بھائی جان! یقین مانو، ہمیں اپنے باپ سے، ماں سے، بھائی سے اور ہر رشتہ دار سے، بلکہ خود اپنی جان سے کہیں زیادہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے، خدا کی قسم وہ تو ہمیں دنیا و مافیہا سے زیادہ پیارے ہیں۔

محمدؐ کی محبت جزوِ ایماں، جانِ ایماں ہے
محمدؐ کی محبت روحِ ایماں، شانِ ایماں ہے

تم نے ابھی ابھی فرمایا تھا کہ قریشی ہماری ہجرت سے خوش ہیں اور مسرت کے شادیانے بجا رہے ہیں۔ خدا کی قسم ہم ہجرت سے ایک سکنڈ کے لئے راضی نہیں۔ اگر ہمارے محبوب پیغمبر ہم کو ہجرت کا حکم نہ فرماتے تو ہم آپ ہی کی خدمت میں رہ کر ہر طرح کے دُکھ، تکالیف اور سزائیں خوشی خوشی برداشت کر لیتے اور ہر قربانی کے لئے تیار رہتے۔ خاک پڑے اس آسائش پر اور خوشحالی پر

Marfat.com

جو آپ سے دُور رہ کر میسر آ لے، اور تف ہے ایسے آرام
آپ سے بچھڑ کر ہاتھ آئے ؂

دم نکل جائے تو چھوٹوں غم کے ہاتھوں سے کہیں
خاک ایسی زندگی پر ہم کہیں اور تم کہیں

آپ کے پاس رہ کر ہر تکلیف عین راحت ہے، اور آپ سے جدا ہو کر دنیا بھر کی راحت درحقیقت کلفت ہی کلفت ہے۔"

عبداللہ: (متعجب ہو کر سوچتا ہے) "اچھا، تو یہ بات ہے، محمد تمہیں ہر چیز سے پیارے ہیں؟"

سہیلہ: (متانت و سنجیدگی سے) "بھائی جان! تمہیں اس محبت کی حلاوت معلوم نہیں، اگر تم بھی ہماری طرح ان سے محبت کرنے لگو تو تمھارا دل بھی اس کی مٹھاس سے آشنا ہو جائے، اگر تم بھی انہیں چاہنے لگو تو پھر تمہیں اندازہ ہوگا کہ یہ کیسی بیش بہا دولت ہے ہائے اس محبت کی تو قیمت ہی خندہ پیشانی سے چرکے پر چرکے کھاتے رہنا اور اُف تک نہ کرنا ہی ہے۔ جب تم اس وادی میں قدم رکھو گے تو اس محبت کی خاطر ٹھوکروں میں بھی لذت پاؤ گے ایک محب کے لئے محبوب کی خاطر پتھر بھی پھول ہیں۔ یہاں پتھروں کی بارش ہوتی ہے پھولوں کی نہیں۔"

Marfat.com

اتنے میں ابو حذیفہ بھی آجاتے ہیں۔ عبداللہ کو ایک گہرے فکر میں ڈوبا ہوا پاتے ہیں، اور سہلہ کو اس کے پاس چپ چاپ کھڑا ہوا دیکھتے ہیں جو عبداللہ کو محبت بھری اور مؤثر نگاہوں سے تک رہی ہیں۔ ابو حذیفہ نے پہلے تو اپنی رفیقۂ حیات پر نگاہ ڈالی پھر اُن کے بھائی کو غور سے دیکھا اور پھر اونچی آواز سے فرمانے لگے:-

"سہلہ کیا مجھے بتا سکو گی کہ خدا نے تمہارے بھائی کے دل پر سکینت نازل فرما دیا؟" ابو حذیفہ نے بے صبری اور بڑے اشتیاق سے پوچھا۔ ابھی سہلہ جواب بھی نہ دینے پائیں تھیں کہ عبداللہ فوراً بول پڑا:

"سکینت.... سکینت.... یہ آخر ہوتی کیا ہے۔ تمہاری زبانوں پر چند مرعوب کن الفاظ جاری ہو گئے ہیں جن سے ہمارے کانوں کو کھڑکھڑاتے رہتے ہو۔ لیکن ہم اُنھیں خاک بھی نہیں سمجھتے! ابھی یہ کہا جارہا تھا کہ اللہ کے نبی ہمیں سب سے پیارے ہیں، اور ابھی تم ان سے یہ پوچھ رہے ہو کہ کیا خدا نے میرے دل پر سکینت نازل فرما دیا؟ خدارا مجھے بتا دو کہ یہ سکینت کیا چیز ہے۔ محمدؐ نے تم پر جادو کر کے تمہارے دلوں کو ایسا گرویدہ بنا لیا کہ اب ان میں خونی رشتوں کی بھی گنجائش نہیں رہی۔"

Marfat.com

ابوحذیفہ نے کہا: نہیں نہیں، جادو وادو کچھ نہیں، یہ سب توہمات ہیں، اُنھوں نے ہمارے دلوں پر کچھ نہیں کیا، البتہ گمراہی سے ہمیں بچالیا، گندے عقیدوں اور ناپاک خیالات سے پاک وصاف بنادیا اب ہمارے دلوں پر سکینت اُتر آئی ہے، اور وہ سورج کی طرح روشن ہوگئے ہیں۔ ان میں ایمان، یقین، اعتماد اور توکل پھیل گیا ہے اور وہ پاکیزہ خیالات کے نشیمن بن گئے ہیں، اب خوف، رعب شکوک، شبہات، اوہام اور نااُمیدیوں کا وہاں گذر نہیں ہوتا۔

پھر ابوحذیفہؓ نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں:۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُونَ ۝ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ یونس ۱۰

جو لوگ ہم سے ملنے کا یقین نہیں رکھتے اور دُنیوی زندگی پر مطمئن ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بے خبر ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا اُن کے عملوں کی وجہ سے آگ ہے

عبداللہ یہ آیتیں سُن کر پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اُس کے بدن کا رُواں رُواں کھڑا ہوگیا۔ اُس کا بدن کانپنے لگا اور اُس کا دل

Marfat.com

زور زور سے دھڑکنے لگا۔ پھر ابو حذیفہ یہ آیتیں تلاوت فرماتے ہیں:-

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ○ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

(یونس - ۱۰-۱۰)

یقین مانو جو لوگ ایمان لے آئے اور اُنھوں نے نیک کام کیے، اُن کا رب اُنھیں اُن کے ایمان کی وجہ سے ان کے مقصد تک پہنچا دے گا، یعنی چین والے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اُن کے منھ سے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ نکلے گا۔ اور اُن کی باہمی دعا السلام علیکم ہوگی۔ اور اُن کی اخیری بات الحمد للہ رب العالمین ہوگی۔

پچھلی آیتیں سُن کر عبد اللہ کو تسکین ہوئی، گھبراہٹ دُور ہوئی اطمینانِ قلب میسّر آیا۔ "اے دل مبارک ہو تجھ پر بھی ان کی سکینت اُترنی شروع ہوگئی ہے۔ ابو حذیفہ اپنے محبوب نبیؐ کے پاس مجھے بھی لے چلو، میں بھی یہ مبارک کلام ان سے پڑھ لوں۔" عبد اللہ

Marfat.com

نے ابو حذیفہ کی طرف دیکھکر اور مُسکرا کر ظریفانہ انداز میں کہا۔
عبداللہ سرکارِ رسالت کے دربار میں ہیں، ابو حذیفہ بھی ساتھ
ساتھ ہیں کہ اچانک کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
وَاَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰه پڑھکر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ سبحان اللہ
صبح کو کافر اور شام کو مسلمان۔ آج عبداللہؓ سہلہؓ، ابو حذیفہؓ اور سالم
سے قرآن پاک سیکھ رہے ہیں۔ جب رات کو گھر جانے کا عزم کرتے
ہیں تو اُن کی ہمشیرہ پوچھتی ہیں:۔

"بھائی جان! کیا آپ بھی ہمارے ساتھ ہجرت کریں گے؟"
عبداللہؓ:۔ (کچھ آزردہ ہو کر) "کیوں نہیں، بھلا تم سے دور رہ کر کس طرح
زندگی کے دن کاٹوں گا۔ لیکن ایک رکاوٹ ابھی ہے۔ میں نے
آج ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قرآن سُنا ہے، اور آج
ہی گفتگو کا شرف حاصل کیا ہے۔ میری تمنا ہے کہ کچھ دنوں آپ کی
خدمت میں رہ کر کچھ فیض اُٹھاؤں۔ اس لئے تم خیر سے جاؤ
خُدا حافظ۔ ہم بھی کبھی نہ کبھی تم سے مل ہی لیں گے۔"

ابو حذیفہ، سہلہ اور سالم کو لے کر مسلمانوں کے قافلے کے ساتھ
نجاشی کی سرزمین میں چلے جاتے ہیں۔ پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد
دوسرا قافلہ روانہ ہوتا ہے جس میں عبداللہ بھی ہوتے ہیں۔

Marfat.com

سہیل کو بیٹے کی جدائی کا اس قدر صدمہ ہوا کہ اُس نے قومی بیٹھکوں میں آنا جانا بند کر دیا۔ دن بھر گھر میں بیٹھکر اس کو یاد کرتا، اُس کے فراق میں روتا رہتا اور رنجور و مغموم بیٹھا رہتا، جیسے کوئی قیمتی چیز کھو گئی ہو اور دل اُسے ڈھونڈھ رہا ہو۔ جب سہیل کافی عرصے تک قریشیوں کی آنکھوں سے اوجھل رہا تو انھیں فکر ہوئی اور اس کا حال معلوم کرنے کا عزم کیا۔ چنانچہ عتبہ، شیبہ اور ابوجہل تینوں سہیل کے گھر پہونچ کر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ سہیل کا دل نہیں چاہتا تھا کہ انھیں اندر بلائے، مگر اُن کے حقوق کو نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مجبوراً اندر بلا لیتا ہے۔ تینوں سردار سہیل کی حالت دیکھکر ٹھٹک کر رہ جاتے ہیں۔

عتبہ ناصحانہ انداز میں بولا: ابو عبداللہ! تم نے یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے، بڑے افسوس کی بات ہے۔ اتنا بھی صدمہ کس کام کا میرا بھی تو بیٹا چلا گیا ہے، مجھے تو اس کے جانے کا ذرا بھی صدمہ نہیں!"

سہیل: "افسوس! اس فتنے کا سرغنہ تمہارا بیٹا ہی تو ہے، ساری شرارت اُسی کی ہے۔ کم بخت نے میری بیٹی کو بھی بے دین بنا دیا۔ اور میرے بیٹے کو بھی، اور دونوں کو لے کر حبشہ کی طرف چمپت ہو گیا۔"

Marfat.com

ابوجہل نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "میں اسی دن کو روتا تھا اگر قریش کو اپنے بے وقوفوں کو سیدھا کرنا آتا ہوتا تو آج تم دونوں کی یہ گت نہ بنی ہوتی۔ اگر قریش میری بات مان جاتے تو میں اس گندے درخت کی جڑ تک اُکھاڑ پھینکتا۔"

شیبہ نے کہا: "ابوالحکم! ذرا عقل کے ناخن لو اور سوچ سمجھ کر بات کرو ابھی اس کام کا وقت نہیں آیا۔"

آخر کار یہ لوگ سہیل کو باہر لے گئے اور اُس کے غم غلط کرنے کی کوشش میں لگے رہے۔ دن بیتے، پھر ہفتے بیتے، اور پھر مہینے بیتے۔ کافی دنوں کے بعد ایک دفعہ چند مہاجر مکہ آتے ہیں۔ بعض تو ڈنکے کی چوٹ اپنی واپسی کا اعلان کر دیتے ہیں اور بعض اس بات کو چھپاتے ہیں۔ ان لوگوں میں عبداللہ بن سہیل بھی تھے۔ جب اُن کے باپ کو اُن کے آنے کی خبر ملتی ہے تو وہ ان کا بڑی گرم جوشی سے پرتپاک خیر مقدم کرتا ہے، بڑے شوق سے ملاقات کرتا ہے، اور دل بہلانے کے لئے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگتا ہے لیکن عبداللہ زیادہ کھل کر بات نہیں کرتے اور اپنے ایمان و یقین پر قائم رہتے ہیں۔ جیسے انھیں اپنے باپ کی باتوں سے کوئی دلچسپی ہی نہیں موقعہ غنیمت سمجھ کر سہیل ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے

ر اچانک اس کے کرنیل نوجوان غلام عبداللہ کو گھیر لیتے ہیں۔
ور انھیں باندھکر ایک تہہ خانے میں بند کر دیتے ہیں۔ پھر ان پر
ن کا باپ طرح طرح کی سزاؤں کا دروازہ کھول دیتا ہے ؎

تیر پر تیر چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے
سینہ کس کا ہے مری جان جگر کس کا ہے

Marfat.com

Marfat.com

جور و ستم کا ریکارڈ توڑ دیا!

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے
بادلو! ہٹ جاؤ دیدو راہ جانے کے لئے

بلدۂ طیبہ کی پوری تاریخ پڑھ جاؤ مگر تمہیں آج جیسا کوئی دن نہیں ملے گا۔ پھر اس کے بعد بد سے بدتر ہی دن آتے چلے گئے۔ یہ امن والا شہر اپنی امن و امان کے لئے مشہور عالم تھا۔ یہاں کے باشندے سیدھے سادے اور پُرامن ہو کر زندگی کے دن گذار رہے تھے۔ نہ ان میں عیاری، مکاری اور چالبازی تھی اور نہ وہ کسی کی طرف سے دلوں میں کینہ، بغض اور عداوت رکھتے تھے۔ تمام دن اپنے اپنے کاموں میں ہنسی خوشی مصروف رہتے اور بے خوف ہو کر آرام سے سو جاتے۔ مال و دولت پیدا کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتا تھا، اور عزت و سربلندی کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے کا ارادہ رکھتا

لیکن کوئی کسی کو ستاتا نہیں تھا، اور نہ کوئی کسی کا دل دکھاتا تھا۔ اُن کے سارے کام آرام و سکون سے چل رہے تھے۔ شہر میں کہیں بدنظمی نہ دکھائی دیتی تھی اور نہ کوئی کسی کو مارتا پیٹتا تھا۔ ان کے سارے معاملات بڑی خوش اسلوبی اور پورے عدل و انصاف کے ساتھ طے پاتے، اگر آپس میں جھگڑا بھی ہو جاتا تو زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کو تھوڑا بہت بُرا بھلا کہہ لیتا، اور اس مقرر حد سے آگے نہیں بڑھتا تھا۔ لیکن لڑ جھگڑ کر پھر شیر و شکر ہو جاتے اور ایک دوسرے پر جان چھڑکنے لگتے۔ گرد و نواح کے عرب اور خانہ بدوش قبائل مکے والوں کی زندگی پر رشک کرتے تھے اور اُن کی عظمت کے لیئے اُن کے دل جھک جاتے تھے۔ سارا ملک مکہ والوں پہ گرویدہ اور فریفتہ تھا اور ان کے پاس بڑی بڑی امیدیں لے کر آتے تھے۔ آخر کار یہ مقدس شہر اور اُس کے گرد و نواح کا پورا علاقہ امن والا حرم کہلانے لگا جہاں ڈرائے ہوئے لوگ آکر پناہ لیتے اور مظلوم کو اس کا حق دلایا جاتا لیکن آج کا دن مکے اور مکے والوں کے لیئے وہ کلنک کا داغ ہے جو ان کی پیشانی سے دھویا نہیں جا سکتا، اور فلک کج رفتار بھی ان پر ہنسنے لگتا ہے۔ آج آفتاب عالم تاب اپنی سنہری آتشین کرنوں سے مکہ کے پہاڑوں

Marfat.com

ٹیلوں اور بیابانوں سے اٹھکھیلیاں کر رہا ہے۔ لیکن اس کی دل لگی میں غیظ و غضب کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اس کی آتشیں کرتوں سے کینہ و عداوت کی آگ اٹھ رہی ہے۔ اس کی ہنسی کیا ہے، قہر و عتاب کا ایک نمونہ ہے اور اس کی مسکراہٹ نہیں بلکہ مکینوں کے لئے تباہ و بربادی کا ایک پُرامن پیغام ہے۔ ان مکینوں کے دل کوئلے کی طرح سیاہ فام ہو چکے ہیں جن پر ضلالت کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں چھا گئی ہیں اور مکر و فریب اور تمرّد و سرکشی کا برسوں کا رنگ چڑھا ہوا ہے، ان لوگوں نے چند معصوم اور بے گناہوں پر وہ وہ ستم توڑے جنھیں سُن کر ہی بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے۔ آج قریشی سردار علی الصباح اپنی اپنی بیٹھکوں میں جا پہونچتے ہیں اور حسب معمول باتوں میں لگ جاتے ہیں۔ مگر چند حضرات نہ مسجد میں آتے ہیں نہ مجلسوں میں پہونچتے ہیں، نہ کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں، نہ شکار ہی کو جاتے ہیں اور نہ کھیل کود ہی میں لگتے ہیں بلکہ ان تمام باتوں سے یکسو ہو کر وہ ایک اور ہی دھن میں لگ گئے ہیں۔ صبح کو قیدیوں کی سزاؤں کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں، دوپہر کو ان پر مظالم ڈھا رہے ہیں، اور شام کو اپنے کارناموں کو مزے لے لے کر بیان کر رہے ہیں۔ جہاں سارے قریش

Marfat.com

جمع میں اور بڑی دلچسپی سے سُن رہے ہیں۔ آج مکہ میں گھر گھر یاسر، آلِ یاسر، خباب اور بلال کا ذکر چھڑا ہوا ہے۔ ان چند مظلوم بے بس اور بے گناہوں پر ظالم قریشیوں نے جو ظلم و ستم توڑے ہیں ہر شخص کی زبان پر ان ہی کا ذکر ہے۔ ان بہتوں کے بارے میں قریشیوں کے نظریئے مختلف ہیں۔ اکابر قریش اور عقلاء تو ابو جہل کی اس ذلیل حرکت کو انتہائی شرمناک اور ظلم و ستم کا بدترین نمونہ سمجھتے ہیں مگر یہ سوچ کر انھیں اطمینان ہو جاتا ہے کہ اس سختی اور لے دے سے محمدؐ اور آپ کے ساتھی مرعوب ہو جائیں گے اور اپنی خطرناک راہ چھوڑ کر امن و سلامتی کی راہ اختیار کرلیں گے۔ علاوہ ازیں آئندہ حلیف اور غلام بے دین ہونے سے باز رہیں گے۔ کیونکہ وہ ان روح فرسا اور جگر دوز مظالم کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیں گے جو بے دینوں، محمدؐ اور آپ کے ساتھیوں کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ گویا اکابر کے ضمیر تو ان شرمناک مظالم کی مذمت کر رہے ہیں دل خاموش ہیں اور زبانیں انھیں سراہ رہی ہیں۔ لیکن قریش کا نوجوان طبقہ ان مظالم سے خوش ہے۔ ان میں ان کی دل لگی کا سامان موجود ہے۔ اُن کی تفریح طبع کا یہ ایک اچھا وقت ہے اُن کی خوش طبعی کے لئے یہ ایک بہترین موقعہ ہے جس میں مشغول

Marfat.com

ہو کر وہ اپنے تلخ اوقات کو پُر بہار، اور ہنس ہنس کر گذار رہے ہیں۔ اِس قسم کی بیہودگیوں کے یہ لوگ عادی ہیں۔ ان کم بختوں کی گھُٹی میں شرارت، فطرت میں خباثت اور عادتوں میں رذالت پڑی ہوئی ہے۔ بدمعاش اور غنڈے نیکی سے زیادہ بدی کو پسند کرتے ہیں۔ اور دوسروں کی تکالیف و مصائب میں اُنھیں بڑا مزا آتا ہے۔ یہ کم بخت جب دوسروں کو تڑپتا ہوا، بلکتا ہوا۔ شور و فغاں کرتا ہوا اور چیختا چلاّتا ہوا دیکھتے ہیں تو لطف و مسرت کے مارے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ عموماً نوجوان کی عقلیں خام، عادتیں چھچھوری اور طبیعتیں گرم و پر جوش ہوتی ہیں۔ بسا اوقات کمینگی اور اوچھا پن ان سے ظاہر ہوتا رہتا ہے، بے گناہوں کو دُکھوں اور مصائب میں مبتلا کر کے اُن کی کرب و بے چینی دیکھکر اُنھیں بڑا لطف آتا ہے۔ جیسے یہ درد ناک مناظر اُن کی آنکھوں اور دلوں دلوں کے لئے تفریح کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔ ظالم یہ نہیں سوچتے کہ کہیں کل کلاں کو اسی قسم کے مصائب اُن پر نہ ٹوٹ پڑیں ممکن ہے ایسی ہی کرب ▪ بے چینی، ایسی ہی تلملاہٹ اور ایسی ہی چیخ و پکار سے اُنھیں بھی واسطہ پڑ جائے، اور حریفوں کو اُن پر بھی ہنسنے کا اور اُن کا مذاق اُڑانے کا موقع مِل جائے۔ اگر ظالم

Marfat.com

یہ سوچ لے کہ اگر وہ مظلوم کی جگہ ہوتا تو اس پر بھی یہی آفتیں ٹوٹتیں جو ان بے چارے مظلوموں پر ٹوٹ رہی ہیں۔ تو وہ ایک حد تک لوگوں کے ستانے سے اجتناب کرنے لگتے۔ انسان جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اسے دوسروں کے لئے پسند کرنی چاہیئے۔ یہ تو رذالت ہے کہ کڑوا کڑوا تھو تھو، اور میٹھا میٹھا ہپ ہپ۔ بہر حال نوجوان قریشی ابو جہل کی جدت طبع اور ستم تراشی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ پھر مظلوموں کے صبر و تحمل اور اُن کے ضبط و برداشت کی بھی تعریف کرتے رہے۔ انھیں اس بات کا بڑا تعجب تھا کہ ایک مسلمان ہر قسم کی تکلیف کس طرح کمال صبر و ضبط سے ہنس ہنس کر برداشت کر لیتا ہے، اور اپنے ابرو پر بل تک نہیں آنے دیتا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ بیچاروں کی تلملاہٹ، کسمساہٹ اور مرغِ بسمل کی طرح تڑپ کو بیان کر کے ٹھٹھے مارتے اور بجائے ہمدردی اور دل سوزی کے دانت پھاڑ دیتے۔

حارث: (عکرمہ سے) "تم سمیہ کو نہیں دیکھتے، جب اس پر تڑا تڑ اور لگاتار کوڑے پڑتے ہیں تو کیسی کیسی تلملاتی ہے اور بسمل کی طرح لوٹ پوٹ ہو جاتی ہے۔ لیکن کمال ہے، منہ سے اُف تک نہیں کرتی، نہ روتی دھوتی ہے اور نہ واویلا کرتی ہے۔" تم نے غور نہیں کیا

ہم اپنے ہاتھوں کے اشاروں سے اسے ڈرا دیتے تھے، جدھر اشارا کرتے اُسی پل گر جاتی تھی پھر تڑا تڑ کوڑے پڑتے تو ایسی اکڑ کر زمین سے اُٹھتی جیسے کسی نے کسی کو لوہے کے آنکڑے سے زمین سے اُٹھا لیا ہے۔ وہ منظر قابلِ دید ہوتا تھا اور ہم ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے۔ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے تھے اور آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔ کتنا پُر لطف تھا وہ نظارہ!"

عکرمہ: "مجھے تو سب سے زیادہ تعجب اس کے بوڑھے بھولنس شوہر پر آ رہا ہے۔ ہم نے کوڑے مار مار کر اُس کی بوٹیاں اُڑا دیں اور جگہ جگہ سے اس کا جسم جلا دیا کہ ہمارے دیوتاؤں کو بُرا بھلا نہ کہے، مگر میرے والد اپنے اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے جتنی اس کی سزائیں بڑھتی جاتیں اُسی انداز سے وہ ہمارے دیوتاؤں کی مذمت کرتا جاتا اور ان کا مذاق اُڑاتا۔ عمار تو بالکل خاموش اور گم سُم تھا، اُس کا جسم مار کھاتے کھاتے بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ مگر اس وقت بھی اُس کے ہونٹوں پر غضب کی مسکراہٹ تھی جو تلخ و شیریں دونوں پہلو لئے ہوئے تھی۔ خدا ہی جانے مسرت کی نشانی تھی یا غیظ و غضب کی مگر اس کی یہ انوکھی

Marfat.com

مسکراہٹ اُس کے لبوں سے زیادہ میرے دل پر کندہ ہو گئی
میں اسے بھولتا ہی نہیں، شاید عمر بھر نہ بھولوں۔"

صفوان بن امیّہ: "اگر تم بلالِ حبشی کو دیکھ لیتے تو ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ چند نوجوان بلال کے ہاتھ پاؤں پکڑے ہوئے اُسے اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ جیسے تکا بوٹی کر کے آپس میں بانٹنا چاہ رہے ہوں۔ لیکن کمال ہے، ضبط ہو تو ایسا ہو۔ ع

لبوں پہ نہ شکوہ زباں پر نہ آہ

مجال ہے جو اُف تک بھی کی ہو۔ اَحَد اَحَد کی وہی ایک رٹ تھی، جو اُس کی زبان سے بے ساختہ نکلی چلی جا رہی تھی۔"

خالد: "مجھے تو صہیب پر تعجب ہے، بیچارہ آگ میں جلایا جا رہا تھا اُس کا جسم نیزوں سے چھلنی کیا جا رہا تھا اور اُوپر سے تڑا تڑ کوڑے پڑ رہے تھے، لیکن پھر بھی وہ بہادر اس طرح ان سے باتیں کرتا جاتا تھا، جیسے اُسے کسی بات کی پرواہ ہی نہیں۔ کبھی کبھی جب مار شدت اختیار کر لیتی تو غریب کی زبان بند ہو جاتی، پیشانی سے پسینہ بہنے لگتا اور پھر ذرا ہوش آتے ہی وہی بے فکری کی باتیں کرنے لگتا۔ گویا کسی نے اُسے مارا ہی نہیں۔ جسم پر کوڑوں کی بارش ہو رہی ہے، آگ میں جلایا جا رہا ہے، اور گرم سلاخوں سے

داغا جا رہا ہے، لیکن کمال کا ضبط تھا، اور پھر بھی ہماری مخالفت کرتا رہا۔ ہم اُس کے جسم پر کوڑے برسا رہے تھے اور وہ ہمارے دلوں کو داغتا جاتا تھا۔ جب مارتے مارتے لوگ تھک گئے ۔ اور انتہائی مشتعل ہو کر سنگین سزاؤں پر اُتر پڑے تو مار کھاتے کھاتے صہیب اَدھ مُوا ہو گیا اور اُس پر کچھ غفلت سی طاری ہو گئی، آخر کار بے ہوش ہو گیا، اور غفلت میں کچھ غلط باتیں منہ سے نکل گئیں، لوگ مارے خوشی کے اُچھل پڑے کہ ہمارا مقصد حل ہو گیا، فوراً نیزے، کوڑے ۔ لوہے کی سلاخیں اور آگ اُس سے ہٹا لی گئی ۔ مجھے تو ان لوگوں کی بعض شرمناک حرکتیں بُری معلوم ہوئیں۔"

حارث: "چپ رہو خالد، کہیں تمہارا چچیرا بھائی یہ بات نہ سُن لے ورنہ تمہیں بھی سزا دیئے بغیر نہ چھوڑے گا۔"

اِس طرح قریشی نوجوان اِن کمزور مسلمانوں کے صبر و ثبات، ضبط و تحمل، اور صبر و سکون پر بڑے متعجب تھے، اور یہ بے بس اُن کی تفریح طبع اور دل لگی کا سامانِ نشاط بن رہے تھے ۔ ابھی مذاق اڑا رہے ہیں، ابھی اُن پر ٹھٹھا مار کر ہنس رہے ہیں، کبھی دل لگی کے طور پر ہمدردی و غمگساری کا اظہار کر رہے ہیں

Marfat.com

اور کبھی مارنے والوں کی مذاقیہ مذمت کرتے ہیں۔

قریشی غلام اور حلیف جب بے گناہوں پر مظالم ٹوٹتے ہوئے دیکھتے تو چار و ناچار اپنے آقاؤں کی اُنھیں اطاعت کرنی پڑتی لیکن اُن کے دل اُن کے ساتھ نہ ہوتے۔ وہ جور و ستم کو دیکھکر کڑھتے ضرور تھے۔ مگر بیچارے اس کے خلاف کوئی قدم ہی نہ اُٹھا سکتے تھے، اور دل ہی دل میں اسے بُرا سمجھتے تھے، گو زبان سے اچھا کہہ رہے ہوں۔ بہت سے لوگ تو بیحد خوف زدہ اور سہمے سہمے رہتے تھے۔ لیکن چند لوگ ایسے بھی تھے جو خوف سے بے پرواہ ہوکر آنے والے وقت کے منتظر تھے، وہ اپنے دل ہی دل میں کہتے اور موقع پاکر آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ سچ پوچھو تو حق محمد صلعم کے ساتھ ہے۔ ہماری اسی میں خیر ہے کہ آپ کے ساتھ مل جائیں، کیونکہ چند دھاگے جب آپس میں مل جاتے ہیں تو مضبوط بن جاتے ہیں، قطرہ قطرہ دریا ہوتا ہے۔ ممکن ہے ایک دن ایسا بھی آجائے کہ حق تعالیٰ ان کا انتقام ان ظالموں سے محمدؐ کے اور اُن کے ساتھیوں کے ذریعہ لے لے اور ان ستمگاروں سے نجات مل جائے۔

وہ غریب و غربا جو قریش کی دسترس سے اب تک باہر تھے

Marfat.com

اور قریشی انھیں ستاتے ہوئے گھبراتے تھے۔ ان مظلوم مسلمانوں کے لئے ان کی سلامتی کی دعائیں مانگتے تھے۔ انھیں پورا اطمینان تھا کہ حق تعالیٰ ضرور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اور ان بے چاروں کو ضرور ان ظالموں کے پنجۂ جور و استبداد سے نجات ملے گی۔ انھیں یقین تھا کہ ان کا انجام بخیر ہوگا۔ انھیں بھروسہ تھا کہ حق تعالیٰ ضرور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ اور اُن کے دن پھیرے گا۔ مگر پھر بھی اپنے بھائیوں پر جور و ستم دیکھکر اُن کے دل کڑھتے تھے اور اُن کی حالت زار پر انھیں ترس آجاتا تھا، بلکہ کبھی کبھی تو یہ دعائیں مانگتے کہ کاش وہ چھوٹ جاتے اور اُن کی جگہ ہم آجاتے اور خدا کی راہ میں ہر طرح کی قربانیاں پیش کرتے۔ اس روز شام کے وقت ہر کلی حیران و پریشان ہے اور فکر و غم میں مبتلا ہے۔ ایذائیں اور تکالیف دیکھتا ہے لیکن یہ نہیں بتا سکتا کہ درست ہیں یا نادرست انھیں معلوم ہی نہ تھا کہ یہ سب خیر ہے یا شر، بھلائی ہے یا بُرائی تھوڑے بہت لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے حق تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کر دکھایا۔ اُن کے دل خوش تھے اور نفس مطمئن۔ انھیں اس بات کا پورا یقین تھا کہ پارساؤں کا بہترین انجام ہوگا۔ اگر مکیوں کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا جاتا تو

Marfat.com

وہ آج کی رات مکہ کے گرد و نواح میں دیکھتے کہ شیاطین عیدیں منا رہے ہیں۔ وہ باغ باغ ہیں اور خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں۔ اب اُن کی یہ آرزو باقی ہے کہ محمد صلعم کے ماننے والوں کو سخت ترین عذاب میں دیکھ لیں۔ شیطان نے خدا کے بارے میں اور خود اپنے نفسوں کے بارے میں انھیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے، وہ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ شائد اسی طرح اودھم مچا سے اور نبیؐ کے ماننے والوں کو ستانے سے مکہ میں ان کا تسلط واقتدار باقی رہے گا اور قریشیوں کے دلوں میں اُن کی قدر و منزلت بھی قائم رہے گی۔ صبح کو سرکار رسالت کی خدمتِ اقدس میں آپ کے ماننے والے حاضر ہوئے اور جور و استبداد کی ساری داستان اول سے آخر تک آپ کو سُنائی۔ آپ نے انھیں مزید مظالم کے واقعات سُنائے جو اُنھیں معلوم بھی نہ تھے مگر آپ اُن سے خبردار تھے اس وجہ سے نہیں کہ آپ کے چشم دید واقعات تھے بلکہ اس لئے کہ وحی کے ذریعہ آپ کو ساری باتوں کی خبر کر دی گئی تھی۔ دن چڑھے آپ اور آپ کے رفقا روزی کی تلاش میں مکہ میں متفرق ہو گئے اور قبائل میں پھیل گئے۔ غالب خیال تو یہی ہے کہ مسلمان ان مظلوموں اور ستم رسیدہ لوگوں کو دلاسا دینے کے لئے نکلے ہوں گے

جو محض لا إلٰہ الا اللہ کے اقرار کی وجہ سے ظلم و استبداد میں مبتلا تھے اور جنھیں توحید کی راہ سے ہٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا تھا۔ سرکارِ رسالت بھی لیٹنا، مکہ کے کسی طرف نکل گئے آپ حضرت عثمان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جا رہے تھے کہ آلِ یاسر کے پاس سے آپ کا گذر ہوتا ہے۔ ان بے گناہوں کو ہاتھ پاؤں باندھکر چاروں خانے چت لٹا دیا گیا تھا اور اُن کے سینوں پر بھاری بھاری جلتی ہوئی چٹانیں رکھدی گئی تھیں۔ غنڈے کبھی کبھی انھیں آگ سے جلا بھی دیتے تھے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد نیزے اور خنجروں سے اُن کے جسم چھیدتے تھے۔ لیکن یہ تینوں ستم رسیدہ خاموش تھے اور زبان سے اُف تک بھی نہ کرتے تھے۔ اُس پر غنڈے اور بھی جل بھن کر کباب ہو جاتے تھے، کیونکہ انھیں کامیابی کی صورت نہیں دکھائی دیتی تھی، اور اُن کے منھ سے اُن کے مطلب کی بات نہیں نکل رہی تھی۔ اُن کی لگاتار خاموشی نے انھیں جلاکر کوئلہ کر دیا تھا۔ آخرکار جل بھن کر وحشیانہ سزاؤں پر اتر آئے تھے۔ مگر پھر بھی مظلوم خاموش تکالیف کا مقابلہ کر رہے تھے ان کے کوہ پیکر عزم کے سامنے ان غنڈوں کی تو بھلا کیا حقیقت تھی پہاڑ بھی ہوتا تو اپنی جگہ سے ہٹ جاتا۔ مگر ان

Marfat.com

کے دل اس قدر مضبوط و مستحکم تھے کہ طاقت انسانیت سوز شرمناک سزائیں انھیں ہلا نہیں سکتی تھی۔ بے صبری، شکوہ و شکایت اور آہ و بکا کا تو وہاں تک گذر ہی نہ تھا۔ جب سرکار رسالت اور آپ کے رفقاء وہاں سے گذر رہے تھے، تو اس وقت قریشی غنڈوں نے پہلی بار بوڑھے یاسر کی آواز سنی۔ یہ اللہ کا ولی مشرکوں سے خطاب نہیں کرتا بلکہ اللہ کے رسول سے عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے رسول کیا زمانے کا یہی حال رہے گا۔ آپ فرماتے ہیں اے یاسر کے خاندان والے لوگو! خوش ہو جاؤ جنت تمھاری منتظر ہے۔ اس وقت قریشی غنڈوں نے بی بی سمیہ کی آواز بھی پہلی ہی بار سنی، وہ ان سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول سے عرض کر رہی تھیں، میں اقرار کرتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اس بات کا بھی اقرار کرتی ہوں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ اسی وقت عمار بھی پہلی بار بولے، وہ اپنے والدین سے مخاطب نہیں نہ اللہ کے رسول سے، بلکہ ان ستمگاروں اور پیشہ ور ظالموں سے مخاطب ہو کر عرض کرتے ہیں کہ بدمعاشو! جتنا چاہو ظلم و ستم توڑو، ہم بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ جنت ہمارے انتظار میں ہے اور جہنم تمہاری تاک میں ہے۔ یہ سن کر غنڈے آپے سے باہر

Marfat.com

ہو جاتے ہیں، مغلوب الغضب ہو کر بھنّا اُٹھتے ہیں اور ان بیکسوں پر ایسے ایسے ستم توڑتے ہیں جن کی نہ ہم میں بیان کی قدرت ہے اور نہ قارئین کو پڑھنے کی طاقت۔

حضرت ابوبکرؓ بھی وادی بطحاء کی ایک سمت میں نکل جاتے ہیں، وہاں یہی غنڈے بلالؓ پر ٹوٹے پڑے ہیں اور انھیں مشق ستم بنا رہے ہیں۔ انھیں آگ میں جلاتے ہیں، پانی میں ڈبوتے ہیں، گرم سلاخوں سے داغتے ہیں، تڑاتڑ کوڑے مار کر خون خون کر دیتے ہیں۔ جھلستے ہوئے ریت پر، گرم گرم سنگریزوں پر، اور دہکتے ہوئے انگاروں کے بستر پر انھیں لٹا دیتے ہیں۔ اور اوپر سے جھلستے ہوئے بھاری بھاری پتھر اُن کے سینے پر رکھ دیتے ہیں۔ تاکہ وہ توحید کی امانت کھو بیٹھیں اور ان کے دیوتاؤں کو بُرا بھلا نہ کہیں۔ مگر یہ فرزند توحید اَحد اَحد اَحد کے سوا اور کچھ نہیں کہتا۔ یہ کم بخت اَحد سے بڑے چڑھتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے، کہ یہ گالی ہے جو ہمارے دیوتاؤں کو دی جا رہی ہے۔ " بلال! ہمارے دیوتاؤں کو گالیاں نہ دے، میں تیری سزا موقوف کرائے دیتا ہوں۔" اُمیہ تنگ آ کر کہنے لگا۔

" اُمیہ! میری زبان میرے قابو میں نہیں، کیا کروں زبان میرا

ساتھ نہیں دیتی۔" بلال نے جواب دیا اور پھر وہی اَحَد اَحَد کی رٹ لگانی شروع کردی۔ آخر اُمیّہ اور اُس کے نوکر چاکر تھک کر چور ہو جاتے ہیں اور عاجز آکر سزائیں موقوف کر دیتے ہیں۔ بلالؓ کے سینے سے بھاری پتھر ہٹا دیا جاتا ہے اور اُنھیں سیدھا کھڑا کرکے رسیوں سے باندھ دیا جاتا ہے۔ دونوں بازوؤں اور رانوں میں چار لمبی لمبی رسیاں باندھکر بچّوں کے ہاتھوں میں پکڑا دی جاتی ہیں، اور اُن سے کہہ دیا جاتا ہے کہ جھلستے ہوئے ریت پر گھسیٹتے ہوئے پھرتے رہو۔ بچّے انھیں گھسیٹ کر کبھی ادھر لاتے ہیں اور کبھی اُدھر لے جاتے ہیں۔ کبھی آگے کھینچتے ہیں اور کبھی پیچھے۔ پھر زور زور سے چیختے چلّاتے اور ہنستے بھی جاتے ہیں۔ امیّہ اور اُن کے ساتھی یہ تماشا دیکھکر ٹھٹھے مار رہے ہیں۔ مگر بلالؓ کو پرواہ بھی نہیں، نہ مزاحمت کرتے ہیں نہ بچّوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ بلکہ جدھر وہ کھینچتے ہیں کھنچے چلے جاتے ہیں۔ زبان سے برابر اَحَد اَحَد نکل رہا ہے جس سے یہ غنڈے روحانی عذاب میں مبتلا ہیں۔ جب بچّے تھک کر چور ہو جاتے ہیں، ہانپنے لگتے ہیں اور اُن کے ہاتھوں کی طاقت سلب ہو جاتی ہے۔ اور ہاتھ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں تو رسیاں پھینک پھانک چل دیتے ہیں۔ لیکن اس وارفتہ' توحید کی وہی

Marfat.com

ایک صدا ہے، اَحَد اَحَد اَحَد، اَحَد، یہ گالی سُن کر اُمیّہ اور اُس کے نوکر چاکر بھنّا اُٹھتے ہیں اور کچھ غنڈے آگے بڑھکر بلالؓ کے سینے میں ایک ایسا زور کا مکّا مارتے ہیں جس سے وہ زمین پر ایک خوفناک دھماکے سے چاروں خانے چت گر پڑتے ہیں۔ لیکن اس وقت بھی اس عاشقِ توحید کی زبان پر اَحد اَحد اَحد اَحد کی صدا ہے۔ اس فقیر کی یہ صدا اُمیّہ کے گولی بن کر لگتی تھی۔ آخر اُمیّہ غصّے سے بے قابو ہو کر اُن کی طرف جھپٹنا چاہ ہی رہا ہے کہ اسلام کا ایک مجاہد اور مخلص سپاہی اُمیّہ کے سامنے آجاتا ہے۔

ابوبکرؓ: "اُمیہ! ایک بے کس کو ستانا کس قدر شرمناک اور ذلیل حرکت ہے، آخر اس بیچارے کو کیوں تکلیف دے رہے ہو؟"

اُمیّہ: "ابن ابی قحافہ! تمہیں اس سے کیا، ہمارا غلام ہے، ہمیں اختیار ہے جو چاہے کریں، تم کون بولنے والے۔"

ابوبکرؓ: "اُمیّہ تم بھول گئے تم سے پہلے یہ مظلوم خدا کا بندہ اور غلام ہے، ذرا عقل سے کام لو۔ اگر تم نے اس کی جان لے لی تو ایک بڑے گناہ کے ارتکاب کے علاوہ اپنا مال بھی برباد کر بیٹھو گے، میرے بہترین مشورے پر غور کرو۔"

اُمیّہ: "فرمائیے، کیا مشورہ ہے؟"

Marfat.com

ابوبکرؓ:- "یہ غلام مجھے دے دو، اور منھ مانگی قیمت لو، بولو کیا مانگتے ہو
چونکہ امیّہ بلال سے انتہائی تنگ آچکا تھا اور سخت بیزار اور متنفر تھا اس لئے اس نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور کہنے لگا:
امیّہ:- "مجھے منظور ہے، میں نے اسے تمہیں بیچ دیا، (۲۸۰) درہم عنایت فرما دیجئے۔"
ابوبکرؓ:- "اچھا اپنی پوری رقم لو بلال کو چھوڑ دو، اور میرے ساتھ ساتھ آؤ، گھر جاکر تمہاری رقم ادا کردوں گا۔"
امیّہ:- "نہیں نہیں، پہلے پیسے ادا کردو تب بات کرنا۔"
ابوبکرؓ:- امیّہ! بڑی افسوسناک بات ہے، یہ تم کیا کہہ رہے ہو کیا تم مجھے نادہند سمجھتے ہو؟"
امیّہ:- (شرمندہ ہوکر) "اچھا لے جاؤ، جب مرضی آئے پیسے بھیجدینا"
ابوبکرؓ:- "میں گھر جاتے ہی تمہارے پیسے بھیج دونگا۔"

ابوبکر بلال کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے۔ انھیں تسکین و تشفی دی، ان کا غم غلط کیا اور انھیں امیّہ کے روح فرسا ظالم سے چھڑا کر آرام و راحت پہونچایا، دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے جب ان کے قاصد نے ان سے آکر یہ کہہ دیا کہ امیّہ نے اپنی رقم وصول کرکے رسید دے دی ہے، تو بلال سے مسکرا کر فرمانے لگے

Marfat.com

"بلال میں نے خدا کی رضامندی کے لئے تمہیں آزاد کر دیا۔ اب تم جہاں چاہو جا سکتے ہو" جب حضرت ابوبکر شام کو رحمۃ للعالمین سے ملے تو آپ سے بلال کے دل ہلا دینے والے مصائب کا تذکرہ کرنے لگے، اور کہنے لگے کہ اس کا حالِ زار دیکھ کر میرا دل دُکھ گیا۔ مَیں نے انھیں امیّہ سے چُھڑانے کی بجز خرید لینے کے اور کوئی صورت نہیں دیکھی، آخر کار میں نے اُنھیں خرید لیا۔"

رسول اللہ صلعم: "اس سودے میں مجھے بھی شریک کر لو۔"

ابو بکرؓ: "یا رسول اللہؐ میں تو انھیں آزاد کر چکا....."

کچھ مسلمان ایک اور سمت کو نکل گئے۔ وہاں اُنھوں نے بڑا دردناک منظر دیکھا کہ ایک گڑھے میں جو کافی لمبا چوڑا ہے، آگ دہکائی جا رہی ہے، اور ایک شخص کو جس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں لوگ اُٹھا کر آگ کے پاس لے جاتے ہیں۔ جیسے ہی آگ اس کو اپنی لپیٹ میں لینا چاہتی ہے فوراً اُسے الگ کر لیتے ہیں، اور آگ سے دُور لا کر مشکیں کس کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ پھر ایک کم بخت غنڈہ سامنے سے آ کر اُس کے سینے میں زور سے لات مارتا ہے وہ شخص لات کھا کر دھڑام سے زمین پر گر جاتا ہے۔ لوگ ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں۔ بار بار اس غریب کے ساتھ

Marfat.com

یہی شرمناک اور ذلیل حرکت کی جارہی ہے۔ پھر ایک شخص اُس کے پاس آکر کہتا ہے، دیکھ اب بھی باز آجا، ہمارے دیوتاؤں کو بُرا نہ کہہ بلکہ محمدؐ کو اور اُس کے دین کو بُرا کہہ ورنہ یہ آگ تجھے کھا جائیگی اور یہ زمین تجھے پٹخنیاں دے دے کر ختم کردے گی۔ لیکن اس مخلص کی زبان سے یہی کلمے سنتے ہیں:۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَرْسَلَهٗ
بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ

میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں جنھیں حق تعالیٰ نے ہدایت
اور سچا دین دے کر بھیجا ہے

لوگ اُسے بدستور آگ میں جلاتے اور نکالتے رہے، پھر کھڑا کرتے اور زمین پر پٹختے رہے۔ ایک دفعہ جو زمین پر دھڑام سے گرا ہے تو بیچارا بے ہوش ہو گیا۔ اُس کی مردہ حالت دیکھکر لوگ آپس میں کہنے لگے، "قریشیو! رحم کرو، اس غریب کی جان نہ لو، ورنہ بنی زہرہ تمہاری جان کو آجائیں گے اور تمہیں ناک چنے چبوادیں گے۔" صحابہ کرام یہ دردناک اور رونگٹے کھڑا کردینے والا آنکھوں دیکھا منظر اپنے احباب و اقارب کو سنا رہے ہیں۔ اور خباب بن ارت کی بپتا پر تبادلۂ خیالات کررہے ہیں۔ قریشی ان بے گناہوں پر نہ

صرف مہینوں بلکہ برسوں یہی ستم ڈھاتے رہے۔ لیکن اُن کی اُمیدیں دل ہی دل میں رہ گئیں، جس لئے یہ مظالم توڑے جا رہے ہیں امید تو بر آتی نظر نہیں آتی۔ جب توحید کا نور کسی دل پہ چھا جاتا ہے تو اُس کی جان چلی جاتی ہے، مگر آن بان نہیں جاتی کم بخت غنڈے ان کا دین ذرا بھی نہ بگاڑ سکے۔ البتہ جس کو خدا کے عذاب ہی نے گھیر لیا ہو تو وہ اسلام لاکر مظالم سے گھبرا کر مرتد ہو جاتا ہے، مگر ایسا واقعہ مشکل ہی سے نظر آتا ہے۔ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ کچھ اللہ کے مقرب بندے اپنے دین میں آزمائے جاتے ہیں، اور وہ اس آزمائش میں پورے اترتے ہیں۔ اس راہ میں اگر ان کی جان بھی چلی جاتی ہے تو خدا کی بارگاہ میں اُنھیں عزت والا مقام اور بلند درجہ عطا ہوتا ہے....

ایک دن دوپہر کو قریشیوں کا ایک اہم کام کے سلسلے میں اجتماع ہوا، ابوجہل نے اس اجتماع میں بڑے فخر سے اعلان کیا کہ وہ یاسر اور آلِ یاسر سے اپنی منشا کے مطابق ہر بات کہلوانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ ابوجہل کہتا ہے، میں نے انھیں اتنا مارا پیٹا کہ نیم مردہ بنا دیا، اور موت کے کنارے لاکر کھڑا کر دیا، اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اپنے دیوتاؤں کی ان

سے تعریف و توصیف نہ کرالی اور محمدؐ کو اور اسلام کو بُرا بھلا نہ کہلوا لیا۔

عتبہ:۔ ابوالحکم! تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ یاسر تو بڑا سخت اور کوہ پیکر عزم والا ہے۔ میرے خیال میں تو وہ جان دیدے گا مگر اپنے ایمان کی شان برقرار رکھے گا۔ تمہارے قبضے میں اس کا جسم ہے اُس کا دل اور ضمیر نہیں۔"

ابوجہل:۔" اور اگر بجائے جان دینے کے اُس نے اپنا عہد وپیمان توڑ ڈالا تو؟ اگر کہو تو تمہارے سامنے اُس سے محمدؐ کو اور اسلام کو بُرا کہلوا دوں!

عتبہ:۔ ابوالحکم! چھوڑو ان باتوں کو۔ مجھے خوب معلوم ہے، وہ اپنا عہد وپیمان توڑنے والا نہیں۔ یہ تمہارا حسنِ ظن ہے، میں اُس کی عادت سے خوب واقف ہوں۔ میرے خیال میں تم نے اس بیچارے کی جان لینے کا ارادہ کرلیا ہے۔"

ابوجہل:۔ اگر اُس نے ہمارے دیوتاؤں کو برحق اور محمدؐ کو جھوٹا کہہ دیا ہو تو؟"

عتبہ:۔ تو کیا ہے چلو شرط بدلو، بیس اونٹ دونگا!

شیبہ:۔ اور بیس میں دوں گا!"

ابوجہل :۔ "تم لوگوں کا مال ارزاں معلوم ہوتا ہے، آج تو خوب سخاوت پر اتر آئے ہو۔"

عتبہ :۔ "اگر تم نے یاسر کی جان لے لی تو؟"

شیبہ :۔ "اور تم اس سے محمدؐ کے خلاف نہ کہلوا سکے تو؟"

ابوجہل :۔ "تو پھر تم لوگ جو فیصلہ کرو مجھے منظور ہے!"

عتبہ :۔ "بھئی ہم فیصلہ ویصلہ تو کرتے نہیں، ہم تمہیں نقصان پہونچانا نہیں چاہتے، تمہیں کیا یہ روحانی اذیت تھوڑی ہے کہ تم اپنی ناکامی پر کڑھتے رہو!"

آخرکار یہ تینوں اس جگہ پہونچ گئے جہاں یاسر کو اور آلِ یاسر کو جور و استبداد کا شکار بنایا جارہا تھا۔

قریشیوں نے حرم میں کبھی کسی پر اتنا ظلم و ستم نہ توڑا تھا، جیسا کہ اس روز توڑا۔ لیکن مظلوموں سے اپنی مرضی کے مطابق ایک لفظ نہ نکلوا سکے۔ جب یہ تینوں سردار ان بیکسوں کے پاس پہونچے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک طرف تو چمڑے کی بڑی بڑی قدِ آدم مشکیاں پانی سے بھری ہوئی رکھی ہیں اور دوسری طرف آگ میں سلاخیں تپائی جارہی ہیں اور ایک طرف ایک خاندان کے یہ تینوں افراد ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے پڑے ہیں

جیسے کوئی لاوارثی چیز گر گئی ہو۔ ابو جہل کے حکم سے یہ تینوں افراد اُٹھائے گئے اور اُس کے سامنے لاکر زمین پر پٹخ دئے گئے اب بھی ان ستم زدہ لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تر تھیں۔ ابو جہل جل بھن کر کباب ہو جاتا ہے، اور طیش میں آکر ان تینوں بے کسوں پر تڑا تڑ کوڑے برسانے شروع کر دیتا ہے۔ پھر آگ سے جلاتا ہے اور اوپر سے پانی کی مشکیں چھڑوا دیتا ہے پہلے تو بار بار یہی عذاب کرتا رہا پھر اُنھیں پانی سے بھری ہوئی چمڑے کی ٹنکیوں میں غوطے دیئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ ان کا سانس گھٹنے لگتا ہے، پھر اُنھیں باہر نکال لیا جاتا ہے، اور سانس ٹھیک ہونے تک انتظار کیا جاتا ہے۔ جب ان کا سانس ٹھیک ہوتا ہے تو اُسے پھر وہی اللہ اللہ، محمد رسول اللہ کی صدائیں سُنائی دیتی ہیں۔ ابو جہل آگ بگولا ہو کر جھپٹتا ہے اور بی بی سمیّہ سے بد اخلاقی سے گفتگو کرتا ہے اور کہتا ہے:

ابو جہل: "کم بخت اگر اب بھی تو ہمارے دیوتاؤں کو اچھا اور محمدؐ کو بُرا نہ کہے گی تو یوں ہی سسک سسک کر دم توڑ دے گی، اور یہیں تڑپ تڑپ کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے گی۔ آج اگر تو نے میری بات نہ مانی تو تجھے شام دیکھنی نصیب نہ ہوگی۔"

سمیہ:۔ (بڑے اطمینان سے اور رُکی رُکی آواز میں) لعنت ہے تجھ پر کم بخت اور تیرے جھوٹے خداؤں پر۔ زیادہ سے زیادہ تو میری جان لے لیگا۔ اب مجھے تیری منحوس صورت دیکھنی گوارا نہیں، مجھے موت سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں۔"

سمیہ کے یہ کلمے سُن کر عتبہ اور شیبہ ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں" اور ابوجہل غصے سے تمتما کر بُرا بھلا کہتا ہوا اُن کے پیٹ پر اندھا دھند لاتیں مارنے لگتا ہے۔ لیکن اب بھی سمیہ اپنی رُکی رُکی سی آواز میں برابر یہی کہے جا رہی تھیں:۔

" غارت ہو تو اور تیرے جھوٹے خدا" ابوجہل کا اور بھی تھرمامیٹر تیز ہوا۔ اور کم بخت نے مغلوب الغضب ہو کر بے سوچے سمجھے اُنھیں نیزے میں بیندھ لیا۔ غصہ سے پاگل تو ہو ہی چکا تھا یہ بھی خبر نہ رہی کہ اس طرح سمیہ سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ نیزہ لگتے ہی دھیمی آواز میں لا الٰہ الا اللہ پڑھتی ہوئی دنیا سے سدھار گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسلام میں شہادت کی پہلی سعادت اس نیک خاتون کے حصہ میں آئی۔

" ناس جائے تیرا اور تیرے دیوتاؤں کا خبیث تو نے اس کی جان لے لی"۔ یاسر کی زبان سے بے ساختہ چیخ نکلی۔

Marfat.com

دو کمینے تیرا اور تیرے خداؤں کا ستیا ناس ہو، تو نے اسے جان سے مار دیا، اب جل بھن کر کباب بن جا، وہ تو جنت کو سدھار گئیں، تیرے اوپر جہنم بھڑک رہی ہے۔" عمار نے غصے میں بھر کر کہا۔

"بلاشبہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔" یاسر نے جواب دیا۔" کچھ اور کہنا چاہتے تھے مگر ابو جہل نے انھیں مہلت ہی نہ دی، اور اُن کے پیٹ پر بھی اس زور سے لات ماری کہ اس کی تاب نہ لا کر یاسر بھی راہی ملکِ بقا ہوئے اور اپنی رفیقۂ حیات کے نقشِ قدم پر چلتے چلتے جنت الفردوس میں اُن سے جا ملے۔ اِنّا لِلّٰہ وِاِنّا الیہ راجعون۔

عتبہ اور شیبہ نے ابوجہل سے کہا، "تمہیں یاد ہو گا تم نے ہم سے کہا تھا کہ اگر میں سمیہ اور یاسر سے محمدؐ کے خلاف کہلوانے میں کامیاب نہ ہوا تو پھر تم جو چاہو فیصلہ کرنا۔" ابوجہل خاموش اور دم سادھے رہا، مگر دوسرے قریشی سرداروں نے کہا: بیشک بیشک، ہمارے سامنے کہا تھا، ہم گواہ ہیں۔" اچھا اب میرا یہ فیصلہ ہے کہ جو کچھ ہوا سو ہوا، اس پر تو خاک ڈالو اور عمار کو آزاد کر کے چھوڑ دو تاکہ یہ غریب اپنے ماں باپ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہو جائے

Marfat.com

اور اُنھیں سپردِ خاک کردے۔ آج شام کو ابوجہل غصہ میں لال بھبوکا شکستہ دل اور رنجور ہو کر گھر لوٹا۔ معلوم نہیں غصّے کا سبب کیا ہے۔ یا تو وہ اس لئے رنجیدہ ہے کہ اسلام کے دو مجاہدوں نے مردانہ وار اسلام کے لئے اپنی جانیں دیدیں۔ اور یہ کم بخت ہاتھ ہی ملتا رہ گیا، یا ان کے صبرو ثبات، ضبط و تحمل اور حُسنِ ایثار سے وہ چراغ پا ہے اور اپنی ناکامی اور بزدلی کا صدمہ ہے۔ کیونکہ ان دو جواں مردوں کی شہادت اسلام کے اقتدار کو پکار رہی ہے۔ اور شب سیاہ کے پردوں سے نورِ سحر کی جھلکیاں نمودار ہو رہی ہیں۔ اس بات سے اسلام کا غلبہ ظاہر ہے۔ آپ کے ساتھی ہر طرح کی قربانیاں دے رہے ہیں، اسلام کی لاج رکھنے کے لئے شہادتوں سے فائز المرام ہو رہے ہیں۔ اور قریش کے غریب غربا، شرفاء اور حلیف آپ کے پاس دوڑ دوڑ کر جا رہے ہیں اور مشرف بہ اسلام ہو رہے ہیں۔ گو بہت سے مسلمان اپنے ایمانوں کو چھپائے ہوئے ہیں مگر ایمان کی دولت سے تو مالا مال ہو ہی چکے ہیں۔ یہ اسلام کی برکتیں نہیں تو اور کیا ہے کہ جو غلام اور حلیف سرداروں کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں بول سکتے تھے اب اُن کی بغاوت پر اُتر آئے ہیں اور اُن کی سرداری کو تسلیم کرنے کے لئے ایک منٹ کے لئے بھی تیار نہیں۔ اگر قریشی سردار ان غلاموں کو ڈانٹتے ڈپٹتے اور سزائیں دیتے بھی ہیں تو وہ اُن سے

Marfat.com

مرعوب نہیں ہوتے نہ بھاگ کر جان چھپانا چاہتے ہیں بلکہ اُن کا مقا
کرنے کے لئے تیار ہیں، ان سے ڈرا نہیں رہتے، ان کا قطعی کہنا نہیں مل
ہر طرح کی آفت و مصیبت کے لئے سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں، ا
ہنس ہنس کر اُن کے اقتدار کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ ہنسی
شعاروں کے دل کباب بنا دیتی ہے۔ یہ ذہنی انقلاب، یہ خیالات
تبدیلی، یہ اسلامی رجحانات اور یہ باطل کے محاذ کا ڈٹ کر مقابلہ کر
نے سکھایا، یہ اسلام ہی کے توفیوض و برکات اور رحمۃ للعالمین ہی
پھیلائے ہوئے اثرات ہیں جن سے قریشی گھبرائے ہوئے ہیں۔ یا اس
لال بھبوکا ہو رہا ہے کہ آخر محمدؐ بھی تو ظلم و ستم کی داستانیں اپنے کانوں
سے سنتے ہیں، آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اچھی طرح جانتے بوجھتے ہیں
قریشیوں سے ذرا مرعوب نہیں ہوتے۔ اُن کے مظالم کا ذرا اثر نہیں لیتے ا
کمال اطمینان و تسلی سے اپنے مذہب کی تبلیغ میں اور اس کی نشر و اشاعت
میں لگے ہوئے ہیں، انھیں ترکِ تبلیغ کا خیال بھی نہیں آتا، پھر اپنے رفق
کے ساتھ واقعات و حالات معلوم کرنے کے لئے نکلتے ہیں اور اپنے
ملنے والوں کو جور و ستم کا شکار دیکھ کر انھیں شفقت بھرے لہجے میں تسکین
و تشفی دیتے ہیں، اور ایک ایسی بات کہہ جاتے ہیں جنھیں مسلمان اپنے
دلوں میں گرہ باندھ کر رکھ لیتے ہیں اور ہنس ہنس کر ہر قسم کی تکالیف

Marfat.com

مصائب کو برداشت کر لیتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جانیں بھی اُن کے قدموں پر جھٹک دیتے ہیں۔ یہ قریش کے ساتھ مذاق نہیں تو اور کیا ہے کیا اُن کی عزت و آبرو سے نہیں کھیلا جا رہا، اور اُن کے اقتدار کو ملیا میٹ نہیں کیا جا رہا؟ قریش کی اس سے بڑھکر اور کیا توہین ہو گی کہ اُن کا اقتدار کمینوں اور پست طبقے کے لوگوں کے دلوں سے اُٹھا دیا جائے۔ اور سرداروں کے وقار کو خاک میں ملا دیا جائے۔ جب مکہ کے گرد و نواح کے عرب یہ سُنیں گے کہ قریش کے پہلو میں ایک کانٹا چُبھا ہوا ہے جس نے اُنھیں تنگ کر رکھا ہے اور کسی صورت سے نکلنے ہی نہیں پاتا۔ اس کے نکالنے کی ہر کوشش بے سود ثابت ہوتی ہے جتنا جتنا وہ کریدا جاتا ہے اتنا ہی اور جڑیں پکڑتا جاتا ہے اور اپنے آس پاس اور طرح طرح کے کانٹے بو رہا ہے جو اگرچہ اتنے مضبوط نکیلے اور دھار دار نہیں مگر پھر بھی اذیت و تکلیف میں اس سے کم نہیں ان کانٹوں کی وجہ سے قریش کا تمام جسم خونم خون ہو رہا ہے۔ اور زخموں کے اندمال کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ تو وہ کیا خیال کریں گے یا اس فکر نے ابوجہل کو چراغ پا بنا یا کہ اس کی پکڑ دھکڑ اس کی تے دے اور اس کی سختی قریشی سرداروں کی نگاہ میں بے سود ہے۔ اس سے نہ انھیں کوئی ذاتی فائدہ ہے اور نہ دیوتاؤں کو، بلکہ یہ سختی ناکردہ

Marfat.com

گناہوں کے خون پر آ کر ختم ہو جاتی ہے جیسے قریش اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ اس کا یہ خطرناک اثر ہوتا ہے کہ مسلمان اور بھی مضبوط اور پختہ ہو جاتے ہیں یا اس بات سے وہ مشتعل ہے کہ عتبہ اور شیبہ نے بازی جیت لی اور یہ کم بخت ہار گیا۔ وہ اپنے حسنِ تدبر اور دور اندیشی پر باغ باغ ہیں اور اس کی نمائشی ہوشیاری کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ ابو جہل کے بارے میں اچھا نہ نکلے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کی سرداری ختم ہو جائے کیونکہ عتبہ اور شیبہ عوام کے کانوں کو، دلوں کو اور اُن کی محبت کو ختم کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ با اثر لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیں۔ اور قریش کی قیادت سنبھال لیں۔ یا ان تمام باتوں کو سوچ کر ابو جہل نے تاؤ کھایا خدا ہی جانتا ہے کس چیز نے اُسے طیش دلایا۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا گھر پہنچا۔ بظاہر تو اس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا لیکن اس کے دل پر ناامیدی اور یاس چھا رہی تھی اور دل شکستہ اور پریشان خاطر نظر آ رہا تھا۔ اس کے مزاج سے برہمی اور تیور سے غیظ و غضب ٹپک رہا تھا، مزاج میں چڑچڑا پن تھا گھر میں اس سے بات کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اس نے کھانا بھی نہیں کھایا اور نہ کسی سے بات کی بلکہ چپ چاپ غم سے نڈھال بستر پر جا پڑا اور ساری رات کرب و بے چینی اور قلق و اضطراب میں بسر کر دی۔ آج اس کی نیند

بھی اُڑ گئی تھی اور ایک فکر وحشت اس پر سوار تھا جس نے اُسے آگ کے بستر پر لٹا رکھا تھا۔ زخمی عمار کو لوگ اُٹھا کر اُس کے گھر لے گئے اور اُن کے ماں باپ کی لاشوں کو بھی گھر پہونچا دیا گیا۔ اس وقت عام طور پر عمار کے ساتھ قریش کی ہمدردیاں تھیں ہمسلم غیر مسلم سب ہی ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے، اس وقت شاید باہمی عداوت کو بھول گئے تھے یا اُسے زبردستی بھلا دیا گیا تھا۔ اب تو سب کو یہی فکر تھی کہ عمار کو دلاسا دینا اور دو لاشوں کو سپرد خاک کرنا انسانی فرض ہے۔ چنانچہ وہ عمار کو تسکین و دلاسا دینے لگے اور ان کے ساتھ ہمدردیوں کا اظہار کرنے لگے۔ حالانکہ عمار کے سر سے پانی اُتر گیا تھا۔ اب اس بیکس کو ہمدردی کی کیا ضرورت تھی۔ خیر، جب عمار اپنے ماں باپ کو سپرد خاک کر آئے اور مشرک ان سے اجازت لے کر اپنے اپنے گھر پہونچ گئے تو مسلمانوں نے چاروں طرف سے عمار کو گھیر لیا۔ اس وقت عمار کی عجب نازک حالت تھی جسم پر جگہ جگہ زخموں کی سوزش اور جلن تھی، دل ایمان و یقین سے لبریز تھا اور طبیعت پر ماں باپ کی جدائی کا انتہائی بار غم تھا۔ "عمارؓ اپنے والدین کا صدمہ نہ کرو وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر کے رخصت ہو گئے تم سے پہلے ہی فردوس کے پُر بہار باغوں میں جا ٹھہرے اور خدا کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تمہیں یاد ہو گا کہ ایک دفعہ اللہ کے رسول

تمہارے لئے جنت کا وعدہ فرمارہے تھے۔ اور آپ نے ایک بار تمہیں بھی صبر کی تلقین کی تھی، اور یہ دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ آل یاسر کو بخش دے لہذا اب صبر کرو اور خدا کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کردو۔ حضرت عثمان نے فرمایا "بے شک ٹھیک ہے، ابو عمرو آپ کا فرمان سر اور آنکھوں پر، مجھے صدمہ کرنا نہیں چاہیئے بلکہ خوش ہوجانا چاہیئے کہ وہ جنت و رضا کی طرف مجھ سے سبقت کر گئے۔ ان سے اللہ کے رسول نے جنت کا وعدہ فرمایا تھا اور اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔" عمار نے صبر و متانت سے جواب دیا۔ "تمہیں یاد ہوگا اللہ کے رسول نے تم سے بھی جنت کا وعدہ فرمایا تھا۔" عثمان نے کہا: "افسوس اور ہزار افسوس، اگر میں بھی ان کے ساتھ ہی مرجاتا تو مجھے بھی خوشی بجا لانے کا حق تھا افسوس وہ دونوں مجھے چھوڑ کر سدھار گئے زندگی فتنوں کی آماجگاہ ہے۔ میرا دل کمزور رہنے مجھے اس چیز کا انتہائی غم ہے کہ موت کے خونی پنجے نے انھیں مجھ سے جدا کردیا اور میں تو کوں کا تختۂ مشق بننے کے لئے رہ گیا۔ لوگ مجھے گناہوں اور بُرے کاموں پر آمادہ کریں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہیں میرے نیک عمل اور میری پرخلوص قربانیاں رائیگاں نہ چلی جائیں۔ اور برائیاں میرے سر نہ منڈھ جائیں۔" عمار نے ٹھنڈی سانس بھر کر جواب دیا۔

عثمان نے دلاسا دیتے ہوئے کہا، "عمار! خدا کی رحمت سے ناامید

ات ہو، اُس کے فضل و کرم سے آس مت توڑو اور اُس کی مغفرت کے
امیدوار رہو۔ تمہیں اپنے گناہوں کا تو خیال ہے مگر تم نے نیکیوں کی طرف
غور نہیں کیا۔ اگر ایک طرف تمہیں گناہوں کا کھٹکا لگا ہوا ہے تو دوسری
طرف نیکیوں کی بشارت بھی تو سامنے موجود ہے۔ تمہیں اس زندگی سے
بیزار نہ ہونا چاہیئے، بلکہ اس کی آرزو کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اللہ کے رسول
صلعم بھی تو ہم میں موجود ہیں"۔

"بے شک آپ کی بات بجا ہے" عمار نے سنبھل کر جواب دیا پھر وہ اس قدر
تیزی سے اُٹھ بیٹھے۔ گویا انہیں کوئی تکلیف یا اذیت یا دکھ ہے ہی نہیں۔
گویا اُن کی پوری طاقت واپس آگئی ہے۔ اُٹھتے اُٹھتے عثمان اور دیگر
ساتھیوں سے عرض کرنے لگے۔ ارے! یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو
سرکار رسالت کی خدمت گرامی میں کیوں نہیں چلتے۔ آخر کار سب
حضرات وہاں سے اُٹھ کر ارقم کے گھر اللہ کے رسول کی خدمت اقدس
میں پہونچتے ہیں اور احادیث سننے کے لئے دو زانو آپ کے سامنے
بیٹھ جاتے ہیں۔ آپ انہیں پند و موعظت سے محظوظ فرمانے لگے۔
دلوں کو پاک کرنے لگے، اور قرآن حکیم کی آیتیں پڑھکر سنانے لگے۔
ابو جہل (عتبہ اور شیبہ سے) تم نے عمار کو موت کے پنجے سے
چھڑا لیا ورنہ زمین میں دو کے بجائے تین مدفون ہوتے"۔

Marfat.com

عتبہ:۔"ابوالحکم! ہم نے تو آپ کا بوجھ ہلکا ہی کر دیا۔"

ابوجہل: (ناپاک اور گندے ارادے سے مسکرا کر) "اگر مجھ سے پوچھو تو میں بھی دشمن کی موت کو پسند نہیں کرتا، کیونکہ موت عذاب سے چھڑا دیتی ہے اور دل کی بھڑاس نکالنے نہیں دیتی۔ مجھے تو یہ بات پسند ہے کہ وہ زندہ رہے اور طرح طرح کے عذاب دے کر دل کی بھڑاس نکالی جائے، اور اسے ہر دم نیا عذاب چکھا کر دل کی پیاس بجھائی جا سکے۔ اسے تکالیف و مصائب کے تلخ گھونٹ پلا پلا کر اور خون کے آنسو رُلا رُلا کر دل کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ دیکھو میں تمہیں لات و عزیٰ کی قسم دے کر کہہ رہا ہوں کہ آج سے تم میرے اور عمار کے بیچ میں نہ پڑنا ورنہ جنگ چھڑ جائے گی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یاسر ہمارا حلیف تھا، سمیہ ہماری لونڈی تھی اور عمار اب بھی ہمارا غلام ہے۔"

شیبہ:۔ "اچھا... تمہارے چچا ابوحذیفہ نے تو عمار کو اور اس کے دونوں بھائیوں کو آزاد کر دیا تھا۔"

ابوجہل:۔"تسلیم ہے لیکن حقِ ولاء تو ہمارا ہی ہے۔"

شیبہ:۔ (ڈھیلا ہو کر) "اچھا یہ بات ہے، حقِ ولاء پر تم کود رہے ہو۔"

ابوجہل کے دل میں نہ معلوم کیا کیا بدارادے پوشیدہ تھے۔ حق تعالیٰ

Marfat.com

نے بھی عمار کے لئے نہ معلوم کیا کیا مراتب و درجات پوشیدہ رکھ چھوڑے تھے۔ عمار جب تک مکہ میں رہے ابوجہل کی ایذاؤں کا برابر شکار رہے۔ کم بخت نئے نئے ستم ایجاد کرتا عجیب عجیب سزائیں تراشتا اور تازہ تازہ انداز جور و استبداد گھڑتا رہا اس کے مظالم کی داستانیں عوام کی زبان زد ہو چکی تھیں۔ اس ستم ایجاد نے ستم کا یہ نیا انداز نکالا کہ عمار کی زندگی اور آزادی کو برقرار رکھا جائے اور انھیں جیل میں نہ سڑایا جائے بلکہ سزائیں چکھاتا رہے تاکہ مسلمان سبق لیں اور آبائی دین کے خلاف جسارت نہ کریں۔ چنانچہ جب ضرورت محسوس کرتا انھیں طرح طرح سے ستاتا اور جب جی چاہتا انھیں تختۂ مشق بناتا۔ اب اس شیطان نے قسم کھالی تھی کہ وہ عمار کو ایسے ایسے مصائب سے دوچار کرے گا جو اپنی طرز کے بالکل نرالے ہوں گے۔ ان سے وہ بات کہلوا کر چھوڑے گا جو ان کے ماں باپ سے نہ کہلوا سکا تھا اور انھیں کسی نہ کسی صورت سے اس بات پر مجبور کریگا کہ وہ قریشی خداؤں کو اچھا اور محمد کو برا کہیں یہ مہم سر کرنے کے لئے نہ صرف شیطانوں نے بلکہ قریش کے نادانوں اور سر پھروں نے بھی اس کا ہاتھ بٹایا چنانچہ یہ ناپاک منصوبہ باندھکر ابوجہل نے عمار کو چھوڑ دیا اور انھیں کچھ دنوں کے لئے جسمانی اور روحانی اذیتوں سے نجات مل گئی۔ شاید انھوں نے بھی یہ سمجھا ہے کہ اب آزمائشوں اور فتنوں سے مجھے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل ہو گیا عمار کا یہ دستور تھا

کہ وہ روزانہ صبح کو ارقم کے گھر جاتے۔ اللہ کے رسول سے دین کی باتیں سیکھتے۔ آپ سے تبادلۂ خیالات کرتے اور شام کو اپنے گھر آ کر سو جاتے۔ انھوں نے اپنے گھر میں ایک ایسی چیز بنالی تھی جس کا اب تک کسی مسلمان کو خیال بھی نہ تھا۔ اپنے گھر میں ایک چھوٹی سی مسجد بنالی تھی جس میں اللہ کی عبادت بڑے شوق و ذوق سے کرتے رہتے تھے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (زمر ۹)

بھلا جو شخص اوقاتِ شب میں سجدہ و قیام کی حالت میں دعا کر رہا ہو، آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو (کیا وہ اور ایک جاہل برابر ہے) آپ فرما دیجئے کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔ دانشمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ایک دن صحابہ کرام دارارقم میں جمع ہوتے ہیں۔ جب خوب دن چڑھ جاتا ہے تو اس مجلس میں عمار کو نہیں دیکھتے۔ حضرت سے ذکر کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں عمار کو اللہ کی راہ میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ پھر آپ بطحاء کو کسی

Marfat.com

ب سے گذرتے ہیں اور وہاں ابوجہل کو دیکھتے ہیں، کہ کم بخت اپنی پہلی حماقتوں
تر آیا ہے۔ ایک طرف انتہائی تیز آگ بھڑک رہی ہے دوسری طرف چمڑے
مشکیوں میں پانی بھرا ہوا ہے بیچ میں عمار ہاتھ پاؤں بندھے پڑے ہیں قریشی
دان نیزوں سے آہستہ آہستہ ان کا جسم چھید رہے ہیں اور آگ میں جلا رہے
یں۔ عمار خاموش ہیں اور دل ہی دل میں خدا کو یاد کر رہے ہیں۔ کسی سے
ہ نہیں کہتے۔ جب اللہ کے رسول صلعم۔ یہ خوفناک نظارہ دیکھتے ہیں تو
ن کی طرف دیکھکر کمال شفقت سے فرماتے ہیں۔

یا نارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی عَمَّارٍ کَمَا کُنْتَ
بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ ○

اے آگ عمار پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا، جیسے حضرت ابراہیم
پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی تھی۔

ابوجہل نے اِس طویل مدت میں عمار کو اس قدر آگ سے جلایا تھا،
کہ وہ اُن کی جان لینے کے لئے کافی تھی۔ لیکن حق تعالیٰ کا فرمان ہے
اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرونگا۔ آج عمار
کے لئے اللہ کے بڑے پیارے اور پسندیدہ بندے نے دعا مانگی تھی، بھلا
کیسے قبول نہ ہوتی۔ خدا کی حکمت بڑی کامل ہے اور ہر کام کی ایک مقررہ
مدت ہے۔ آج بھی عمار نے ایسی ایسی تکلیفیں برداشت کریں جن کی مشکل

Marfat.com

ہی سے لوگ تاب لاتے ہیں بلکہ عوام کی برداشت سے باہر ہوتی ہیں۔ جب سورج ڈوبنے لگا تو خدا خدا کر کے ان پر ظلم و ستم موقوف ہوا اور اپنے گھر خیریت سے پہونچ گئے۔ ابو جہل نے عمار کو پھر ایک طویل عرصے کے لئے چھوڑے رکھا۔ جیسے وہ بھول گیا ہو۔ اب پھر عمار کو خیال آنے لگا کہ شائد اب ان پر مظالم نہ توڑے جائیں گے۔ لیکن ابو جہل ان سے غافل نہ تھا۔ چند دنوں کے لئے انھیں صرف اس لئے چھوڑے رکھا تھا کہ مظالم میں سنگینی پیدا کی جائے اور ستم ایجادی میں کوئی اور نیا ڈھنگ اختیار کیا جائے ایک دن اللہ کے رسول صلعم عمار کو دیکھتے ہیں، کمال غمگین ہیں۔ چہرے پر اداسی چھا رہی ہے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ آپ اُن کے قریب تشریف لائے کمال شفقت سے اُن کے آنسو پونچھے اور فرمایا، ارے یہ کیا کر رہے ہو کیوں رو رہے ہو۔ بس یہی بات ہے نا کہ غنڈوں نے تمہیں پانی میں غوطے پر غوطے دیئے اور تم نے گھبرا کر نامناسب الفاظ کہہ لیئے۔ خیر اچھا ہوا تم نے کہہ لیئے اس میں کوئی حرج نہیں آئندہ بھی کہہ سکتے ہو۔ پھر کافروں نے عمار کو کافی دنوں تک چھوڑے رکھا اور جب پکڑا تو خوب ہی ستایا، مگر پھر چھوڑ دیا، عمار شرم و حیا سے پانی پانی ہو گئے۔ اللہ کے رسول کی خدمت گرامی میں افسردہ و پشیمان حاضر ہوئے۔ آنکھوں میں آنسو تھے، چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

رسول اللہ صلعم: "عمار! آج کیا بات ہے؟"

عمار:۔ (سسکیاں بھر کر) یا رسول اللہ نہایت بُرا حادثہ پیش آگیا۔ ہائے کیا عرض کروں کم بختوں نے اُس وقت تک مجھے نہیں چھوڑا جب تک میں نے آپ کی شانِ مبارک میں گستاخانہ اور اُن کے خداؤں کے بارے میں اُن کی مرضی کے مطابق کلمے استعمال نہ کرلیے" یہ کہکر عمار زار زار رونے لگے

رسول اللہ صلعم:"اس وقت تمہارے دل کا کیا حال تھا عمار!"

عمار:۔ یا رسول اللہ دل تو ہر وقت ایمان ویقین سے لبریز رہتا ہے۔

رسول اللہ: "فکر نہ کرو، کوئی مضائقہ نہیں، اگر غنڈے پھر تمہارے ساتھ یہی معاملہ کریں تو پھر ایسا ہی کرنا"۔ اس واقعہ کے بعد فوراً یہ آیت اتری:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝ (نحل ۱۰۶)

جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرلے (مگر جس پر زبردستی کی جائے بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو) لیکن جو جی کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور اُنھیں بڑی سزا ملیگی

اِس بار بار لوٹنے والے عذاب سے عمار نے اس وقت نجات پائی

جب حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو حبشہ کی ہجرت کا حکم دے دیا۔ آ
عمار ہجرت کر کے حبشے پہونچ گئے اور پھر کچھ زمانے کے بعد وہاں
مدینہ میں تشریف لے آئے۔ جہاں اللہ کے رسولؐ کے ساتھ آ
سلامتی کے ساتھ اطمینان و مسرت کی زندگی گذارنے لگے۔

Marfat.com

مدینہ کی ہجرت

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
دلِ بیتاب وہ آئیں گے خبر آئی ہے
صبر کر صبر ذرا میرے مچلنے والے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک دعوت، اپنی مبارک ذات اور صحابہ کے بارے میں یثرب کے دونوں قبیلوں اوس خزرج سے ایک معاہدہ کر لیتے ہیں جس میں یہ بات طے پاتی ہے کہ انصار اپنے ہاں آپ کو پناہ دیں آپ کے پشت پناہ بنیں "آپ کی مدد کریں" اور آپ کی طرف سے ڈٹ کر باغیوں کا مقابلہ کریں تاکہ آپ خداوند قدوس کا پیغام دنیا کو امن و عافیت کے ساتھ پہونچاتے رہیں۔ اس معاہدے کو اوس و خزرج نے مان لیا، اس پر دستخط کر دیئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو مدینہ کی ہجرت "کا حکم دیدیا

Marfat.com

مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی یثرب میں اسلام پہونچ چکا تھا۔ اللہ کے رسولؐ کے بھیجے ہوئے ایک مبلغ نے یثرب میں اسلام کی خوبیاں بیان کرکے چند لوگوں کو مسلمان بنالیا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی ہجرت ایک ایسے شہر کی طرف ہورہی تھی جو اسلام کا ایک نیا مرکز تحریک بن چکا تھا۔ ہجرت کا حکم ملتے ہی صحابہ کرام کے قافلے کے قافلے یثرب میں آنے لگے۔ آپ ابھی مکہ ہی میں تشریف فرما تھے اور اپنی ہجرت کے لئے پروردگار عالم کے حکم کے منتظر تھے۔ ایک دن آپ کی آمد کی خبر سُن کر مسلمان مہاجر اپنے انصار بھائیوں کے ساتھ قبا میں اکٹھے ہو گئے اور رحمۃ للعالمین کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ قبا کے دوران قیام میں مہاجر مکہ کی طرح یہاں بھی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور انھیں ایک امام کی ضرورت درپیش تھی مسلمانوں نے امامت کے لئے سالم بن ابی حذیفہ سے بہتر کسی کو نہیں پایا کیونکہ وہ ایک اچھے قاری اور بہترین حافظ تھے۔ آخر کار انھیں امام چن لیا گیا۔ حالانکہ ان میں بڑے بڑے صحابہ موجود تھے۔ مثلاً فاروق اعظم جن کا اسلام مسلمانوں کے لئے باعث خیر و برکت ہجرت سبب نصرت و حمایت اور خلافت پیام رحمت درافت تھی جیسا کہ بعد میں ابن مسعود نے فرمایا ہے۔ اوس و خزرج کے منافق اور مشرک لوگ مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت کو دیکھتے تھے جو مہاجرین و انصار پر مشتمل تھی اور جن کی امامت کے فرائض سالم

بن ابی حذیفہؓ کے سپرد تھے۔ سالم کو امام دیکھکر شروع شروع میں تو انھوں نے ان کو کوئی بڑا آدمی سمجھا، لیکن پھر فوراً ہی انھیں یاد آگیا کہ او ہو یہ تو وہی لڑکا ہے۔ جسے سلام تاجر ہمارے پاس فروخت کرنے لایا تھا۔ اب انھوں نے سالم کو اچھی طرح سے پہچان لیا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے تم اس کو نہیں دیکھتے جو مہاجرین و انصار کی اس چھوٹی سی جماعت کو نماز پڑھا رہا ہے۔ اس اعزاز کو دیکھکر یہ لوگ دنگ رہ گئے اور کہنے لگے کہ یہ لڑکا سالم ہے۔ سالم کو جانتے ہو کون ہے؟ آخر انھوں نے دماغ پر زور ڈالا اور یاد کرنے کی کوشش کی۔ اتنے میں ایک پرانا شخص بول اٹھا کہ یہ تو سلام یہودی کے ساتھ تھا۔ وہ اسے فروخت کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت یہ لڑکا نہ اچھی طرح عربی بول سکتا تھا اور نہ سمجھ ہی سکتا تھا۔ لوگ سلام کا نام سنتے ہی اچھل پڑے، اور سالم کا پورا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا، انھیں یاد آگیا کہ اس وقت بیچارے کی حالت قابل رحم تھی بھوک اور افسردگی چہرے پر چھا رہی تھی۔ کسی کو بھی پسند نہیں آیا تھا۔ آخر کار ایک رحم دل خاتون ثبیتہ نے اسے خرید لیا تھا کیونکہ اس کی حالت زار دیکھکر اسے اس پر ترس آگیا تھا۔ پھر آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اگر آج سلام زندہ ہوتا تو اپنے اس لڑکے کے اعزاز

کو دیکھکر حیران رہ جاتا اور خوشی سے پھولا نہیں سماتا پھر کچھ اور لوگ طنز
طور پر کہنے لگے ۔ محمدؐ کے ماننے والوں کو تو دیکھو ان کی امامت ایک
ایرانی کر رہا ہے جو کل تک غلام تھا۔" واقعی ان لوگوں کے طور طریقے
نرالے ہیں ۔ یہ غلاموں کو سردار بنانے لگے ۔ اور غلام و
آزاد کے درمیان جو خلیجیں حائل تھیں، انھیں پاٹ رہے ہیں۔ بھئی کچھ
کہیں ہمیں تو قریشیوں پر ترس آتا ہے ۔ بیچارے کیسی کیسی مصیبتوں
میں پھنس گئے ہوں گے ۔ انھوں نے محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ
جو کچھ کیا وقت کا وہی تقاضا تھا ہم انھیں معذور سمجھتے ہیں ۔ اگر قریشیوں
کی طرح ہمارے پاس بھی طاقت ہو ۔ تو ہم بھی انھیں شہر بدر کر کے ہی دم
لیں ، اور اس کانٹے کو پہلو میں کھٹکنے نہ دیں ۔ لیکن افسوس ہم بے بس
و بے یارو مددگار ہیں۔" ایک نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا: "ارے انھوں نے تو ہماری
قوم کے بڑے بڑے لوگوں کے دل موہ لئے ۔ ہمارے سردار انھیں ماننے
لگے اور محمدؐ پر ایمان لے آئے جن کے ہاتھ میں سیاہ و سفید ہے" دوسرا
بولا ۔ چند لوگ خاموش رہے اور کچھ بھی نہ کہہ سکے ۔ البتہ اس بارے
میں انھیں تحقیق کا شوق دامنگیر ہوا لیکن جب سالم کے حالات سامنے
آئے تو یہ بھی دنگ رہ گئے ۔ پھر ان لوگوں نے اس جماعت کے افراد
لوگوں کی زندگی کے حالات معلوم کئے تو ان میں اکثر و بیشتر غلام

نکلے جواب آزاد ہیں اور بڑی پوزیشن کے مالک ہیں۔ پھر یہ لوگ مقامی لوگوں کا ان آزاد کردہ غلاموں کے ساتھ برتاؤ دیکھکر انگشت بدنداں رہ گئے اسلام نے سب کو بھائی بھائی بنادیا۔ سب کے حقوق یکساں ٹھہرادیئے سب میں مساوات قائم کردی۔ جیسے ایک ہی خاندان کے چند ممبر ہوتے ہیں۔ سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا جاتا ہے اور سب کو ایک ہی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آج ان غلاموں کے ساتھ بھی وہی منصفانہ عادلانہ اور فیاضانہ برتاؤ کیا جارہا ہے جو کل تک سراسر محروم و بے سروسامان تھے۔ آخر انھوں نے اس مساویانہ سلوک کو اپنی قوم کے مسلمانوں سے پوچھا تو انھوں نے بتایا۔ دراصل اسلام نے انسان کو اس کا اصلی مقام عطا فرمایا ہے، غلام و آزاد کے امتیاز کا قائل نہیں وہ یہ کہتا ہے کہ انسانیت میں دونوں برابر ہیں اور حقوق انسانیت میں کوئی بھی کسی سے کم نہیں سب آدم کی اولاد ہیں، البتہ نیکی، پارسائی، بھلائی، اور نیک عملوں سے ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ پھر جس قدر نیکوکار اور پارسا ہوگا۔ اسی قدر خدا کی نگاہ میں لائق اعزاز واکرام ہوگا۔ جب ان لوگوں نے مسلمانوں کا یہ زریں اصول سنا اور اس پر غور کیا تو ان کے دلوں میں بھی اس اصول کی خواہش و رغبت پیدا ہوئی اور یہ آرزو کرنے لگے کہ ان

Marfat.com

کے ہاں بھی اگر یہ عادلانہ اصول ہوتا تو کیا اچھا ہوتا۔ آخر رفتہ رفتہ ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہونے لگے اور دھیرے دھیرے یثرب کے باشندے حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ اسلام لانے کے بعد ان کے دلوں میں بھی یہی امنگ اٹھی کہ ان کی امامت سالم ہی کریں جو کل تک غلام تھے۔ مگر اسلام نے انھیں ایک اعلیٰ مقام عطا فرما دیا تھا۔ اور آج ان کی خوش قسمتی ملاحظہ ہو کہ وہ قریشیوں کی اور اوس و خزرج کے بڑے بڑے لوگوں کی امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

Marfat.com

دینی شوق ہو تو ایسا ہو!

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے تھے محمدؐ کے

مسلمان بڑی بے چینی سے اللہ کے رسول فداہ ابی و اُمّی کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، اور سراپا شوق بنے ہوئے آپ کے خیر مقدم کے لئے قبا سے کئی کئی میل دُور نکل جاتے تھے، تاکہ آپ کے دیدار سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دلوں کو راحت پہونچائیں آخر ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ قبا میں پہونچ ہی گئے۔ قبا والوں نے آپ کا بڑا شاندار استقبال کیا اور آپ کو سر اور آنکھوں پر بٹھایا ؎

ملی پامال سبزے کو اجازت لہلہانے کی
ہوئی آنسو بھری آنکھوں کو جرأت مُسکرانے کی

آپ نے اپنے استقبال کرنے والوں کا احترام کیا اور سواری سے

Marfat.com

اُتر پڑے۔ رحمۃٌ للعالمینؐ مدینہ کی ہجرت سے بڑے خوش تھے، اور بلاشبہ مدینہ بھی آپ کے تشریف لانے سے باغ باغ تھا۔ ہر وقت آپ کے پاس ملنے والوں کا ایک میلہ سا لگا رہتا تھا۔ ہر گھر میں خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ مدینہ کی ہر گلی میں آپ ہی کا ذکر خیر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عمر بھر کی عیدیں اکھٹی ہوگئی ہوں انصار اپنے مقدس مہمانوں کی خاطر تواضع میں اور حُسنِ مدارات میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ مہاجرین کو پناہ دے رہے تھے، اُن کی ضرورتوں کا خیال رکھ رہے تھے۔ اُن سے خوش ہو ہو کر باتیں کر رہے تھے، اور اُن کے لئے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کر رہے تھے۔ جب آپ قبا تشریف لائے تو کافی دن چڑھ چکا تھا بلکہ زوال کا وقت قریب تھا۔ آپ نے تشریف لاتے ہی ظہر کی نماز کا اہتمام فرمایا اور قبا میں سب سے پہلے آپ کی امامت میں ظہر کی نماز ادا کی گئی۔ پھر ایک انصاری ایک طباق بھر کر تازی تازی کھجوریں لائے اور رحمۃٌ للعالمین فداہ ابی و اُمّی اور آپ کے دونوں رفیق صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ طباق میں سے ایک ایک کھجور اٹھا کر تناول فرمانے لگے۔ ابھی یہ حضرات کھجوریں کھا ہی رہے تھے کہ انھیں دُور سے گرد اُٹھتی ہوئی دکھائی دی،

Marfat.com

جیسے کوئی آرہا ہو۔ پھر دور سے ایک شخص آتا دکھائی دیا جو دم بدم قریب ہوتا جارہا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ شخص رحمۃ للعالمین کے قریب پہونچ ہی گیا اور سلام کرکے مجلس میں بیٹھ گیا۔ جانتے ہو یہ کون شخص تھا؟ یہ "روم کا پہلا پھل" یعنی صہیب رومیؓ تھے۔ جیسا کہ حضرت نے ان کے بارے میں فرمایا تھا، صہیب بڑی محنت و جاں فشانی سے مدینے پہونچے تھے۔ سفر کی تھکان نے ان کا بُرا حال بنا رکھا تھا۔ بھوک سے نڈھال تھے اور سفر کی گرمی سے آنکھیں بھی دُکھنے آگئی تھیں، بڑی مشکل سے تھوڑا بہت نظر آجاتا تھا۔ جب آتے ہیں تو حاضرین کو سلام کرکے زمین پر بیٹھ جاتے ہیں اور ذرا سستا کر ادھر اُدھر دیکھتے ہیں تو سامنے کھجوروں کا طباق نظر آتا ہے۔ کئی دن کے بھوکے تو تھے ہی طباق پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور کھجوریں کھانا شروع کردیتے ہیں۔

فاروق اعظمؓ:- یارسول اللہ ذرا صہیب کو تو ملاحظہ فرمائیے، آنکھیں دُکھ رہی ہیں اور کھجوریں کھا رہے ہیں!"

رسول اللہ صلعم: "صہیب! آشوب چشم میں کھجوریں کھا رہے ہو؟"

صہیبؓ: (جلدی جلدی کھاتے ہوئے) "یارسول اللہ! میں اپنی تندرست آنکھ کی بدولت کھا رہا ہوں"

صہیب کی اس حاضر جوابی پر رحمۃ للعالمین مسکرا دئے اور حاضرین

ہنس پڑے۔ لیکن وہ بدستور کھجوریں کھاتے رہے۔ جب خوب پیٹ بھر گیا اور سیر ہو گئے تو صدیق اکبرؓ سے ناراض ہو کر شکایت کرنے لگے کہ آپ نے مجھے اپنے ساتھ لے چلنے کا وعدہ فرمایا تھا مگر پھر بھی مجھے چھوڑ آئے پھر ناراض ہو کر رسول اللہ صلعم سے کہنے لگے یا رسول اللہ آپ نے بھی تو وعدہ فرمایا تھا شاید آپ بھی بھول گئے اور چھوڑ کر چلے آئے۔ خدا کی قسم میں نے اپنی تمام دولت دے کر قریشیوں سے صرف اپنی جان خریدی ہے۔ اس ترکیب سے ان کے شہر سے آیا اور خدمت گرامی میں حاضر ہوا مکہ سے تین پاؤ آٹا لے کر چلا تھا جسے ابواء میں آکر گوندھا تھا اور وہاں سے یہاں تک اسی پر گزارا کیا ہے۔

رحمۃ للعالمینؐ: "ابو یحییٰ! تمہاری تجارت میں برکت ہی برکت ہے ابھی سودے میں تمہیں فائدہ ہی فائدہ ہے۔" اللہ تعالیٰ نے انھیں کے بارے میں یہ آیت اتاری:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۝

(بقرہ - پارہ ۲ - نصف کے قریب)

بعض ایسے بھی لوگ ہیں جو اللہ کی رضامندی تلاش کرنے کی غرض سے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

Marfat.com

پھر صہیب اپنی اس مفید تجارت کا واقعہ اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں، مخلص مسلمانوں کی یہ عادت تھی کہ وہ خواہ مخواہ اپنے اسلام کی شیخیاں نہیں بھنگارا کرتے تھے، نہ اس کا احسان جتایا کرتے تھے، اور فخر و مباہات کو بھی بُرا سمجھتے تھے۔ رحمۃ للعالمین اور حضرت ابوبکر کی ہجرت سے قریشی معاملہ کی نزاکت کو خوب سمجھ گئے تھے۔ اور ان صحابہ کرام کو جو باقی رہ گئے تھے ہجرت نہیں کرنے دیتے تھے، بلکہ انھیں ڈرا دھمکا کر آبائی دین میں واپس لانے کی کوشش کرتے تھے۔ صہیب کو تنہا پا کر انھوں نے ہجرت کرنے سے روک دیا۔ "جب تو ہمارے شہر میں آیا تھا مفلس و کنگال تھا، تیرے پاس کچھ نہ تھا۔ کوڑی کوڑی کو محتاج تھا۔ آخر یہاں رہ کر تو اچھا خاصا مالدار ہو گیا اور بڑے تاجروں میں شمار ہونے لگا۔ اب تیرا یہ ارادہ ہے کہ ہمیں چھوڑ کر محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں کے پاس چلا جائے اور ہمارے شہر کی کمائی ہوئی دولت اپنے ساتھ لے جائے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم تیری راہ میں مزاحم ہوں گے اور تجھے جانے نہ دیں گے۔" ابو جہل نے گرج کر کہا۔

صہیب نے آزردہ ہو کر سوال کیا: "اگر یہ بات ہے تو میں اپنا سارا مال تمہارے حوالے کر جاؤں، جب تو مجھے جانے دو گے؟"

لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا: "ہاں ہاں، پھر تو تمہیں روکنے کا ہمیں کوئی حق حاصل نہیں، تمہیں اختیار ہے جہاں چاہو جاؤ اور رہو"

ابو جہل جھلّا کر بولا: "نہیں نہیں، ہرگز نہیں، تیرے مال کی اتنی ضرورت نہیں جتنی تیری جان کی ہے، ہم تجھے خوب مزا چکھائیں گے اور تیرے مال پر بھی قبضہ کرلیں گے، پھر یا تو مارتے مارتے تجھے ختم کر دیں گے ورنہ اپنے آبائی دین میں واپس لے آئیں گے"

صہیب نے آزردہ ہو کر تلخ لہجے میں جواب دیا: "اگر آج عبداللہ بن جُدعان زندہ ہوتے تو تمہیں ہرگز یہ جسارت نہ ہوتی"

ابو جہل چیخا: "اچھا اچھا، عنقریب ہم تجھے عبداللہ بن جُدعان ہی کے پاس پہونچائے دیتے ہیں، اس سے مل کر ہماری شکایت کرنا، کیا تم لوگوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ زندگی بعد الموت حق ہے!"

صہیب نے سنجیدگی سے جواب دیا: "افسوس! تُف ہے تمہاری عقل پر، بھلا اُس دنیا میں میرا اور اس کا کیا تعلق، مجھ سے اللہ کے رسول نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ دوزخ میں ہے"

صہیب کا یہ جواب سُن کر ابو جہل غصے سے تمتما اُٹھا، اور جھپٹ کر صہیب کا منہ نوچ لیا، پھر زور سے ایک طمانچہ مارا اور اپنے آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، "او تمیمو! سُن رہے ہو

Marfat.com

یہ بدبخت کیا بک رہا ہے۔ تمہارا سرداد عبداللہ تو دوزخ میں ہے اور اس کا یہ رومی غلام جنت میں جائے گا۔ ایسی جہالت کی بکواس میں نے تو آج تک نہ دیکھی اور نہ سنی" پھر صہیب کو گرفتار کر کے بند کر دیا جاتا ہے۔ صہیب چند روز نظر بند رہتے ہیں اور انھیں بقدر سد رمق کھانے کو دیا جاتا ہے جس سے ان کا سانس چلتا رہے۔ چونکہ مکّہ میں اور بھی مسلمان باقی رہ گئے تھے۔ علاوہ ازیں لوگ روز بروز مسلمان ہو رہے تھے، اس لئے کسی مسلمان کو صہیب پر ترس آگیا اور اُس نے کسی تدبیر سے انھیں قید سے نکال دیا، صہیب نے یہ موقعہ غنیمت سمجھا اور ایک سواری حاصل کر لی، پھر اس پر سوار ہو کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ جب قریشیوں کو صہیب کے قید خانے سے نکل جانے کی خبر ہوئی تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ فوراً چند سوار اُن کے تعاقب میں دوڑے گئے۔ ان شہسواروں نے کچھ دُور جا کر صہیب کو جا لیا۔ جب اُنھوں نے ان چند سواروں کو اپنے قریب دیکھا اور اُن کا ناپاک عزم بھی بھانپ لیا تو ٹھہر گئے اور ترکش میں سے تمام تیر نکال کر بڑے حوصلے کے ساتھ ان سے گرج کر بولے "کونسا مائی کا لال ہے جو مجھے پکڑنے کی جسارت کرے گا۔ خدا کی قسم جب تک میرے پاس یہ تیر ہیں کوئی میرے پاس پھٹک بھی نہیں

Marfat.com

سکتا، تمہیں معلوم ہے کہ میں ایک ماہر تیرانداز ہوں، تیر ختم ہو جانے کے بعد اپنی تلوار سونت کر تمہارا ڈٹ کر مقابلہ کروں گا اور جب تک میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ ہے تمہیں اپنے پاس نہ آنے دونگا، تمہاری خیر اسی میں ہے کہ میرے مال پر قبضہ کر لو اور چپ چاپ کان دبائے چلے جاؤ۔ اگر چاہو تو میں تمہیں اس کا پتہ بھی بتلائے دیتا ہوں۔ یہ سوار بلا سوچے سمجھے چیخ پڑے کہ ہمیں تو پیسے کی ضرورت ہے اور تمہارا مشورہ ہمیں منظور ہے، اس کا پتہ اور نشان ضرور بتا دو۔"

صہیب نے انھیں وہ مقام بتادیا جہاں ان کا مال تھا۔ اور یہ لوگ چپ چاپ واپس لوٹ آگئے۔ اس طرح انھوں نے اپنے مال سے متاع ایمان خرید لی اور اس بیش بہا متاع کو لے کر خوشی خوشی مدینہ کو چل پڑے۔ آخر بڑی محنت و مشقت سے یہ طویل راستہ خدا خدا کر کے طے کیا اور اللہ کے رسول صلعم سے جا مصافحہ کیا۔ سفر کی صعوبتوں اور تکالیف نے انھیں ادھ موا کر دیا تھا مگر خیر سے مدینہ پہونچ گئے اور اللہ کا شکر بجا لائے۔

Marfat.com

رحمۃ للعالمین کے ایک رضاکار خادم

ابن مسعود دیگر صحابہ کی طرح حبشہ سے مدینہ تشریف لے آتے ہیں اور معاذ بن جبل یا سعد بن خثیمہ کے یہاں ٹھہر جاتے ہیں۔ جیسا کہ تاریخ بتاتی ہے اور اس وقت تک ٹھہرے رہتے ہیں جب تک کہ رحمۃ للعالمین مدینہ میں لوگوں کے گھروں کی حد بندی نہیں فرما دیتے اور ہر خاندان کی ایک مخصوص جگہ کا تعین نہیں کر دیتے۔ آپ مسجد کے پیچھے زہریوں کے لئے جگہ مخصوص فرما دیتے ہیں۔ قبیلے والے آپ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول صلعم آپ ابن ام عبد کو ہمارے پاس نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم سے الگ ہی رکھیں، گویا انھیں ابن مسعود کا قیام ناگوار گذرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "پھر مجھے کس لئے بھیجا گیا؟ حق تعالیٰ اس قوم کو برکت عطا نہیں فرماتا جو اپنے کمزوروں کی

Marfat.com

حق تلفی کرتی ہے۔" پھر آپ نے ان ہی کے درمیان ابن مسعودؓ کو ایک قطعہ زمین باعزت سکونت کے لئے عطا فرما دیا۔ ابن مسعودؓ مدینہ میں سکونت اختیار کرتے ہی آپ کے رضاکارانہ خادموں میں شامل ہو گئے۔ آپ کی عمومی اور خصوصی زندگی میں ہر وقت عبد اللہ بن مسعود آپ کے ساتھ رہنے لگے۔ آپ خلوت و جلوت میں اور اندر باہر ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اور آپ کی پاکیزہ صحبت سے فائدہ اُٹھاتے۔ جب رسول اللہ صلعم گھر میں تشریف فرما ہوتے تو یہ آپ کے در کی دربانی کرتے، اور جب آپ کہیں جاتے تو یہ عصا لے کر آپ کے آگے آگے چلتے۔ محدثین کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ اللہ کے رسول صلعم کے سامان اُٹھانے والے تھے، اور آپ کے بچھونے، نعلین مبارک اور وضو کے پانی کے منتظم تھے۔ جب رحمۃ للعالمین گھر میں تشریف لے جاتے تو یہ آپ کے حجرے کے دروازے پر چوکیدار بن کر پہرہ دیتے رہتے۔ سرکار رسالت اِن سے کوئی بات نہیں چھپاتے تھے تاوقتیکہ اس بات میں خدا کے پاس سے کوئی حکم نہ آجائے۔ پھر جب آپ گھر سے باہر کہیں جانا چاہتے تو یہ آپ کو جوتا پہناتے اور عصا لے کر آپ کے آگے آگے چلتے اور جب کبھی آپ کہیں بیٹھنے کا ارادہ فرماتے

Marfat.com

تو یہ آپ کا جوتا اُتار کر اپنی بغل میں دبا لیتے اور آپ کے دست مبارک میں عصا نہیں دیتے ۔ پھر جب آپ چلنے کے ارادے سے کھڑے ہو جاتے تو یہ جھٹ آپ کو جوتا پہنا دیتے اور آپ سے عصا لے کر آگے آگے چل پڑتے ۔ جب گھر پہنچتے تو حجرے کا پردہ ہٹا کر پہلے آپ گھر میں داخل ہوتے، اور پھر جب آپ گھر میں تشریف لے آتے تو دوڑ کر جلدی سے آپ کا جوتا اُتارتے اور فوراً باہر نکل کر دروازے پر پہرہ دینے لگتے ۔ سرکار رسالت جب کبھی سفر کا قصد فرماتے، تو سفر میں بھی یہ آپ کا بستر بوریا اُٹھاتے اور وضو کے لئے پانی مہیا فرماتے ۔ اور اگر کسی وقت آپ غسل کرنا چاہتے تو یہی پردہ روک کر کھڑے ہو جاتے تھے ۔ ان خدمات کو دیکھکر اکثر صحابہ تو ان کو آپ کے گھرانے کا ایک فرد سمجھتے تھے ۔ اس انتہائی قرب اور کثرت صحبت سے یہ بات قابلِ حیرت و استعجاب نہیں کہ یہ سب سے زیادہ حافظ قرآن، اور سب سے زیادہ حافظ الحدیث ہیں ۔ قرآن حکیم براہ راست رسول اللہ صلعم سے زیادہ تر انھوں ہی نے سُنا تھا ۔ اِس لئے یہ آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد قرآن حکیم کی تعلیم دیتے، اور حدیثیں کمی کے ساتھ ڈرتے ڈرتے روایت کرتے ۔ اللہ کے رسول صلعم ہر بات میں انھیں

Marfat.com

کو ترجیح دیتے۔ ان کا بڑا ادب و احترام کرتے اور بسا اوقات ان کی حمایت و تعریف بھی کرتے۔ ایک دن تو آپ نے صاف فرما دیا تھا کہ اگر میں کسی کو بلا مشورہ امیر بناتا تو ابن ام عبد کو بنا دیتا۔ ایک روز آپ نے انھیں حکم دیا کہ فلاں درخت پر چڑھ کر کچھ پھل چُن لاؤ، جب وہ اس درخت پر چڑھنے لگے تو حاضرین ان کی پتلی پتلی ٹانگیں دیکھکر ہنسنے لگے۔

اللہ کے رسول صلعم نے فرمایا: "ہنسنے کی کیا بات ہے؟"
لوگوں نے جواب دیا: "ان کی پتلی پتلی ٹانگیں دیکھکر ہنسی آگئی"
سرکار رسالت نے فرمایا:

اِنَّ سَاقَهٗ لَاَ ثْقَلُ فِی الْمِیْزَانِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ اُحُدٍ۔

تم ان ٹانگوں کو دیکھکر ہنس رہے ہو، لیکن قیامت کے دن یہی ہلکی پھلکی ٹانگیں میزان میں اُحد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوں گی۔

ابن مسعود مدتوں آپ کے ہمراز اور بستر و پانی کے منتظم رہے جب حق تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کو اپنے پاس بلا لیا، اور مسلمانوں کا ایک لشکر شامیوں سے جنگ کرنے کے لئے شام کو روانہ ہوا، تو ابن مسعود بھی اسی لشکر میں شوقِ شہادت میں

Marfat.com

جنگ کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ دوسرے لفظوں میں یہ سمجھو کہ اپنے حبیبؐ کے بعد مدینہ میں ان کا ٹھہرنا مشکل ہوگیا۔ کچھ عرصے آپ حمص میں مقیم رہے۔ آخرکار حضرت عمر نے اپنی خلافت کے زمانے میں آپ کو کوفے کا معلّم بناکر بھیجدیا۔ پھر حضرت عثمان نے اس عہدے سے انھیں معزول فرمایا۔ آپ کافی عرصے تک کوفے میں سرکاری معلّم کی حیثیت سے رہے۔

Marfat.com

Marfat.com

جنگِ بَدر

عجب انداز سے آئے خدا کے چاہنے والے
زبانیں خشک، پوشاکیں دریدہ، پاؤں میں چھالے

مکہ میں ایک منادی آیا اور اُس نے یہ اعلان کر کے کہ ابوسفیان کا قافلہ گھرا ہوا ہے اور قافلہ سالار نے ان سے فوری مدد طلب کی ہے۔ قریشیوں کے دلوں میں خوف و دہشت کو بھر دیا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ محمدؐ کا یہ عزم ہے کہ وہ ہمارا قافلہ لوٹ لے۔ اسی خیال سے وہ اپنے معتقدین کو لے کر مدینہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ یہ وحشت ناک خبر سُن کر قریشی گھبرا گئے، اور ابھی دن چڑھا بھی نہ تھا کہ قریشی سردار جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے۔ بشر فار اور سرداروں کے تو دل کو لگی ہوئی تھی۔ اُنھوں نے اِس سلسلے میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ اُن کی تمنا تھی کہ اُڑ کر جا پہونچیں اور قافلے کو تباہی سے بچا لیں۔ ابوجہل کو یقین تھا

Marfat.com

کہ اب وقت آپہونچا ہے جس کا اُسے کافی عرصے سے انتظار تھا اور یہ بھی اس کا عزم تھا کہ قریشی محض قافلہ بچانے کے لئے مکّہ نہ چھوڑیں گے بلکہ محمدؐ اور اُس کے ماننے والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر مکّہ اور یثرب کو ان کی ریشہ دوانیوں سے بچالیں گے۔ مکّہ سے ایک ہزار جوانوں کا لشکرِ جرّار اکڑتا ہوا نکلا۔ جس میں بڑے بڑے لوگ بھی شامل تھے، کیونکہ انھیں اکابر نے جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ ابھی مکّہ سے کچھ ہی دُور نکلے تھے کہ مخبر نے خبر دی کہ ابوسفیانؓ بڑی ہوشیاری سے سمندر کے کنارے کنارے آرہا ہے، محمدؐ سے اپنے قافلے کو بچانے میں کامیاب ہوگیا ہے، اور اُن کی زد سے صاف نکل آیا ہے۔ اس لئے قریش مکّہ واپس لوٹ جائیں، اور امن وعافیت سے رہیں سہیں۔ لیکن قریشیوں نے مکّہ سے نکل آنے کے بعد خالی ہاتھ واپس ہونا اچھا نہ سمجھا اور شیطان نے ابوجہل کی زبانی یہ بات اُن کے ذہن نشین کر دی کہ یہ نوجوانوں کا لشکر مقام بدر تک جائے اور وہاں شاہانہ شان و شوکت اور رعب و دبدبے کے ساتھ ٹھہرے تاکہ عرب کو معلوم ہو جائے کہ قریشیوں کی اس گئے گذرے زمانے میں بھی وہی سیادت و قیادت باقی ہے اور اب بھی اُن میں وہی دم خم باقی ہے جو ان کا

Marfat.com

مخصوص حصہ ہے۔ اس مقام میں تین دن ٹھہرا جائے۔ خوب اُونٹ ذبح کیے جائیں، شراب وکباب کا دَور چلتا رہے اور خوب دادِ عیش دیں، گرد و نواح کی بستیوں کو بھی اس جشنِ مسرت میں شریک کر لیں تاکہ محمد کو اور مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ آج بھی ہبل کا بول بالا ہے، اور قریشیوں کی عزت وسطوت پیدا کرنا بڑے دل گردوں والے کا کام ہے۔

اِس جنگ میں جہاں اور سردار شامل تھے' وہاں سہیل بھی ساتھ تھا۔ سہیل نے اپنا سارا ساز وسامان اپنے صاحبزادہ عبداللہ کے حوالے کر دیا تھا اور خود خالی ہاتھ اُس کے آگے آگے چل رہا تھا۔ سہیل نے اپنے فرزند عبداللہ کو حبشہ سے مکّہ واپس آنے کے بعد طرح طرح کی اذیتیں پہونچا کر توحید کی راہ سے ہٹانا چاہا تھا۔ سہیل نے عبداللہ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک تنگ وتاریک کوٹھری میں ڈال دیا تھا، اور جب تک اُسے اس بات کا پکّا یقین نہ ہو گیا کہ اب عبداللہ اپنے آبائی دین میں واپس لوٹ آیا ہے۔ اس وقت تک اُس نے اُنھیں رہا نہیں کیا تھا۔ چونکہ عبداللہ پر سہیل کو پُورا پُورا بھروسہ اور اعتماد تھا اِسی لئے اپنا ساز وسامان اُن کے سپرد کر کے اطمینان سے آگے آگے چلنے لگا۔ بدر کے مقام پر حق وباطل

کا معرکہ گرم ہوا اور دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابلہ پر ڈٹ کر کھڑے ہو گئے۔ قریشیوں نے جب محمدؐ کی جماعت پر نظر دوڑائی تو انھیں اُن کے ساتھ مٹھی بھر آدمی نظر آئے۔ یہ دیکھکر وہ اور اکڑ گئے اور کبر و غرور میں چور نظر آئے۔ رحمۃ للعالمین نے بھی دشمن کے لشکر کو گہری نگاہوں سے دیکھا۔ آپ نے دیکھا کہ چھوٹے بڑے سارے قریشی موجود ہیں، اور پورے ساز و سامان کے ساتھ ہیں۔ اس وقت آپ نے حق تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ اپنا وعدہ پورا فرمائے غیبی امداد بھیجے اور مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط بنائے۔ پھر دونوں فریق بالکل ہی قریب آ گئے۔ قریشیوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور مسلمانوں کو بھی یہ چیز انوکھی معلوم ہوئی، لوگوں نے دیکھا کہ ایک شگفتہ چہرے والا، گٹھیلے جسم والا بڑا قوی اور تندرست و توانا کڑیل نوجوان لشکر قریش میں سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر کا رُخ کر رہا ہے۔ مسلمانوں نے بھی خصوصاً مہاجرین نے اپنے اس پُرانے دوست کو دیکھا، جس پر پہلے تو وہ جانیں چھڑکتے تھے۔ مگر بعد میں جب انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ یہ اپنے آبائی دین میں لوٹ گیا ہے تو اس پر افسوس کر رہے تھے۔ قریشی اس کڑیل نوجوان کی یہ حرکت دیکھکر انگاروں پر لوٹنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے

Marfat.com

سے اس کے بارے میں پوچھنے لگے۔ اکثر مسلمانوں میں بھی
اس کی بابت چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر میں سب کو
معلوم ہو گیا کہ یہ عبداللہ بن سہیل بن عمرو ہے جنھوں نے حکمت
عملی سے کام لے کر مشرکوں کو اپنے بارے میں دھوکہ میں رکھا، اور
حق تعالےٰ کے اس فرمان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، جو عمار بن یاسر
کی شان میں اتارا گیا تھا۔ (یہ آیت اوپر گذر چکی ہے) وہ بظاہر
مشرک تھے مگر اُن کے دل میں شرک نہ گھس سکا تھا۔ وہاں ایمان
کی روشنی جگمگا رہی تھی، اور عمار کے دل کی طرح ایمان و یقین سے
لبریز تھا۔ رسول اللہ صلعم نے عمارؓ سے فرمایا تھا کہ اگر قریشی
تمہیں اذیت پہونچائیں تو پھر تم زبان سے وہی کلمہ کہدینا جسے وہ
کہلوانا چاہتے ہیں۔ عبداللہ اس آیت کا اور حدیث رسول اللہ صلعم
کا اچھی طرح مطلب سمجھ چکے تھے۔ جب انھیں باپ نے قسم قسم کی
اذیتیں پہونچائیں تو انھوں نے قریشیوں کی موجودگی میں سہیل کے
کے آگے ان تمام باتوں کا زبانی اقرار کر لیا جو انھیں پسند تھیں
اور انھیں ناپسند تھیں مگر دل میں ایمان و یقین ہی تھا......
اب جبکہ دونوں جماعتیں جنگ کرنے کے لئے آمنے سامنے کھڑی
ہو گئیں تو عبداللہ اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانے

Marfat.com

ہیں اور مشرکوں کے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر میں جا پہونچتے ہیں۔ جب اللہ کے رسولؐ کے قریب پہونچتے ہیں تو آپ کو سلام کرتے ہیں اور آپ کی دُعائیں لے کر اپنے دوستوں سے ملتے ہیں اور قریشیوں سے جنگ کرتے ہیں جن میں ان کا باپ سہیل بھی شامل ہے۔ اسی اثناء میں اپنے بہنوئی ابو حذیفہ سے ملاقات کرتے ہیں اور انھیں اپنا پُورا واقعہ سُناتے ہیں۔ ابو حذیفہ انھیں شاباشی دیتے ہیں اور اُن کی ہوشیاری کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں بہت ہی اچھا ہوا۔ جب دونوں گروہ سینہ بہ سینہ ہوجاتے ہیں اور اُن میں تلوار یا تیر چلنے کی دیر باقی رہ جاتی ہے، تو قریشی ایک بات دیکھکر دنگ رہ جاتے ہیں، اسی طرح مسلمان بھی انگشت بدندان رہ جاتے ہیں۔ ایک نوجوان مسلمان اسلامی لشکر سے نکلتا ہے اور قریشیوں کے سالار لشکر عتبہ کو مقابلے کے لئے للکارتا ہے۔ عتبہ بھی پیچ و تاب کھاتا ہوا اس کے مقابلے پر آتا ہے، لیکن اس کی صورت دیکھتے ہی اُلٹے پاؤں واپس ہوجاتا ہے۔ قریشیوں کا غصہ بھڑک اُٹھتا ہے کیونکہ واقعہ کی نوعیت عجیب و غریب ہے۔ اور مسلمان بھی دنگ رہ جاتے ہیں۔ یہ نوجوان ابو حذیفہ ہے جو اپنے باپ عتبہ کے مقابلے کے لئے اللہ کی رضا کے لئے ڈٹا ہوا ہے۔ جنگ

کے شعلے بجھ جانے کے بعد ہندہ بنت عتبہ کو خبر ملتی ہے کہ عتبہ، ولید اور شیبہ (باپ، بھائی اور چچا) تینوں میدان میں کھیت رہے، اُسے یہ بھی خبر ملتی ہے کہ اس کے بھائی ابو حذیفہ نے اُس کے باپ عتبہ کو مقابلے کے لئے میدان جنگ میں طلب کیا تھا۔ یہ سُن کر وہ بھنّا جاتی ہے، خوب خوب صلواتیں سُناتی ہے اور فی البدیہہ یہ شعر کہتی ہے جس میں ابو حذیفہ کی مذمت ہے:-

اَلْاَحْوَلُ الْاَثْعَلُ الْمَشْئُوْمُ طَائِرُهٗ
اَبُوْحُذَیْفَةَ شَرُّالنَّاسِ فِی الدِّیْنِ
اَمَا شَکَرْتَ اَبًا رَبَّاكَ مِنْ صِغَرٍ
حَتّٰی شَبَبْتَ شَبَابًا غَیْرَ مَحْجُوْنٍ

"اے بھینگے، دانتو منحوس ابو حذیفہ جو دین میں بدترین شخص ہے
کیوں تو نے اپنے اس باپ کا شکر ادا نہیں کیا جس نے تجھے کم سنی
میں پالا پوسا اور تو نے بے داغ جوانی پائی"

اس جنگ میں عبداللہ بن مسعود بھی شریک تھے۔ اگرچہ یہ دُبلے پتلے لاغر اور نحیف تھے لیکن ان میں غضب کی چستی اور بلا کی پھرتی تھی جیسے کوئی چھلاوہ، ابھی یہاں اور ابھی وہاں، میدان جنگ میں بھی ان کا وہی دستور تھا جو مکی زندگی میں دوران ابتلا میں تھا۔

ابن مسعود ایک زخمی شیر کی طرح حملہ کرتے پھر رہے تھے ۔ ابھی ادھر حملہ کیا اور ابھی ادھر دھاوا بولا ۔ میدان میں ہر مقام پر لڑتے اور حملہ کرتے دکھائی دیتے تھے ۔ اثناء جنگ میں اُن کی نگاہ دو کمسن مسلمانوں پر پڑتی ہے ۔ عفراء کے دو سعادت مند بیٹے عقاب کی طرح اپنے شکار ابوجہل پر ٹوٹ پڑتے ہیں ، اور پلک جھپکنے میں اُسے مار گراتے ہیں ۔ ابن مسعود نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا فوراً ابوجہل کے پاس پہونچے ' ابھی کم بخت سسک رہا تھا لیکن اتنا دم باقی تھا کہ دیکھ اور سن سکے ۔ اور رُک رُک کر بول بھی سکے ابن مسعود لپک کر اس کے سینے پر سوار ہو جاتے ہیں اور اُس سے گرج کر کہتے ہیں "اے اللہ کے دشمن دیکھ خدا نے تجھے کیسا ذلیل و خوار کیا ۔ اے گڈریے تو مشکل سے چڑھی جانیوالی جگہ پر چڑھا ہوا ہے" ۔ ابوجہل نے مریل آواز میں رُک رُک کر کہا کمینے باجی اب ذرا دنیا کا مزہ چکھ آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ سخت اور خون کے آنسو رُلانے والا ہوگا" ۔ پھر اُنھوں نے اس پیکر فتنہ و فساد کا سر اڑا دیا اور دوڑ کر سرکار رسالتؐ کی خدمت اقدس میں پہونچے ۔ اور کہنے لگے " یا رسول اللہ مبارک ہو میں نے ابوجہل کا سر قلم کر دیا ہے ۔ اللہ کے رسول صلعم نے بلند آواز سے فرمایا ۔ اللہ اکبر اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں نے

Marfat.com

نعرۂ تکبیر بلند کیا جس سے میدان جنگ گونج اٹھا۔ جنگ ختم ہو گئی۔ لاشیں گھسیٹ گھسیٹ کر ایک پرانے کنوئیں میں ڈال دی گئیں اللہ کے رسول ان لاشوں کے پاس کھڑے ہو کر فرما رہے ہیں۔ "اے کنوئیں والو! کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟ مجھ سے میرے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ تو سچا ہی ثابت ہوا" بعض صحابی بول پڑے، یا رسول اللہ! یہ تو سب بے جان ہیں، فرمایا تمہاری طرح یہ سن رہے ہیں مگر بول نہیں سکتے۔"

Marfat.com

مؤذن رسول اللہ

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انھیں نے سب سے پہلے اسلام میں اذان دی۔ جب جماعت میں نظم پیدا ہو گیا تو نبی صلعم نے انھیں اذان پر متعین فرما دیا تھا۔ بلاشبہ مہاجرین و انصار میں بہت سے لوگ بلند آواز تھے، اور بلال سے زیادہ فصیح و بلیغ بھی تھے، مگر حق تعالیٰ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے۔ اللہ کے رسول صلعم بلالؓ کی اسلام میں سبقت اور اذان میں اوّلیت سے خبردار تھے۔ لہٰذا جب تک یہ مدینہ میں مقیم رہتے یہی اذان دیتے۔ جب یہ مدینہ سے باہر چلے جاتے تو اُن کی جگہ ابو محذورہ اذان دیتے تھے، اور اگر دونوں غیر موجود ہوتے تو پھر عمرو بن ام مکتوم کے ذمے اذان ڈال دی جاتی تھی حضرت بلال ٹھیک وقت پر اذان دیتے تھے اور وقت کی پابندی کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ مجال ہے جو مقررہ وقت سے اذان میں ذرا بھی دیر ہو جائے۔ اذان سے

Marfat.com

فارغ ہو کر رسول اللہ صلعم کے دروازے پر آپ کو نماز کی اطلاع دینے کے لئے آ کھڑے ہوتے اور بلند آواز سے فرماتے حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح الصلوٰۃ یا رسول اللہ نماز کے اور کامرانی کے لئے تشریف لائیے۔ اے اللہ کے رسول نماز کا وقت ہو گیا۔ پھر وہاں سے ایک طرف کو ہٹ کر وہیں کھڑے ہوئے آپ کا انتظار کرتے رہتے۔ جب اللہ کے رسول کو باہر تشریف لاتے دیکھتے تو تکبیر کہنی شروع کر دیتے تھے، عید، بقرعید اور استسقاء کی نمازوں کے موقعہ پر بلال نیزہ لئے ہوئے آپ کے آگے آگے چلتے تھے۔ جب عیدگاہ کے میدان میں پہنچ جاتے تو آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا کرتے تھے۔ آپ اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔ آپ کو بلال سے کمال محبت تھی اور اُن کی بڑی عزت فرماتے تھے پھر آپ کی یہ خواہش رہتی کہ میری طرح دوسرے لوگ بھی بلال کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور میری طرح اُن کی قدر و منزلت کریں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عرب خاندان آپ کی خدمتِ مبارک میں حاضر ہوا اور ایک عربی خاندان کا نام لے کر آپ سے درخواست کرنے لگا کہ اس سے ہماری بیٹی بیاہ دیں۔" بلال سے شادی کیوں نہیں کر دیتے۔" آپ نے فرمایا اس روز وہ لوگ جواب دئے بغیر اٹھ کر چلے گئے۔ پھر دوسرے دن حاضر خدمت ہو کر کل والی درخواست دُہرائی۔ آپ نے بھی

Marfat.com

بھی کل والا جواب دُہرا دیا آج بھی یہ لوگ جواب دیئے بغیر واپس ہو گئے۔ تیسرے دن پھر حاضر خدمت ہو کر وہی درخواست دُہرائی آپ نے وہی جواب لوٹا دیا جو پہلے دو بار لوٹا چکے تھے۔ اس دفعہ یہ کلمہ مزید فرمایا کہ تم ایک جنتی شخص سے کیوں نہیں بیاہ دیتے۔ آخر کار آپ کی بار بار سفارش سے ان لوگوں نے اپنی بیٹی حضرت بلال سے بیاہ دی۔ لوگوں کو خوب معلوم تھا کہ رسول اللہ صلعم مسلمانوں کے درمیان بجز پارسائی، عملِ صالح اور نیک کاموں کے اور کسی اعتبار سے فرق روا نہیں رکھتے، لہٰذا بلال کی قدر و منزلت اسی طرح کی جاتی تھی، جس طرح اللہ کے رسول چاہتے تھے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے، اَبُوْ بَکْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا، ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انھوں نے ہمارے سردار کو آزاد کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کا اشارہ حضرت بلالؓ ہی کی طرف ہے یہ ایسی باتیں تھیں کہ ان سے بلال مغرور و خود پسند ہو سکتے تھے لیکن کبر و نخوت ان کے پاس تک نہ پھٹکتا تھا بلکہ وہ ہمیشہ انکسار پسند اور متواضع ہی رہے ایک دفعہ آذان دے رہے تھے کہ دل میں کچھ بڑائی کا سا احساس پیدا ہوا فوراً چونک پڑے اور اس جذبے کی خدمت میں کچھ کلمے شعروں کے سانچے میں ڈھالنے چاہے مگر وہ نہ نثر ہی رہی اور نہ نظم میں وزن تو بن گیا مگر قافیہ مفقود رہا:

Marfat.com

مَا لِبِلَالٍ ثَكِلَتْهُ اُمُّهٗ وَابْتَلَّ مِنْ نَضْحٍ دَمٍ جَبِيْنُهٗ

بلال کو کیا ہو گیا اُس کی ماں اُسے روئے اور اس کی پیشانی خون کے چھینٹوں سے تر ہو جائے۔ مسلمان حضرت بلال کے پاس آتے اور اُن کی فضیلتیں اور خوبیاں بیان کرتے لیکن بلال صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے میں صرف ایک حبشی ہوں اور کل تک ایک غلام رہ چکا ہوں۔ فتح مکہؓ کے روز مسلمان مکہ میں ایک فاتحانہ شان سے داخل ہوتے ہیں اور قریش طوعاً اور کرہاً مسلمان ہو جاتے ہیں اللہ کے رسول صلعم مکیوں کو یہ کہکر معاف فرما دیتے ہیں لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (یوسف ۹۲)

(آج تم پر کوئی الزام نہیں حق تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف فرمائے وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔) یہی بات حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے فرماکر ان کی خطائیں معاف فرما دی تھیں۔ پھر آپ بتوں کو توڑ کر اللہ کے مقدس گھر کو شرک کی گندگی سے پاک و صاف فرماتے ہیں اور اس گھر کو خالص حق تعالیٰ کے لئے مخصوص فرما دیتے ہیں۔ پھر بلالؓ سے فرماتے ہیں۔ "بلال کعبہ کی چھت پر چڑھکر اذان دو۔" اللہ کے رسولؐ نے مسکرا کر فرمایا۔ آخر بلال کعبہ کی چھت پر اذان دیتے ہیں۔ حارث بن ہشام اور صفوان بن اُمیہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ "اگر آج میرا بھائی (ابو جہل)

س حبشی غلام کو کعبہ کی چھت پر کھڑا دیکھ لیتا تو کیا حشر برپا کر دیتا۔"
حارث نے دل ہی دل میں کہا "اگر میرے ابا جان اس غلام کو جسے
انھوں نے مار مار کر سیدھا کیا تھا کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوا دیکھ لیتے
تو قیامت کا ہنگامہ مچا دیتے۔" صفوان نے آپ ہی آپ کہا۔ اگر ان
کے بس کی بات ہوتی تو دل ہی دل میں کہنے پر اکتفا نہ کرتے، اور
اندر ہی اندر نہ کُڑھتے رہتے۔ لیکن بے بس ہیں، آنکھوں سے دیکھ
رہے ہیں کہ کعبہ سے اُن کے بت ہبل کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیا گیا
لات و عزّیٰ کی عزت لاتیں مار مار کر خاک میں ملا دی گئی، اور منات
کی توہین میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی، اور آج کعبہ کی چھت پر
ایک حبشی غلام کھڑا ہوا ہے، اور توحید کی عظمت بھری صداؤں
سے فضا گونج رہی ہے۔ یہ غلام آپ کے دین کا اس قوم میں بلند
آواز سے اعلان کر رہا ہے جو محمدؐ اور مسلمانوں کے جانی دشمن
رہ چکی ہے۔ اور ان سے لڑائیاں بھی لڑ چکی ہے۔ مگر اب چار و
ناچار مطیع ہو چکی ہے اور محمدؐ کے دین کو قبول کر چکی ہے۔ یہ دونوں
شخص بڑے ملال سے کعبہ پر حسرت بھری نگاہیں ڈال رہے تھے اور کعبہ
کی چھت پر بلال کو دیکھکر صدمے سے اُن کی چھاتی پھٹی جا رہی تھی
یہ دردناک نظارہ دیکھکر اُن سے نہ رہا گیا۔ دیکھا تم نے اس حبشی کو

Marfat.com

کہاں کھڑا ہے۔" ایک نے حسرت بھری آواز میں اپنے ساتھی کے کان میں کہا: "اگر خدا کو یہ بات ناپسند ہوگی تو وہ یہ حالت بدل ڈالے گا۔" دوسرے نے آہستہ سے تلخ لہجے میں کہا: ادھر یہ دو آپس میں گفتگو میں مصروف ہیں۔ اور اُدھر بلال کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوئے بلند آواز سے پکار رہے ہیں۔ "اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً ا رَّسُوْلُ اللہِ۔ توحید کی دعوت پھلی پھولی اور پروان چڑھی۔ اِسی طرح دن گزرتے گئے اور محمد صلعم کا کلمہ بلند و بالا ہوتا گیا۔ توحید کے نعروں سے فضا گونج اُٹھی اور اللہ کا کلمہ پورا ہو کر رہا، کافی عرصے کے بعد ایک دفعہ نبی صلعم سے بچھڑنے کے بعد پھر حضرت بلال مسجد نبوی میں اذان دینے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنی بلند و شیریں آواز میں نماز کے لئے بلاتے ہیں۔ مسلمان دلوں کو تھام کر اذان کا جواب دیتے ہیں۔ جب حضرت بلال نے اٹک اٹک کر اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو مسلمان زار و قطار رونے لگے، صحابہ کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور ساری مسجد گونج گئی۔ جانتے ہو یہ کب کا واقعہ ہے؟ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپؐ کی روح ملأ اعلیٰ کو سدھار چکی تھی اور آپؐ کا جسد مبارک ابھی سپرد خاک نہیں کیا گیا تھا۔ پھر جب آپ کا جسد مبارک

Marfat.com

سپردِ خاک کر دیا گیا اور ابو بکرؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی گئی تو بلالؓ نے ان سے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے خلیفۂ رسول صلعم اگر آپ نے مجھے اپنے لئے خریدا ہے تو بیشک مجھے روک لیجئے اور اگر اللہ کے لئے خریدا ہے تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔" کیا چاہتے ہو بلال!" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "میں نے اللہ کے رسول صلعم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ انسان کا بہترین عمل خدا کی راہ میں جہاد کرنا ہے، لہذا آپ مجھے جہاد کے لئے جانے دیجئے۔" بلال نے جواب دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بلالؓ کو اس ارادے سے باز رہنے کی ہر چند کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ان سے اجازت حاصل کر کے حضرت بلالؓ ملک شام چلے گئے اور وہاں پوری سرگرمی کے ساتھ مختلف معرکوں میں شریک ہوتے رہے۔ آخر کار ۲۰ھ میں دمشق میں دارِ فانی سے کوچ کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

شہادت کی بشارت

حضرت عمارؓ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور مبشر کے ہاں ٹھہرے۔ سرکارِ رسالت نے حذیفہ سے ان کا بھائی چارا کرا دیا تھا۔ یہ مبشر کے ہاں اس وقت تک سکونت پذیر رہے جب تک اللہ کے رسول نے انھیں مستقل سکونت کے لئے زمین کا ایک قطعہ مرحمت نہ فرما دیا۔ پھر آپ اپنا ذاتی مکان بنا کر اسی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ رحمۃ للعالمین کو عمار سے بڑی محبت تھی۔ آپ ان پہ بہت مہربان تھے۔ عمارؓ کو بھی آپ کی اس محبت و شفقت کا احساس تھا جس کی بدولت وہ اسلام کی پابندی میں انتہائی سرگرم نظر آتے تھے اور اس پر مضبوطی سے قائم تھے۔ اسی خصوصیت کی بنا پہ تمام مسلمانوں سے ممتاز تھے۔ مسلمانوں کی نگاہیں ان کی طرف اٹھتی تھیں اور دل اُن کے بارے میں غور و فکر کرنے پر مجبور تھے۔ اور کبھی کبھی آپس میں اس سلسلے میں تبادلۂ خیالات بھی ہوتا تھا۔ عمارؓ

تمام مسلمانوں کی بہ نسبت خدا کی راہ میں زیادہ محنت ومشقت کے عادی تھے جب اللہ کے رسولؐ نے مسجد بنانی شروع کی اور عوام نے اس میں عملی حصہ لیا کیونکہ وہ اس کام میں شرکت و تعاون کو اچھا جانتے تھے اور نیکی کا کام سمجھتے تھے رحمۃ للعالمین بھی عملی طور پر اس میں حصہ لے رہے تھے، اور آپ بھی مسلمانوں کے ساتھ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے رخ انور پر گرد پڑ جاتی اور جسم مبارک پر مٹی جھڑ جاتی۔ اس موقعہ پر تمام مسلمان تو ایک ایک اینٹ ڈھو کر لے جا رہے تھے، مگر عمار دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے اور اس میں بڑے مگن اور خوش تھے۔ مسلمان تو دیکھ کر ششدر رہ جاتے اور منافق دل ہی دل میں جل بھن کر کباب بن جاتے۔ عمار اینٹیں ڈھو ڈھو کر لا رہے ہیں اور موج میں گنگنا رہے ہیں۔ نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ نَبْتَنِیْ الْمَسَاجِدُ (مومن ہیں، مسجدیں بھی بناتے ہیں شوق سے۔) رحمۃ للعالمین ان کی گنگناہٹ سن کر فرماتے۔ اَلْمَسَاجِدُ۔ ہاں ہاں مسجدیں بناتے ہیں۔ کبھی رحمت عالم کو عمار پر ترس آجاتا آپ کمال لطف و کرم اور بے حد شفقت و محبت سے ان کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کے سر اور سینے سے خاک جھاڑتے۔ اسی طرح ایک

Marfat.com

دن آپ نے عمار کے سینے سے مٹی جھاڑ کر فرمایا، سنتے ہو، عمار تمہیں باغی جماعت قتل کر ڈالے گی مسلمانوں کے دلوں پر آپ کی یہ بات پتھر کی لکیر کی طرح کھُد گئی اور عمار کی عظمت و عزت کا ان پر کافی اثر پڑا۔ آپ نے یہ افسوسناک پیشین گوئی عمار سے نہ صرف ایک دفعہ بلکہ بار بار فرمائی تھی۔ مسجد بناتے وقت بھی آپ نے یہی جملہ فرمایا تھا۔ اور چند سال بعد خندق کھودے جانے کے موقع پر بھی آپ نے جذبۂ ترحم سے مجبور ہو کر عمار سے یہی جملہ فرمایا تھا اس موقعہ پر بھی عمار دیگر مسلمانوں کی بہ نسبت دہری محنت و مشقت کر رہے تھے۔ آپ اور صحابہ سب خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ آپ بھی پتھر اور مٹی ڈھو رہے تھے اور یہ شعر گنگناتے جاتے تھے۔

لَاهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَه

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَه

(بے فکر رہو درحقیقت عیش آخرت ہی کا ہے، اے اللہ انصار و مہاجرین کو بخش دے۔) ابھی خندق کھودنے اور ملبہ اُٹھانے میں مصروف تھے کہ کسی نے آکر کہا بیچارے عمار پر دیوار گر گئی اور وہ دب کر مر گئے آپ نے فرمایا، ہرگز نہیں، یہ بات ناممکن ہے۔ پھر آپ نے عمار کو تلاش کر کے اُن سے ملاقات کی اور فرمایا۔ یاد رکھو عمار تمہیں باغی جماعت

قتل کر ڈالے گی۔ آپ کی یہ پیشین سُن کر عمارؓ کے ایمان و یقین میں اور بھی اضافہ ہوا اور نیک عمل کرنے کا جذبہ بھڑک اُٹھا۔ نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کا جذبہ دم بہ دم بڑھتا ہی چلا گیا۔ عمار ایک خاموش طبع انسان تھے۔ بلا ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ اور بسا اوقات یہ الفاظ زبان پر لاتے، فتنہ و فساد سے خدا کی پناہ اے اللہ فتنوں سے محفوظ رکھنا۔ یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے۔ اسلام لانے کے بعد ایک دن حضرت خالدؓ ان کے پاس آئے۔ دونوں میں کچھ نزاع پیدا ہو گیا تھا۔ خالد عمار کو سخت سست کہتے ہیں۔ انھوں نے اس طرح گفتگو کی جس سے خدمت کا پہلو نکلتا تھا کہ سمیہؓ میرے چچا ابو حذیفہ کی باندی تھی یاسرؓ ان کا حلیف تھا یعنی یہ جتایا کہ عمار ان کے چچا ابو حذیفہ کا آزاد کیا ہوا ایک غلام ہے۔ بات یہ تھی کہ خالد میں اب تک مخزومیوں کی تعلی اور قریشیوں کا گھمنڈ موجود تھا۔ عمار نے رحمۃ للعالمین کے پاس آکر خالد کی باتوں کو دُہرا دیا۔ اتنے میں خالد بھی آپہونچے اور عمار سے اُسی طرح تند و تلخ لہجے میں باتیں کرنے لگے۔ عمار نے ایک بات کا بھی جواب نہیں دیا۔ اللہ کے رسولؐ خاموش سر جھکائے بیٹھے تھے۔ آپ نے سر اُٹھا کر نہایت نرمی اور شیرینی سے دل لُبھانے والی آواز میں فرمایا "عمار سے دشمنی مجھ سے دشمنی ہے۔" عمار

Marfat.com

خوشی خوشی اُٹھ کھڑے ہوئے البتہ خالدؓ افسردہ رنجیدہ اور دل گیر ہو کر اُٹھے اور اس وقت انھیں چین نہیں آیا جب تک عمار کو منا نہ لیا اور انھیں یہ یقین نہ ہو گیا کہ عمار نے اُن کی خطا معاف کر دی ہے۔

Marfat.com

ارتداد کا فتنہ

رحمۃ للعالمین کی وفات حسرت آیات کے بعد عرب مرتد ہو گیا صدیق اکبر اور آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار نے انھیں اسلام میں واپس لانے کی انتہائی کوشش کی۔ چار و ناچار انھیں اسلام قبول کرنا ہی پڑا۔ اسی سلسلے میں خالدؓ بن ولید صدیق اکبرؓ کے حکم سے مسلمانوں کا ایک لشکرِ جرار لے کر مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے یمامہ روانہ ہوئے اور بنی حنیفہ کو شکست فاش دی۔ اس لڑائی میں مسیلمہ مارا گیا۔ اس لشکرِ جرار میں ایسے افراد موجود تھے جو نہ صرف بدر و احد بلکہ تمام لڑائیوں میں اللہ کے رسولؐ کے ساتھ ساتھ شریک رہے۔ عمار بن یاسر، ابو حذیفہ بن عتبہ، سالم بن سالم، اور عبداللہ بن سہیل لڑائی کا پانسہ پلٹنے ہی کو تھا اور مسلمانوں کو ہزیمت ہونا ہی چاہتی تھی مگر لوگوں نے دیکھا کہ یہ چاروں حضرات پہاڑ کی طرح اپنی اپنی جگہ

Marfat.com

پر جمے ہوئے ہیں اور ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ آخرکار سالم نے لوگوں سے پکار کر کہا۔ برادران اسلام! رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہم اس طرح جنگ نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر ایک گڑھا کھود کر اس میں پاؤں گاڑ کر اور جم کر کھڑے ہو گئے۔ ابو حذیفہ اور عبد اللہ بھی سالم کی طرح گڑھا کھود کر اس میں پاؤں جما کر کھڑے ہو گئے اور تینوں دشمنان اسلام سے لڑتے لڑتے اپنی اپنی جگہ پر شہید ہو گئے۔ لوگوں نے دیکھا عمار ایک چٹان پر کھڑے ہیں، ان کا ایک کان کٹ کر نیچے گرا ہوا پھڑک رہا ہے۔ لیکن وہ کمال بے فکری اور انتہائی اطمینان سے لوگوں کو پکار رہے ہیں مسلمانو! آؤ، میرے پاس آجاؤ میں عمار ہوں یاسر کا بیٹا، ارے جنت سے بھاگ رہے ہو؟ وہ برابر اسی طرح مسلمانوں کو آوازیں دیتے رہے اور مسلمان دوڑ دوڑ کر ان کے پاس جمع ہوتے رہے، اور پھر سب نے ایک آخری اور فیصلہ کن حملہ کیا۔ حق تعالے نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ صدیق اکبر کو حضرت سالمؓ کی شہادت کی خبر ملی، آپ نے ان کا ترکہ ثبیتہؓ کے پاس بھیج دیا جنھوں نے ان کو آزاد کیا تھا لیکن انھوں نے یہ کہہ کر واپس فرما دیا کہ میں نے تو مرحوم کو اللہ ہی کے لئے آزاد کیا تھا، مجھے مال کا قطعی لالچ نہ تھا، فاروق اعظمؓ نے اپنے دور حکومت میں ثبیتہ کو پھر سالم

Marfat.com

کا ترکہ دینا چاہا لیکن پھر انھوں نے وہی الفاظ کہکر لوٹا دیا جو صدیق اکبر سے کہے تھے۔ آخر کار ان کا ترکہ بیت المال میں رکھ لیا گیا۔

صدیق اکبر اپنے عہد خلافت میں حج کے ارادے سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ جب شہر میں تشریف لے آئے تو آپ کی خدمت گرامی میں سہیل نے آکر سلام کیا، آپ نے ان کے بڑے صاحبزادے عبداللہ کی تعزیت فرمائی جو جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے سہیل نے بڑی جرأت اور صبر کے ساتھ عرض کیا کہ اللہ کے رسول نے فرمایا ہے۔ شہید اپنے خاندان کے ستر افراد کی سفارش کرے گا۔ مجھے قوی امید ہے کہ میرا بیٹا سب سے پہلے میری ہی سفارش کرے گا۔

فاروق اعظم کا دورِ خلافت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کے بعد جب فاروق اعظم نے زمامِ قیادت اپنے ہاتھ میں سنبھالی تو انھیں اِن فتوحات میں مشغول ہونا پڑا جس کی ابتدا یہ دونوں حضرات کر چکے تھے۔ آپ جنگی مہمات میں کمال سرگرم نظر آتے ہیں اور سستی یا کمزوری کا اظہار نہیں ہونے دیتے۔ نہ کسی شخص کو سست یا کمزور دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اس دور کی مہذب و متمدن دنیا پر عرب کا سکہ بٹھا دیا اور اپنی بے پناہ طاقت کا سلاطینِ عالم سے لوہا منوا لیا۔ اس زمانے کی صدیوں کی منظم حکومتوں پر عرب کی بے مثال دھاک بٹھا دی۔ اس زمانے کی دنیا آپ کے مقابلے پر ٹھہر ہی نہ سکی، اور بڑی سے بڑی جمی ہوئی سلطنتوں کی بنیادیں ہل گئیں، رفتہ رفتہ سب عرب کے مطیع ہو گئے اور کسی کو ان کی

قیادت وسعادت کو تسلیم کیئے بغیر چارہ نہ رہا۔ فاروق اعظم کا عہدِ زریں جنگی مہمات سے بھرپور ہے۔ ان ایّام میں نہ تو آپ خود ہی سوتے تھے اور نہ کسی کو سونے دیتے تھے۔ ہر دم جاگتے رہتے اور دوسروں کو بھی ہوشیار و چوکنّہ رکھتے۔ آپ بھی خلافت کے کاموں میں مصروف رہتے اور لوگوں کو بھی مصروف رکھتے۔ آپ ہی نے اپنے عہدِ مبارک میں عوام بادیہ نشین عرب اور قریش کے ان مخصوص افراد کے لئے جو آخر میں اسلام لائے تھے۔ جہاد کے دروازے کھول دئے اور تمام عرب میں اعلان کرا دیا کہ جس نے سرکارِ رسالت کی معیت میں رہ کر جہاد نہیں کیا اور جہاد کے ثواب سے اب تک محروم ہے اس کے لئے روم و فارس سے جہاد کرنے کے اور ثواب لوٹنے کے کافی مواقع حاصل ہیں۔ اگر وہ چاہے تو اپنا جوہرِ مردانگی اور زور و شجاعت دکھا کر جہاد کا ثواب سمیٹ سکتا ہے۔ جہاد کے لئے کسی عمر کی شرط نہیں، انسان جوانی، نوجوانی اور بڑھاپے میں اپنی عمر کے ہر حصے میں جہاد کر کے حق تعالیٰ کے وعدے کو سچا کر دکھانے کی اہلیت رکھتا ہے، اس سے بڑھکر اور کیا سعادت ہوگی کہ انسان اپنی عمر کے ہر حصے میں اور ہر وقت خدا کا وعدہ سچّا ثابت کرنے میں سرگرم و کوشاں ہو، اور اُس کے قول کو

Marfat.com

سچا کر دکھائے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

حق تعالیٰ نے مومنوں اور نیک عمل کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ یقیناً وہ انہیں دنیا کی حکومت عطا فرمائے گا، جیسے پہلے مومنوں کو عطا فرمائی تھی اور جو دین ان کے لئے پسند فرمایا ہے بلاشبہ اس پر جمائیگا اور یقیناً انہیں خوف کے بعد امن عطا فرمائیگا، وہ اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

فاروق اعظمؓ نے جب عرب کو جہاد کے لئے روانہ فرمایا تو وہ ایک زبردست سیلاب کی طرح پھوٹ پڑے جو نہ کسی طاقت سے رکتے تھے اور نہ کسی صورت سے بند ہوتے تھے۔ جب بند ٹوٹ جاتا ہے تو اس کا رد کتنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ عرب کے اس سیلاب عظیم کے سامنے ہر مشکل

Marfat.com

پائی تھی، ہر دشواری پر وہ غالب تھے، ہر سختی کو عبور کر چکے تھے، اپنی راہ سے پہاڑ بھی ہٹا دیتے تھے کسی کو حائل نہ ہونے دیتے تھے، اور کسی کی مزاحمت برداشت نہ کرتے تھے۔ روم و فارس کی مہموں کو سر کرنے میں ان نئے مجاہدوں سے صحابہ کرام بھی کچھ کم نہ تھے۔ خصوصاً وہ حضرات جو آپ کے ساتھ رہ کر ہر لڑائی میں شریک رہے نو مسلموں سے ہرگز کم نہ تھے۔ فاروق اعظم ان لوگوں کو غزوات میں شریک ہونے دیتے تھے، البتہ قریشی اکابر کو آپ بیرون ملک جنگ کرنے کے لئے نہیں جانے دیتے تھے اور مدینے ہی میں روک لیتے تھے۔ کیونکہ ان کے عوام سے آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ سردار لوگوں کو ستانے نہ لگیں یا وہ لوگ انھیں اپنا حاکم یا سردار نہ سمجھنے لگیں اور خواص سے فتنے کا اندیشہ تھا، یہ شرفائے قریش جب کسی غزوے میں جانے کی آپ سے اجازت مانگتے تو آپ یہ فرما کر انھیں روک دیتے تھے۔ تم اللہ کے رسولؐ کے ہمراہ کافی جہاد کر چکے ہو اب آرام کرو۔ مگر غربا، قریش کی طرف سے یا قریشیوں کی طرف سے انھیں کوئی اندیشہ نہ تھا، اس لئے آپ بلا تامل انھیں جہاد کے لئے اجازت دیدیتے تھے تاکہ ▪ جہاد کا جتنا ثواب چاہیں حاصل کرلیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت بلالؓ کو، حضرت ابوذرؓ کو، اور حضرت ابن مسعودؓ کو نہیں روکا۔

اور انھیں جہاد کے لئے بخوشی جانے دیا، کوئی شام گیا اور کوئی عراق
اب مدینے میں کمزور و بیمار رہ گئے تھے یا وہ لوگ رہ گئے تھے جن کو
فاروق اعظم کی پالیسی نے نہیں نکلنے دیا تھا، ایک دن خباب بن ارت
نے سلام کے بعد آپ سے عراقی لشکر میں شامل ہونے کی اجازت مانگی۔
آپ خوش ہوئے، اُنھیں اپنے پاس بلایا اور اپنی گدی پر بٹھا کر فرمانے
لگے۔ آج روئے زمین پر بجز ایک شخص کے تم سے زیادہ کوئی اِس گدی
کا مستحق نہیں۔ "امیر المؤمنین وہ شخص کون ہے؟" خباب نے پوچھا۔
"بلال یا عمار" آپ نے فرمایا: امیر المؤمنین! وہ مجھ سے زیادہ حقدار
کیسے ہو سکتے ہیں۔ قریش میں اُن کے حمایتی موجود تھے لیکن میرا
کوئی حمایتی نہ تھا۔ ایک روز غنڈوں نے مجھے پکڑ کر دہکتے ہوئے
انگاروں پر چاروں خانے چت لٹا دیا اور ایک غنڈے نے اپنے
پاؤں سے میرا سینہ دبائے رکھا تاکہ میں ہل جل نہ سکوں۔ خدا
کی قسم وہ دہکتے ہوئے انگارے میری پیٹھ ہی سے بجھے۔ خبابؓ نے
فاروق اعظم کو اپنی پیٹھ سے چادر سرکا کر وہ نشانات دکھائے جو انگاروں
سے جل کر پڑ گئے تھے۔ حاضرین نشانات دیکھ کر سہم گئے۔ ان کی پیٹھ
برص کے داغوں کی طرح جل کر سفید ہو گئی تھی۔ اس آزمائش و ابتلا
نے اُنھیں اللہ کے رسول کے ساتھ بدر، اُحد اور خندق میں شریک

Marfat.com

ہونے سے نہ روکا، اور آپ برابر ہر جنگ میں شریک ہوتے رہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان سخت سے سخت آزمائشوں اور تکالیف و مصائب کے باوجود وہ اسلام کی خاطر قدم قدم پر برداشت کر رہے تھے، یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ ابھی تک اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہوئے اور وہ تکالیف، مشقتیں اور وہ قربانیاں جو دین کے لئے ضروری ہیں اور اُس کے رسول کو مطلوب ہیں ابھی باقی ہیں، اسی خیال کو لے کر وہ عراق پہونچے اور وہاں جہاد کرتے رہے۔ پھر کوفہ ہی میں سکونت پذیر ہوگئے چونکہ کافی عمر تھی اسی وجہ سے طرح طرح کے دُکھوں نے آگھیرا۔ جب بیماری نے پوری شدت سے حملہ کیا تو چند صحابی آپ کی بیمار پرسی کے لئے آئے جگہ جگہ پیٹ پر سات داغ لگوائے تھے جن کی بیحد جلن اور سوزش محسوس ہو رہی تھی۔ آنے والے صحابیوں نے انھیں کمال خوف زدہ اور گھبرایا ہوا دیکھا اور چہرے سے رنج و غم اور خوف و گھبراہٹ کے آثار مترشح دیکھے۔ آنے والوں سے کہنے لگے اگر رسول اللہ صلعم نے موت کی تمنا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں اس وقت موت کا آرزو مند ہوتا۔ پھر آواز بند ہوگئی جسم ٹھنڈا پڑ گیا اور رخساروں پر آنسو بہنے لگے۔ بیمار پرسی کرنے والوں نے انھیں تسکین و تشفی دی اور کہنے لگے، ابو عبداللہ اس وقت تم کو مسرت کا اظہار کرنا چاہئے کہ تم اپنے فلاں فلاں بھائیوں سے

Marfat.com

ملاقات کروگے، یہ سن کر اور زار زار رونے لگے اور روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ جب روتے روتے دل کا غبار صاف ہوا تو آہستہ سے ٹوٹی پھوٹی آواز میں فرمایا۔ میں گھبراہٹ یا خدانخواستہ بے صبری سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ تم نے جو ان چند لوگوں کا ذکر کیا جن کو تم نے میرا بھائی بتایا وہ سب اپنا اپنا اجر و ثواب لیکر سدھار گئے تم نے میرے جن نیک عملوں کا ذکر کیا ہے ہائے مجھے تو یہ فکر کھائے جا رہا ہے کہیں ان کا ثواب مجھے ان کے بعد دنیا ہی میں نہ مل گیا ہو اور یہ نعمتیں اور یہ عیش و آرام انھیں اعمال کا صلہ نہ ہوں۔ یہ فرماکر بے ہوش ہو گئے زبان بند ہو گئی۔ دیکھنے والوں نے سمجھا مر گئے یا عنقریب مرنے والے ہیں لیکن ابھی کچھ سانسیں باقی تھیں۔ قدرے ہوش آیا اور افاقہ محسوس ہونے لگا، ادھر ادھر دیکھا تو سامنے کتان کا کفن موجود تھا، اُسے دیکھکر رونے لگے اور فرمایا، کیا پوچھتے ہو آہ نبی صلعم کے چچا حمزہ کو چھوٹی سی چادر ہی میسر آئی تھی اور اتنی چھوٹی تھی کہ اگر سر ڈھکا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، آخر سر ڈھک دیا گیا اور پاؤں پر اذخر ڈال دی گئی۔ رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک میں میں بالکل قلاش و مفلس تھا۔ میرے پاس ایک کوڑی بھی نہ تھی۔ لیکن آج گھر کے اس کونے میں اس

Marfat.com

صندوقچی میں چھ ہزار چھ سو چھ نقد موجود ہیں، مجھے تو بڑا فکر لگا ہوا ہے کہ کہیں ہمیں اُخروی نعمتیں آخرت سے پہلے پہلے دنیا ہی میں نہ دیدی گئی ہوں۔" ملاحظہ کیا خباب کو انھوں نے اللہ کی راہ میں کیسی کیسی مصیبتیں جھیلی ہیں، کتنی کتنی کڑی آزمائشوں سے گذرے ہیں اور ان پر کیسے کیسے نازک موقعے آئے ہیں، پھر کیسے کیسے نیک عمل کئے ہیں لیکن پھر بھی لرز رہے ہیں، ڈر رہے ہیں، اور رو رہے ہیں کہ کہیں رب العالمین کے پاس خالی ہاتھ تو نہیں جارہا۔ کہیں نیک عملوں کا صلہ دنیا میں تو نہیں مل گیا اور آخرت کے لئے خالی ہاتھ تو نہیں رہ گیا۔" ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔" ان کا اندیشہ بجا ہے، بھول گئے اللہ کے رسول نے اس عورت سے کیا فرمایا تھا جس نے عثمان بن مظعون کی موت کے بعد یہ کہدیا تھا کہ خدا نے ان پر رحم فرمایا اور اپنی عنایتوں سے نواز دیا آپ نے پوچھا کہ یہ بات کیونکر معلوم ہوئی کہ حق تعالیٰ نے اُنھیں عزت عطا فرمائی، اور بخششوں سے نوازا حالانکہ مجھے بھی نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا ہوگا باوجودیکہ میں اللہ کا رسول ہوں" دوسرے نے جواب دیا۔ اس ہولناک بیماری کی تکلیف، غم و اندوہ کی فراوانی اور خشیت الٰہی آخری وقت میں کوئی بھی خباب کو مسلمانوں کی ہمدردی، نصیحت اور تعلیم سے نہیں روکتی۔ اس زمانے میں لوگوں کا دستور تھا کہ ■ اپنے

Marfat.com

عزیزوں کو اپنے گھروں کے قریب اپنے اپنے قبرستانوں میں دفن کیا کرتے تھے۔ جب خبابؓ کو اپنی موت کا احساس ہوا تو اپنے صاحبزادے سے فرمانے لگے: "بیٹا مجھے شہر سے باہر دفن کرنا کیونکہ جب لوگ دیکھیں گے کہ اللہ کے رسول کے ایک صحابی کو شہر سے باہر دفن ہیں تو وہ اپنے مُردوں کو بھی شہر سے باہر دفن کرنے لگیں گے۔ حضرت خبابؓ کا انتقال ہو گیا، آپ کے جنازے کی نماز حضرت علیؓ نے پڑھائی پھر شہر کے باہر حسب وصیّت دفن کر دیے گئے۔ ان کے بعد لوگوں نے اپنے اپنے عزیز آپ کی قبر کے چاروں طرف دفن کرنے شروع کر دیئے۔

Marfat.com

صہیبؓ رومی کی امامت

صہیب اِسلام لانے کے بعد اپنی قدیم عادت کے مطابق جود و کرم اور خیر خیرات کرتے رہے۔ فتوحات کے بعد ان کا مال روز بروز بڑھتا ہی گیا، اور ساتھ ہی ان کی سخاوت و فیاضی میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ آخر اُن کی دریا دِلی لوگوں میں مشہور ہو گئی، روزانہ بے شمار لوگ اُن کے دسترخوان پر سیر ہو کر کھانا کھاتے تھے۔ ان کی فیاضانہ طبیعت اور غیر معمولی داد و دہش نے اُنھیں لوگوں میں ہر دلعزیز بنا دیا اور ان کی خیر خیرات کے لوگوں میں خوب چرچے ہونے لگے۔ حضرت عمرؓ نے بھی جگہ جگہ ابو یحییٰ کی تعریف سُنی اور اُن کی سخاوت و دریا دِلی کے واقعات لوگوں سے سُنے

فاروقِ اعظمؓ نے تعجب سے پوچھا: "یہ ابو یحییٰ کون ہیں، جن کا لوگوں میں ذکرِ خیر رہتا ہے؟" ۔ لوگوں نے مُسکرا کر جواب دیا: "امیرالمُومنین!

یہ صہیب رومی ہیں۔" فاروق اعظم نے پوچھا:" اچھا صہیب ہیں۔ اللہ کرے زور کرم اور زیادہ" کیا صہیب کے صاحبزادے کا نام یحییٰ ہے؟"

لوگوں نے جواب دیا:" اُن کی کنیت ابو یحییٰ ہے، اپنی قوم کے فیاض لوگوں کی طرح اپنی دریا دلی اور خیر خیرات میں مشہور ہیں۔"

فاروق اعظم نے پوچھا:" کیا صہیب عربی ہیں؟"

لوگوں نے جواب دیا:" ہاں کہتے تو یہی ہیں۔"

آخر کار فاروق اعظم خاموش ہو گئے اور کچھ نہ بولے۔ ایک روز فاروق اعظم مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ ان لوگوں میں صہیب رومی بھی تھے۔ آپ نے اُنھیں دیکھ کر اپنے پاس بلا کر پوچھا:

"تمہارا کوئی بچہ تو ہے نہیں جس کا نام یحییٰ ہو، پھر تم نے ابو یحییٰ کنیت کیوں رکھ چھوڑی ہے؟ تم کہتے ہو کہ میں عربی ہوں حالانکہ تم رومی ہو اور تم اس قدر کیوں دیتے دلاتے اور کھلاتے پلاتے ہو جس سے اسراف کا اندیشہ پیدا ہوتا ہو۔"

صہیبؓ نے جواب دیا:" اللہ کے رسولؐ فداہ ابی و امی نے میری کنیت ابو یحییٰ تجویز فرمائی۔ درحقیقت میں نمر بن قاسط کا آدمی ہوں جو موصل کے باشندے تھے لیکن مجھے چھٹپنے میں اغوا کر لیا گیا تھا۔ اُس

وقت مجھے اتنا ہوش تھا کہ میں اپنے گھر کے افراد کو اپنی قوم کو اور اپنے نسب کو خوب جانتا تھا، رہا اسراف کا شبہ تو اس کا یہ جواب ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے: اِنَّ خِیَارَکُمْ مَنْ اَطْعَمَ الطَّعَامَ وَرَدَّ السَّلَامَ (تم میں وہ شخص بہتر ہے جو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے) اس حدیث نے مجھے کھانا کھلانے کی رغبت دلائی ہے۔ یہ سن کر فاروق اعظم خاموش ہو گئے۔

صہیب رومی جب تک زندہ رہے ایک ایسے پکے سچے مسلمان کی طرح زندگی گذارتے رہے جس کا نقشہ اللہ کے رسولؐ نے اپنی اس حدیث میں کھینچ کر بتایا: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بے خوف رہیں) صہیب کی ذات ستودہ صفات سے خدا کی مخلوق کو فیض ہی پہونچتا رہا۔ ادھر تو علم کا دریا بہہ رہا تھا اور ادھر بحر کرم میں مد و جزر رہتا تھا، نہ علم کے موتی لٹانے میں کنجوس تھے اور نہ سونے چاندی کے سکے بہانے میں بخیل واقع ہوئے تھے۔ البتہ ایک بات میں وہ جزرس ضرور تھے، جس میں وہ صحابہ کے طرز عمل کا لحاظ رکھتے تھے، غلطی کے اندیشے سے روایتیں بہت کم بیان کرتے تھے۔ ہاں لوگوں سے فرمایا کرتے تھے، آؤ میں تمہیں لڑائیوں کے واقعات

Marfat.com

سناؤں قال رسول اللہ صلعم میرے بس کی بات نہیں۔ عہد صدیقی اور
عہد فاروقی میں صہیبؓ ایک دریا دل اور فیاض طبع مہاجر کی طرح زندگی
بسر کرتے رہے۔ آخر ایک دن ایک نازک اور دل دوز حادثہ پیش آگیا
جس سے مسلمانوں کو کمال صدمہ ہوا۔ فاروق اعظم کو ایک سرپھرے آدمی
نے جسے ابو لولو کہتے تھے زخمی کر دیا۔ اس وقت فاروق اعظم نے
ایک مجلس شوریٰ کا انتخاب فرمایا اور یہ وصیت فرماگئے کہ تین دن تک
صہیب مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے اور جب تک اراکین شوریٰ
کوئی امام نہ چن لیں گے۔ صہیب امامت کے فرائض انجام دیں گے
سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ صہیب رومی ان ایام میں امامت
کے فرائض حسن و خوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے فاروق
اعظم کے جنازے کی بھی لوگوں کے اصرار سے نماز پڑھائی کیونکہ اس
وقت آپ ہی مسلمانوں کے امام تھے۔ جب تک اراکین شوریٰ نے اپنا
امام منتخب نہ کر لیا، نہ کسی مہاجر نے ان کی امامت پر اعتراض کیا اور نہ
کسی انصاری نے البتہ چند قریشی نوجوان آپس میں چہ میگوئیاں کرنے
لگے۔ بدقسمتی سے یہ نوجوان فاروق اعظمؓ سے بھی خوش نہ تھے اور نہ
انھیں آپ کو عملی زندگی بھاتی تھی، کیونکہ آپ کا طرز عمل قریش کے ساتھ
سخت تھا اور حق پر بڑی لے دے کرتے تھے۔

Marfat.com

ایک شخص بولا "عمر کو دیکھتے نہیں، انھوں نے صہیب رومی کو مسلمانوں کا امام بنا دیا، حالانکہ یہ ایک قریشی شخص ہی کا غلام تھا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ امیرالمؤمنین نے صہیب کو مجلس شوریٰ کے اختتام تک ہی امام بنایا، ورنہ اگر وہ انھیں اپنا جانشین مقرر فرما جاتے تو ان سے یہ بات کوئی بعید نہ تھی۔"

دوسرا بولا: "بڑے افسوس کی بات ہے تم فاروق اعظم کی شان میں بدگمانی کر رہے ہو۔ حالانکہ بعض بدگمانیاں انسان کو گنہ گار بنا دیتی ہیں، بھلا وہ ایک ایسے معمولی شخص کو کیسے مسلمانوں کا امام بنا سکتے تھے جو کبھی عبداللہ بن جُدعان کا غلام تھا اور جسے عرب یا رومی اغوا کر کے لے گئے تھے۔"

تیسرے نے جواب دیا: اچھا تم بھول گئے عمرؓ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ اگر آج ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو میں انھیں خلیفہ بنا دیتا۔ اگر ابو حذیفہ کا آزاد کیا ہوا غلام سالم آج زندہ ہوتا تو زمام خلافت اسی کو سونپ دیتا۔ معلوم ہے یہ سالم کون تھے۔ یہ بھی اصطخر کے باشندے اور ایک فارسی غلام تھے۔ جب عمر ایک فارسی غلام کو خلافت دینے کے آرزو مند ہیں تو ایک رومی غلام کو خلافت دینے میں کونسی چیز حائل ہے؟" اس کے ایک ساتھی نے طنزیہ لہجے میں ٹھٹھا لگا کر کہا:

Marfat.com

"کس قدر شرمناک بات ہے کہ تم لوگ جاہلیت کی سی باتیں کر رہے ہو، تف ہے تم پر، مسلمان ہو یا منافق؟ حق تعالےٰ فاروق اعظم کو کروڑ کروڑ جنت نصیب فرمائے ہم نے انھیں ہمدرد و خیر خواہ اور مخلص و نیک ہی پایا۔ تم اس آیت کو بھول گئے؟

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۝

لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کیا اور تمہارے چھوٹے بڑے خاندان بنا دیئے تاکہ تمہارا تعارف ہو۔ اللہ کے نزدیک وہی عزت والے ہیں جو پارسا ہیں، بلاشبہ اللہ خوب جاننے والا اور خوب خبردار ہے۔

ان میں سے ایک نے ناراض ہو کر کہا آخر یہ نوجوان منتشر ہو گئے۔ ان میں سے کچھ تو راہِ ہدایت پر گامزن تھے اور بعض اپنے دلوں میں یہ سمجھتے رہے کہ قیادت و سیادت کا حق عرب ہی کا ہے کسی اور کا نہیں کسی کو یہ حق نہیں خواہ وہ عمرؓ ہی کیوں نہ ہوں کہ اس حق کو عرب سے اور خصوصاً قریش سے چھینکر فارس و روم کے باشندوں کو دیدیا جائے۔ ان نوجوانوں کے اور ان جیسے دیگر بہت سے لوگوں کے اندازِ فکر نے رفتہ رفتہ مسلمانوں کیلئے فتنہ و فساد کے دروازے کھول دئیے۔ عمرؓ فتنے کا بند دروازہ تھے اُن کی شہادت سے یہ بند دروازہ کھلا نہیں بلکہ ٹوٹ گیا اور فتنے اوپر تلے ٹوٹ پڑے۔

امارت و محکمۂ جنگ

مسلمانوں کا حمص پر قبضہ ہو گیا، ابن مسعودؓ کافی عرصہ تک وہاں مقیم رہے اور مجاہدانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ خوش قسمتی سے ایک دن مدینہ کے مسلمانوں نے انہیں مسجد نبوی میں رونق افروز دیکھا، دوڑ کر ملنے آئے سلام و مصافحہ کیا اور خیر و عافیت پوچھنے کے بعد ورودِ مسعود کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا مجھے کچھ خبر نہیں مجھے امیر المومنین نے طلب فرمایا تھا، اُن سے ملنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ فاروق اعظم نے انہیں تنہائی میں بلایا پھر عمار بن یاسر کو بلایا پھر عثمان بن حُنیف کو بلایا، اِن تینوں حضرات سے مل کر آپ نے نماز سے فارغ ہو کر یہ اعلان کر دیا کہ میں نے عمار بن یاسر کو کوفے کا وزیر امور مذہبی اور وزیر دفاع مقرر کیا اور کوفے کا وزیر تعلیم اور وزیر مال عبداللہ بن مسعود کو بنایا۔ اور کوفہ اور عراق کی پیمائش پر عثمان بن حنیف کا تقرر کیا۔ اسلام میں سبقت کرنے والے مہاجرین و انصار نے فاروق اعظم کے اس اعلان کو سر اور آنکھوں پر جگہ دی اور اس انتخاب کو بہت کچھ سراہا لیکن اخیر میں اسلام لانے والے

Marfat.com

قریشی سرداروں نے اس اعلان کو سن تو لیا مگر ان کے دلوں میں جو باتی تھی
"خدا عمر کو معاف کرے انھوں نے قریشیوں کی مٹی پلید کر رکھی ہے تم دیکھتے نہیں
کوفے کی سرداری ابن سمیہ کو اور بیت المال اور تعلیم و تدریس کی سرداری ابن
ام عبد کو سونپ دی۔ کیا قریشی سردار مر گئے تھے یا شروع میں اسلام لانے والے
موجود نہ تھے۔ نہ معلوم ان کی عقل کو کیا ہو گیا ہے؛ حقداروں کو پوچھا تک نہیں"
ان میں سے ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا۔ زبان سنبھال کر بات کرو اگر فاروق
اعظم کو تمہاری ان بیہودہ باتوں کی خبر لگ گئی تو تمہیں منافق جان کر اس قدر
سزا دیں گے جسے تم عمر بھر نہ بھولو گے، ابھی تم نومسلم ہو اور میرے خیال میں تو
قرآن مجید سے بھی ناواقف ہو۔ کیا تم نے عزت و جلال والے خدا کا یہ کلام نہیں سنا

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَ
نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى
الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا
كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ○ (القصص ۲۸، ۵، ۶)

"ہمیں یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا ملک میں زور گھٹایا جا رہا تھا ہم ان پر احسان
فرمائیں، انھیں پیشوا بنائیں، انھیں مالک بنائیں اور انھیں حکومت عطا فرمائیں
اور فرعون و ہامان اور ان کے ماننے والوں کو ان کی طرف سے وہ واقعات
دکھائیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے تھے۔"

Marfat.com

عمرؓ نے اور کیا کیا، یہی تو کیا نا کہ اللہ کے وعدے کو نافذ فرمادیا اور کمزوروں اور بے لبسوں کو طاقتور بنادیا۔" دوسرے شخص نے جواب دیا "اچھا یہ بات ہے"۔ پہلے شخص نے خوش ہو کر کہا۔ آخر تینوں حضرات سرکاری فرمان لے کر کوفے پہونچے۔ اُن کے پہونچنے پر کوفے کے سرکردہ اصحاب مسجد میں جمع ہوئے اور اُن کے سامنے حضرت عمرؓ کا یہ سرکاری فرمان پڑھا گیا جسمیں تحریر تھا "اما بعد میں نے عمار کو امیر، ابن مسعود کو معلم و وزیر اور خزانے کا افسر مقرر کرکے بھیجا ہے یہ دونوں حضرات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معزز اصحاب میں سے ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے، لہذا انکی بات مانو، انکی اطاعت کرو اور انکی پیروی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئیے کہ میں ابن ام عبد کو تمہارے پاس بھیجکر ایثار سے کام لے رہا ہوں، تم کو اپنی ذات پر ترجیح دے رہا ہوں اور عثمان کو عراق کی پیمائش سپرد کرکے بھیج رہا ہوں۔ ان حضرات کی تنخواہ ایک بکری روزانہ مقرر کی گئی ہے جس کا نصف حصہ اور شکم عمار کے لئے مخصوص ہوگا اور باقی ابن مسعود اور عثمان میں برابر تقسیم ہو جائیگا۔ جب کوفیوں نے یہ سرکاری حکم سُنا تو سر اور آنکھوں پر جگہ دی اور حکام کے مطیع و منقاد بن کر رہے، ان حکام نے بھی انتہائی سرگرمی خوش اسلوبی اور محنت و مشقت سے سرکاری فرائض انجام دئیے۔ عمار بن یاسر جب غور کرتے ہیں تو اپنے کو اسلامی حکومت کے ایک بڑے حصہ کے حاکم اور ایک بڑے لشکر کے سپہ سالار پاتے ہیں۔ اغلب خیال ہے کہ آج انھوں نے اپنے دہ

مصائب وتکالیف یاد کئے ہونگے جو انھوں نے مدینہ کی ہجرت سے قبل جھیلے تھے اور ان دشواریوں اور نزاکتوں کا بھی احساس ہوا ہوگا جو ہجرت کے بعد اللہ کے نبیؐ کے ساتھ برداشت کی تھیں لیکن ان خیالات واحساسات کا غالباً اُن کے دل پر کچھ بھی اثر نہ ہوا ہوگا۔ کیونکہ انھیں اس بات کا پختہ یقین تھا کہ خدا کا وعدہ سچا ہے چنانچہ اسکی صداقت انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ اقتدار حکومت ہاتھ آنے کے بعد کسی قسم کا غرور وتکبر یا تعلّی اور خود پسندی ان میں پیدا نہیں ہوئی کیونکہ اکابر کی طرح یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ دنیوی زندگی دھوکہ کی ٹٹی ہے یہاں بڑے بڑے دل گردہ والوں کی آزمائش ہوتی ہے۔ جو شخص عزت وآبرو کے ساتھ پاک دامن اور پارسا بن کر اس جھیل کو عبور کر گیا وہی آخرت میں کامران وبامراد ہے، اور جو عیش وعشرت، خواہشات کی تکمیل اور من مانی کارروائیوں کی دلدل میں پھنس گیا اسکے لئے آخرت میں ٹوٹا ہی ٹوٹا ہے، اسکی نیکیاں بھی رائیگاں گئیں، کوششیں بھی برباد ہوئیں اور اعمال بھی غارت ہوئے، انھیں دنیوی زندگی ہی میں ان کے نیک عملوں کا صلہ مل گیا اور آخرت میں قلاش ومفلس بن کر آئے ہماری ناقص رائے میں ابن مسعودؓ کو بھی اپنی وہ فقیرانہ زندگی یاد آئی ہوگی جب وہ عقبہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے، اور دنیا باوجود وسعت وفراخی کے ان پر تنگ ہوتی چلی جارہی تھی۔ انھیں یہ بات بھی ضرور یاد آئی ہوگی کہ جب انھوں نے سرکار رسالت کو اور اُن کے رفیق سفر کو عقبہ کی بکریوں کے دودھ سے منع کر دیا تھا تو آپ اُنکی امانت سے بڑے خوش ہوئے تھے۔ پھر

مسلمان ہونے کے بعد آپ نے انھیں اپنا ہمراز اور خاص الخاص دوست بنا لیا تھا انھیں یہ واقعہ بھی یاد آیا ہوگا کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ قیامت کے روز اُنکی پنڈلیاں میزان میں اُحد پہاڑ سے زیادہ وزنی ثابت ہونگی۔ ان تمام گذشتہ خیالات نے اُنکے اندر ایمان، ثابت قدمی، امانت کی محبت اور اُسکی نگہداشت میں اور اضافہ کر دیا ہوگا۔ ایمان و یقین اور بڑھا دیا ہوگا۔ امانت کے جذبہ میں اور اضافہ ہوا ہوگا۔ پھر آپ ہمیشہ اپنے دوست کے مخلص وفادار اور اُمت کے ہمدرد و غمگسار بن کر زندگی بسر کرتے رہے۔ عمار کافی عرصے تک کوفے کے امیر رہے۔ امارت کے زمانے میں بھی اُن کے دل میں وہی نرمی اور رواداری موجود تھی۔ معمولی عادتوں میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی تھی، وہی پہلا سا سکوت، وہی کم سخنی، وہی لوگوں سے گھلے ملے رہنے کی عادت وہی عدل و انصاف وہی بلا تکلف دینی ہمدردی اور وہی فاضلانہ اخلاق ان میں پائے جاتے تھے۔ ایک دن آپ سے ایک سوال کیا گیا جو لوگوں کی سمجھ سے بالاتر تھا، آپ نے فرمایا کیا ایسا واقع ہوا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں فرمایا جب تک یہ بات پیش نہ آئے اُسے چھوڑے رکھو، جب اس سے سابقہ پڑے گا تو کوئی نہ کوئی حل تلاش کر ہی لیا جائیگا۔ امیر کوفہ عمار بن یاسر عوام کی طرح اپنے سودے سلف کے لئے خود بازار جاتے اور آپ سودا خرید کر پیٹھ پر لاد کر لے آتے،

بازار میں جسے دیکھتے اُس سے سلام کر کے بات چیت کر لیتے، کوفے کے امیر تھے مگر کسی کام میں ذرا عار نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک درہم کی گھاس خریدتے ہیں، بیچنے والے سے رسّی مانگتے ہیں وہ صاف انکار کر دیتا ہے آخر بڑی ردّ و قدح کے بعد آدھی رسّی پر نزاع طے ہو جاتا ہے، پھر گھاس پشت پر لاد کر اپنے گھر لے آتے ہیں، حالانکہ کوفے کے امیر ہیں مگر گھاس لادنے میں ذرا عار نہیں فرماتے نہ انھیں اس بات کا خیال آتا ہے کہ اس ادنیٰ کام سے اُن کی عزت گھٹ جائیگی اور اُن کی قدر و منزلت میں ذرا فرق نہ آئے گا۔ اس زمانے کے لوگ بھی اِن باتوں کو باعثِ عار نہیں جانتے تھے، اور نہ ان کے خیال میں امارت کے رتبے میں ان باتوں سے کوئی فرق آتا تھا۔ عمار مزاج کے بڑے حلیم اور بردبار تھے۔ اگر کوئی شخص ان کی ذاتیات پر حملہ کرتا تو اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ لیکن اگر کوئی کسی دینی بات میں گڑبڑ کرتا یا سستی برتتا یا کسی کی حق تلفی کرتا تو بڑے ناراض ہوتے تھے اور حق والے کا حق دلائے بغیر نہیں رہتے تھے۔ ایک دفعہ کسی حاسد نے حضرت عمرؓ سے ان کی چغلی کھائی۔ جب عمارؓ نے یہ بات سُنی تو صبر کیا اور بس اتنا فرمایا یا اللہ اگر اس نے میری جھوٹی شکایت کی ہے اور اُس نے مجھ پر طوفان اُٹھایا ہے تو اُسے خوب فراخی عطا فرما اور اُسے ایک مغرور سردار بنا کہ لوگ اُس کے پیچھے پیچھے چلیں۔ ایک مرتبہ

Marfat.com

وفیوں کا لشکر لے کر بصریوں کی مدد کے لئے پہونچے، اس جنگ میں
حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ اس وقت ایک بصری نے
آپ کو اِس گستاخانہ کلمے سے یاد کیا، اے کن کٹے کیا تو بھی ہمارے ساتھ
مالِ غنیمت میں شریک ہو گا۔ عمار نے ہنس کر صرف یہ بات فرمائی" افسوس
تم نے میرے خوش قسمت کان کو بُرا کہا" عمارؓ کا ایک کان جنگِ یمامہ
کے موقعہ پر اللہ کی راہ میں کٹ گیا تھا۔ بصری عمارؓ کو اور ان کی ساتھ
والی فوج کو مالِ غنیمت دینے سے انکار ہی کرتے رہے۔ لیکن یہ اپنا
حق لینے پر ڈٹے رہے۔ آخر اس بارے میں حضرت عمر کو لکھا گیا۔ حضرت عمرؓ نے
جواب میں لکھا کہ مالِ غنیمت اِن تمام مجاہدوں کا حق ہے جو جنگ میں شریک
رہے۔ آخر کار عمار نے اور اُن کی فوج نے بصریوں سے اپنا حق لے کر ہی
چھوڑا، حضرت عمرؓ کی عادت تھی کہ آپ صوبوں کے حکام کا تبادلہ
فرماتے رہتے تھے۔ کسی صوبے کی عمارت طویل عرصے تک کسی ایک
امیر کے پاس نہیں رہنے دیتے تھے۔ اسی پالیسی کے ماتحت آپ
نے تھوڑے عرصے کے بعد عمار کو بھی معزول فرمادیا۔ جب عمارؓ سے
مدینہ میں ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے :۔

عمرؓ :۔ "تمہارے معزول کرنے سے تم ناراض تو نہیں ہوئے؟"

عمارؓ :۔ جب آپ نے پوچھا ہی ہے تو جب آپ نے مجھے حاکم بنایا تھا

اس وقت میں کونسا خوش تھا، نہ اب معزولی پر خوش ہوں، معزولی کے بعد حضرت عمارؓ نے حضرت عمرؓ کے آخری عہدِ خلافت میں، اور حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں، عبادت، اطاعت، وعظ و نصیحت اور لوگوں کی اصلاح پر اپنی زندگی وقف کر دی۔

ایک دن عمارؓ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے عبد اللہ بن ابی سرح کو مصر کا امیر بنا دیا ہے۔ یہ خبر سُن کر بڑے بے چین و بے تاب ہوئے اور اُن کے دل کو زبردست ٹھیس لگی۔ اُس وقت انھیں ایک بات یاد آئی جس کو دل ہی میں پوشیدہ رکھا زبان پر نہ آنے دیا۔ انھیں یاد آیا کہ ایک دفعہ قرآن پاک کی یہ آیت اُتری تھی:۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

"جو شخص ایمان لاکر کافر ہو گیا علاوہ اس کے جس پر جبر کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو لیکن جس کے دل میں کفر اُتر آیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور بڑا بھاری عذاب ہے۔"

اس آیت میں ان کی طرف اور عبد اللہ بن ابی سرح کی طرف اشارہ ہے جس کو آج مصر کا حاکم بنا دیا گیا ہے۔ مسلمان جانتے تھے کہ عبد اللہ بن ابی

Marfat.com

ہی وہ شخص ہے جسکی طرف حق تعالیٰ نے من شرح بالکفر صدراً سے اشارہ فرمایا ہے۔ عمار کو خیال آیا کہ عبداللہ بن ابی سرح اخیر میں دوبارہ اسلام لے آیا تھا، ہوسکتا ہے کہ اس نے پرخلوص توبہ کرلی ہو پکا سچا مؤمن بن گیا ہو، اور حق تعالیٰ نے ایمان کی وجہ سے اس کی پشت سے کفر کا بوجھ ہٹا دیا۔ لیکن عبداللہ کی عملی زندگی پر مصریوں کو طرح طرح کا اعتراض تھا۔ پھر کوفے اور بصرے سے بھی عاملوں کی شکایتیں آرہی تھیں جو حضرت عثمانؓ کے مقرر کئے ہوئے تھے اور روز بروز شکایتیں بڑھتی جاتی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ نفرت کا جذبہ بھی بڑھتا ہی جارہا تھا، ان حالات کو دیکھکر مدینے کے سرکردہ اور ممتاز شہریوں میں نفرت کے جذبات پھیل گئے اور قسم قسم کے اعتراضات اُٹھائے جانے لگے پھر سب حضرات کا ایک خفیہ اجلاس ہوا اور وہ موجودہ گڑبڑ اور بد نظمی کا حل تلاش کرنے لگے۔ پھر حضرت عمار یا تو خود بخود یا مسلمانوں کی طرف سے نمائندہ بن کر حضرت عثمان کی خدمتِ اقدس میں بات چیت کرنے کے لئے حاضر ہوئے تاکہ اُنھیں حکام کے رویّے کے بارے میں لوگوں کے خیالات سے آگاہ فرمائیں لیکن حضرت عثمان ان کی باتیں سننے پر راضی نہیں ہوئے۔ اس بنا پر بات نے نزاعی صورت اختیار کرلی اور فتنہ کا اندیشہ پیدا ہوگیا حضرت عثمان نے عمار کو

Marfat.com

باہر نکلوادیا۔ امیرالمؤمنین کے غلام انھیں باہر کھینچ لائے اور اس قدر زد و کوب کیا کہ بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں نے خیال کیا کہ جاں بحق ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں جب عمار کو ہوش آیا تو اٹھ کر کہنے لگے' یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے بھی ہمیں اللہ کی راہ میں ستایا جا چکا ہے۔ اسی دن سے عمار حضرت عثمان کے مخالفوں کی جماعت کے سرغنہ بن گئے۔

Marfat.com

وزیر تعلیم و مال

عمار بن یاسرؓ کے معزول ہو جانے کے بعد عبد اللہ بن مسعود بدستور اپنے عہدے پر مامور رہے' اور اپنے منصب سے نہیں ہٹائے گئے۔ یہ حسب سابق کوفے کے بیت المال کے افسر کوفیوں کے معلم اور حاکم کے مشیر کی حیثیت سے کوفے میں مقیم رہے اُنھوں نے کوفیوں کو کمال سرگرمی اور محنت و مشقت سے تعلیم دی اور کچھ ایسی عمدگی اور خوش اسلوبی سے تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیئے کہ لوگ اُنھیں دل و جان سے چاہنے لگے اور آپ کے مخلص معتقد بن گئے۔ آپ نے کوفیوں کے دلوں پر پند و موعظت کے گہرے گہرے نقوش چھوڑے۔ یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود ایک زمانے تک اللہ کے رسول کے ساتھ ایک خادم کی حیثیت سے رہ چکے تھے دن رات آپ کی مبارک صحبت سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اکثر لوگ اُنھیں

Marfat.com

خاندانِ نبوت کا فرد ہی سمجھتے تھے۔ انھوں نے سرکارِ رسالت کی زبان سے قرآن حکیم کی ستر سورتیں سُن کر یاد کرلی تھیں۔ اِس قسم کی سعادت کسی کو میسر نہ آئی تھی۔ اللہ کے رسول صلعم کو اُن کی قرأت سے بڑی دلچسپی تھی اور عبداللہ کی قرأت آپ کو بڑی بھلی معلوم ہوتی تھی۔ آپ صحابہ کے سامنے اُن کی قرأت کی تعریف کرتے تھے اور انھیں بھی اس قرأت کی رغبت دلاتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا جو شخص قرآن پاک کو اسی طرح تر و تازہ پڑھنا چاہتا ہے جس طرح وہ نازل ہوا تھا تو اُسے ابن ام عبد کی قرأت کے مطابق قرآن پڑھنا چاہیئے۔ ابن مسعودؓ نبی صلعم کی سنت کے عاشق زار تھے۔ بات چیت میں، کام کاج میں حرکت و سکون میں، مسائل کے طریق و آداب میں، نازک سے نازک موقعہ پر ثابت قدمی اور استقلال میں اور زندگی کے ہر پہلو میں آپ کی پیروی کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ان کو جاننے والے صحابہ اس بات پر متفق ہیں کہ چال ڈھال، گفتار و کردار، عادات و اطوار اور حُسنِ سیرت میں ابن مسعود ہی اللہ کے رسولؐ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں، اپنی بیرونی زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشے میں ابن مسعودؓ اللہ کے رسول صلعم سے زیادہ مشابہ ہیں۔ اندرونی زندگی کا حال خدا ہی کو معلوم ہے، صحابہ کرام کا باطن ظاہر سے بدرجہا بہتر ہوتا تھا

Marfat.com

کوفے کی اقامت کے زمانے میں ابن مسعود کا یہ دستور العمل تھا کہ روزانہ لوگوں کو قرآن پاک پڑھاتے تھے اور ہر جمعرات کو شام کے وقت وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ لکڑی پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اور کافی دیر تک بولتے رہتے تھے پھر بولنا بند کر دیتے تھے۔ اگرچہ حاضرین ابھی تشنہ کام ہی رہتے تھے۔ حاضرین کی تو یہی تمنا ہوتی کہ ابن مسعود بولتے ہی رہیں۔ بڑی پُر لطف جامع اور مواعظ سے بھرپور تقریر ہوتی تھی۔ ابن مسعود روایت بیان کرنے میں بڑی احتیاط برتتے تھے اور ڈرتے ڈرتے روایت کرتے تھے۔ روایاتِ حدیث میں اور حُفاظ کی طرح بڑے محتاط تھے۔ اللہ کے رسول کی یہ حدیث انھیں معلوم تھی کہ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا، اُسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیئے۔ اسی لئے روایت کرتے وقت ڈرتے تھے کہ کہیں غیر شعوری طور پر کوئی غلط حدیث زبان سے نہ نکل جائے۔ ایک دفعہ اثنائے وعظ میں آپ کی زبان پر یہ لفظ آ گئے۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابھی یہ الفاظ زبان سے ادا بھی نہ ہونے پائے تھے کہ تھر تھر کانپنے لگے، یہاں تک کہ وہ لکڑی بھی جس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے ہلنے لگی، پسینے میں شرابور ہو گئے۔ پیشانی سے پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح زمین پر ٹپکنے لگے اور فرمایا۔ آپ نے یہ فرمایا یا اس سے کم و بیش

Marfat.com

فرمایا، کوئی کسی حاکم سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جس قدر ابن
مسعودؓ اور ابو موسیٰ اشعری سے خوش ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت
کے بعد بھی ابن مسعود بدستور کوفے کے افسر خزانہ رہے۔ شروع
شروع میں حضرت عثمان نے بھی انھیں اسی عہدے پر برقرار رکھا
لیکن جب کوفے کا حاکم ولید بن عقبہ کو بنایا گیا تو کچھ ایسے حالات
پیدا ہو گئے کہ چار و ناچار ابن مسعود کو مخالفت کرنی پڑی۔ اس
مخالفت سے پیشتر ابن مسعودؓ حضرت عثمانؓ سے بہت خوش
تھے اور ہر جگہ آپ کی تعریف ہی تعریف کیا کرتے تھے۔

ابن مسعودؓ کی پسلی ٹوٹ گئی

بعض نئی باتیں کوفے میں پیدا ہوئیں، اور بعض نے مدینے میں سر اُٹھایا۔ کوفے میں جس نئے فتنے نے سر اُٹھایا وہ بیت المال کی نئی پالیسی تھی جس سے ابن مسعود نالاں اور غیر مطمئن تھے۔ ولید نے حاکم بنتے ہی بیت المال کا صفایا شروع کرنا چاہا، اخراجات بڑھا دیئے اور قوم کی خون پسینے کی کمائی کو بے دردی سے بہانا شروع کر دیا، اور طرفہ تماشا یہ کہ بیت المال کو اپنا حق سمجھنے لگا۔ لیکن عبداللہ ابن مسعود عہد فاروقی سے اس نظریئے کے حامی تھے کہ بیت المال مسلمانوں کی ملکیت ہے حاکموں کی نہیں، اور حاکموں کا یہ فرض ہے کہ اسے احتیاط سے ٹھیک طور سے خرچ کریں اور انھیں مدوں میں خرچ کریں جن میں عوام کی بہبودی اور فلاح ہو۔ سربرآوردہ کوئی بھی ولید کے اس مسرفانہ خرچ سے بیزار د

متنفر تھے۔ اور حضرت ابن مسعود کے ہم خیال وہم رائے تھے چنانچہ ابن مسعود نے یہ فضول خرچی اور مسلمانوں کے مال کی لوٹ مار موقوف کرادی۔ ولید کو ابن مسعود کی یہ بات ناگوار گذری اور دم بدم دونوں میں اختلاف بڑھتا ہی گیا۔ شہری ابن مسعود کے حامی تھے، انھیں کو چاہتے تھے اور انھیں کی بات مانتے تھے۔ مدینۃ النبی میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عثمان نے اختلافات دور کرنے کی نیت سے قرآن حکیم کو ایک ہی مصحف اور ایک ہی قرأت پر مسلمانوں کو جمع کرنے کے لئے ایک مجلس شوریٰ منعقد فرمائی، اور حفاظ کی ایک مجلس مشاورت قائم کی، جس کے صدر حضرت زید بن ثابتؓ مقرر فرمائے گئے۔ بلاشبہ یہ اقدام حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کی بہبودی اور ہمدردی کے لئے فرمایا تھا تاکہ اتحاد میں رخنہ نہ پڑنے پائے اور اختلافات میں پڑکر مسلمان راہ سے نہ بھٹک جائیں۔ آخر کار جب یہ مصحفِ عثمانی مکمل ہوگیا تو آپ نے اس کی متعدد کاپیاں کراکر اپنی حکومت کے مختلف شہروں میں ایک ایک کاپی بھیجدی اور اصل مصحف اپنے پاس محفوظ رکھا۔ اور دیگر قرأتوں کے پڑھنے کی ممانعت کردی گئی۔ مصحفِ عثمانی سے پہلے جس قدر مصاحف لکھے گئے تھے سب کو نذرِ آتش کردیا گیا۔ ابن مسعود کو یہ بات بری

معلوم ہوئی، چونکہ وہ سب سے اونچے درجے کے قاری اور حافظ تھے، اِس لئے اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کے حکم کو ٹھکرا دیا۔ پھر خلیفۃ المسلمین کے اس ہمدردانہ اقدام پر کڑی تنقیدیں بھی کیں، اور کوفے میں ولید کی پالیسی کی بھی سخت سے سخت مذمت کی۔ ابن مسعودؓ ہر ہفتہ یا جمعرات کو تقریر فرماتے تھے۔ تقریر کرتے وقت یہی فرماتے:۔ اِنَّ اَصْدَقَ الْقَوْلِ کِتٰبُ اللّٰہِ وَاَحْسَنَ الْھُدٰی ھَدْیُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ مُحْدَثٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلَّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ۔ (سب سے سچی بات اللہ کی بات ہے، اور سب سے عمدہ طریقہ محمد رسول اللہ صلعم کا طریقہ ہے۔ بدترین کام ہر نیا کام ہے، ہر نیا کام بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔) ولید نے نادانی سے یہ سمجھا کہ اِن باتوں سے مجھ پر اور حضرت عثمان پر تعریض و طنز کیا جاتا ہے، اِس لئے اس نے ان کلموں سے ابن مسعودؓ کو روکنا چاہا۔ اُنھوں نے ولید کے حکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے یہ کلمے جاری رکھے۔ آخر ولید نے جل کر حضرت عثمانؓ کو لکھا، حضرت عثمان نے جواب میں لکھا کہ ابن مسعود کو کوفے سے نکال کر مدینے میں ہمارے پاس بھیج دو۔ ولید نے سرکاری حکم کی تعمیل کی، اور ابن مسعودؓ کو کوفے سے

Marfat.com

نکالنے کا فرمان جاری کر دیا۔ علاوہ ازیں خلیفۃ المسلمین کا حکم بھی آپ کو پہونچا دیا۔ خیر حکم حاکم مرگ مفاجات، ابن مسعود کو چار و ناچار کوفہ چھوڑنا پڑا۔ جب آپ یہاں سے سدھارے تو لاتعداد کوفی آپ کو رخصت کرنے کے لئے کوفہ سے دُور میلوں تک آپ کے ساتھ ساتھ آئے کوفیوں کو آپ کی جُدائی کا بڑا صدمہ ہوا اُنھوں نے ہر چند ابن مسعود سے درخواست کی کہ وہ کوفہ سے نہ جائیں اور انھیں کے پاس رہیں، کیونکہ کوفیوں کو ان پر حضرت عثمان کی جانب سے اندیشہ تھا۔ لہذا وہ انھیں ٹھہرانے کی کوشش کرتے رہے اور اپنی ہر طرح کی حمایت و اعانت کا اُنھیں یقین دلاتے رہے کہ کوئی انھیں ٹیڑھی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ مگر ابن مسعود نے یہ کہہ کر ٹھہرنے سے انکار کر دیا کہ فتنہ تو عنقریب اُٹھنے والا ہے، پھر میں کیوں اس کی اپنی ذات سے ابتدا کروں۔ ابن مسعود مدینہ میں رات کو پہونچے۔ دوسرے روز جمعہ تھا۔ جمعہ کی نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت عثمان نے اُنھیں دیکھتے ہی منبر سے ڈانٹنا ڈپٹنا اور سخت سست کہنا شروع کر دیا۔ ابن مسعود نے عرض کیا کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا تمھارا خیال ہے۔ میں بڑے معرکوں (بدر، اُحد، خندق اور حدیبیہ) میں رسول اللہ صلعم کا ساتھی رہا ہوں۔ حضرت مائی عائشہ صدیقہؓ بھی پردے میں سے

Marfat.com

چیخ کر بولیں "عثمان بڑے افسوس کی بات ہے، تمہیں اللہ کے رسول کے ایک محبوب صحابی کو ستاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟" حضرت عثمان بولے "ام المومنین آپ اس معاملے میں دخل نہ دیں، اور خاموشی اختیار فرمائیں" حضرت عثمان نے اپنے کڑیل غلاموں کو حکم دیا کہ ابن مسعود کو مسجد سے باہر نکال دیں۔ چنانچہ ایک سیاہ فام لمبا تڑنگا اور کڑیل غلام اٹھا اور زبردستی ابن مسعود کو اٹھا کر مسجد سے باہر لانے لگا۔ ابن مسعود اس کے پنجۂ جور و ستم سے چھوٹ جانے کی کوشش کرتے رہے۔ ان کی ٹانگیں غلام کے کندھوں پر آگئی تھیں، اور چیخ چیخ کر حضرت عثمان سے کہہ رہے تھے۔ تمہیں خدا کی قسم مجھے میرے دوست کی مسجد سے نہ نکالو۔ لیکن غلام نے ایک نہ سنی اور انھیں اٹھا کر لیے چلا گیا۔ اور باہر جا کر زمین پر پٹخ دیا جس سے ان کی ایک پسلی ٹوٹ گئی، اور انتہائی تکلیف میں انھیں گھر لے جایا گیا۔ پھر بات اسی پر ختم نہیں ہوئی، بلکہ حضرت عثمان نے دو سال تک ان کا وظیفہ بھی بند رکھا اور جب تک زندہ رہے خلیفۂ وقت کے معتوب رہے۔ یہ تو تھی حضرت عثمان کی ایک سیاسی جنبش، لیکن ایک دوست اور صحابی کی حیثیت سے آپ ابن مسعود سے ملتے رہے۔ آخر کار جب ابن مسعود مرض الموت میں گھر گئے اور حضرت عثمان کو معلوم ہوا کہ

Marfat.com

اب ان کی آخری سانسیں ہیں تو اس مقام پر تاریخ دو راہیں بتاتی ہے۔ حضرت عثمان کے بدخواہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود سے صلح و صفائی کی کوشش کی گئی، ان سے معافی بھی مانگی گئی، دوبارہ وظیفہ جاری کرنے کی پیشکش بھی کی گئی اور استغفار کی بھی درخواست کی گئی۔ مگر ابن مسعود نے ہر بات ٹھکرا دی۔ پھر حضرت عثمان نے ام المؤمنین حضرت اُم حبیبہؓ کو بیچ میں ڈالا، مگر ابن مسعود نے یہ بات بھی ٹھکرا دی، اور اسی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جبکہ دونوں کے تعلقات میں کشیدگی تھی۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود وصیت فرما گئے تھے کہ اُن کی نماز عثمان نہ پڑھائیں۔ عمار اس وصیت میں موجود تھے اور انھیں نے اِس وصیت کو عملی جامہ پہنایا۔

کہتے ہیں کہ عمار سے حضرت عثمان کی شکر رنجی بڑھ جانے کا سبب سے بڑا سبب یہی تھا لیکن حضرت عثمان کے بہی خواہوں اور مہاجرین سے اچھا گمان رکھنے والوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عثمان جب ابن مسعود کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے تو ان سے معافی چاہی اور عذر پیش کیا۔ ابن مسعود نے عذر قبول کر لیا۔ پھر دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے لئے دعائے مغفرت فرمائی، اور انتقال کے بعد حضرت عثمان ہی نے نماز جنازہ پڑھائی اور اُن کی قبر پر کھڑے ہو کر ان کی

Marfat.com

تعریف و توصیف میں کمی نہیں کی۔ اخیری بات ہی اکابر کے حال کے مطابق موزوں ہے اور دل کو بھاتی بھی ہے۔ پھر زبیر بن عوام حضرت عثمان کے پاس آکر کہنے لگے (حضرت ابن مسعود انھیں کچھ وصیت فرما گئے تھے) ابن مسعود کا جتنا وظیفہ باقی ہے وہ مجھے عنایت فرما دیجئے کیونکہ ان کی اولاد بیت المال سے زیادہ حقدار ہے۔ "بہت خوب" حضرت عثمان نے فرمایا۔ پھر حضرت عثمان نے ابن مسعود کا نہ صرف باقی وظیفہ بلکہ اُس سے بھی دُگنا زبیر کو دے دیا۔ حضرت عثمان کے فرمان پر افسر خزانہ نے حضرت زبیر کو ۲۵ ہزار درہم دیئے۔

چند برس کے بعد کوفی حضرت علی کے پاس جمع ہوئے اور ان کے پاس ابن مسعود کا ذکر چھڑ گیا۔ کوفی حضرت علی سے کہنے لگے :۔ "امیرالمؤمنین ہم نے ابن مسعود سے زیادہ عبادت گذار، پارسا، ہنس مکھ، خلیق، رحم دل اور بہتر رفیق کسی کو نہیں پایا۔

حضرت علی نے فرمایا قسم کھا کر بتاؤ کیا یہ بات تم خلوص دل سے کہہ رہے ہو۔ "ہاں ہاں ہم قطعی سچے دل سے کہہ رہے ہیں"۔ لوگ بولے: یا اللہ تو گواہ ہے ان لوگوں نے ابن مسعود کی جو کچھ بھی تعریف کی ہے میں انھیں اس سے بدرجہا بہتر اور صاحب کمال سمجھتا ہوں...."

Marfat.com

بغاوت

جب ملک میں بدنظمی پھیلی اور بغاوت نے سر اُٹھایا، تو مدینہ کے کسی باشندے نے حضرت عثمانؓ کی اتنی مخالفت نہیں کی جتنی عمار نے کی۔ رسول اللہ صلعم کے فرمانِ عالی شان کے مطابق عمار سیدھی راہ پر تھے، تاویل اور تاویل کرنے والوں سے متنفر اور انتہائی بیزار تھے۔ کھری اور بے لاگ بات کو پسند فرماتے تھے۔ واضح عمل کو سراہتے تھے، اور سیدھی سادی طبیعت کو جو کجی اور ایچ پیچ سے خالی ہو اچھی جانتے تھے۔ خالص دین اُن کی گھٹی میں پڑا تھا اور دیانت اُن کی طبیعت کا اصلی جوہر تھا، دنیا سے قطعی بے پرواہ اور دنیوی فوائد و اغراض سے بالکل بے نیاز تھے۔ حق کے دلدادہ اور فتنہ و فساد سے بیزار و خائف رہتے تھے، سیاسی اتار چڑھاؤ، جوڑ توڑ اور الجھنوں سے قطعی علیحدہ رہتے تھے۔ عمار نے سیرتِ پیغمبرؐ میں اور صدیق اکبرؓ و

Marfat.com

فاروق اعظمؓ کی سیاسی پالیسیوں میں استقلال وثبات دیکھا تھا جہاں کوئی ایچ پیچ یا اُلجھن نہ تھی اور جہاں خلوص ہی خلوص کارفرما نظر آتا تھا اسی بنا پر وہ ایک واضح پالیسی کے قائل تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ سرکاری پالیسی کو واضح اور متعین ہونا ضروری ہے جیسا کہ سابق رہنماؤں نے کی تھی۔

عہدِ عثمانی میں ملک میں بدنظمی، معاملات میں گڑبڑ، ذاتی اغراض کا خیال، نفع اندوزی اور حصولِ زر کا رُجحان دیکھ کر عمارؓ کو بڑا صدمہ ہوا۔ ان کا قلب اس ملکی بدنظمی اور لوگوں کے خیالات کی پراگندگی کو ایک سکنڈ کے لئے بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھا اور اُن کی سادہ طبیعت پر اس گڑبڑ کا بڑا بھاری اثر پڑ رہا تھا۔ آخر کار ان کے خیالات میں ہیجان اور افکار میں تلاطم پیدا ہونے لگا مگر دل ہی دل میں گھٹنے لگے زبان بند کر کے بیٹھ گئے، ملکی معاملات سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور خدا سے پناہ مانگتے رہے کہ وہ انھیں فتنے کی لپٹوں سے محفوظ رکھے۔ لوگوں سے تبادلۂ خیالات کرنے پر معلوم ہوا کہ عوام بھی اس بدنظمی اور ملکی گڑبڑ کو بُری نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ اب عمارؓ ان مسائل پر سنجیدگی سے غور کرنے لگے۔ معاملات کی چھان بین کرنے کے بعد موصوف نے یہی فیصلہ فرمایا کہ لوگوں کو من مانی نہیں کرنے دینی چاہیئے۔

Marfat.com

بلکہ اِن بگڑے ہوئے حالات کی کسی نہ کسی طرح اصلاح کرنی چاہیئے ظاہر ہے کہ اُلجھے ہوئے مسائل کو سلجھانا کوئی آسان کام نہیں بلکہ اربابِ حل وعقد کے خلاف آواز اُٹھانی پڑتی ہے، جس میں ہر طرح کا اندیشہ لاحق رہتا ہے۔ لوگ مخالفت پر اُتر آتے ہیں اور قتل وخوں ریزی تک کی بھی نوبت پہونچ جاتی ہے۔ اِس لئے عمارؓ نے اس بار بھی خاموش ہی رہنے کا عزم کرلیا۔ کافی عرصے تک زبان کو سیئے رکھا اور فتنوں کی لپیٹوں سے برابر پناہ مانگتے رہے لیکن کب تک خاموش رہتے۔ جب پانی سر سے اونچا ہوگیا اور انھوں نے بڑے بڑے مہاجرین صحابہ کو اور سِن رسیدہ اکابر کو اس گروہ سے متنفر دیکھا تو انھیں اس بات کا قطعی یقین ہوگیا کہ وہ سیدھی راہ پر ہیں اور اُن کے بھائیوں نے غلط راہ اختیار کر رکھی ہے ایک دن مدینہ میں یہ افواہ اُڑی کہ امیرالمؤمنین نے بیت المال سے کچھ جواہرات لے کر اپنی اہلیہ کے زیورات بنوائے ہیں۔ جب اس بات کی تحقیق ہوگئی، تو انصار ومہاجرین نے بڑی لے دے کی اور حضرت عثمانؓ کی اس حرکت کو ناپسند فرمایا۔ آخر حضرت عثمان کو بھی خبر ہوگئی، اور اُنھوں نے منبر پر صاف صاف فرما دیا کہ ہم اپنی ضروریات بیت المال ہی سے پوری کریں گے اگرچہ لوگ یہ بات ناپسند کریں۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہم آپ کو ایسا کرنے سے روک دیں گے۔ معاملہ

کی نزاکت دیکھکر عمار بھی بول پڑے کہ میں سب سے پہلے آپ کو روک دوں گا۔ حضرت علی کی بات سُن کر تو حضرت عثمانؓ خاموش ہو گئے تھے مگر عمار کے قول سے اُنھیں تاؤ آ گیا اور عمار کو خوب ہی صلواتیں سنائیں، یہ ہے بناء مخاصمت جو دونوں کے درمیان تھی۔ یہ چنگاری اس وقت تو دبا دی گئی مگر بجھ نہ سکی، اندر ہی اندر سلگتی رہی پھر بھڑکی تو ایسی بھڑکی کہ حضرت عمار کا سر پھوڑ کر دم لیا۔ حضرت عثمان نے بیچارے عمار کو اس قدر مارا کہ اُن کا سر پھٹ گیا اور پٹتے پٹتے بے ہوش ہو گئے۔ اسی بے ہوشی کے عالم میں ان کی تین نمازیں ظہر، عصر، اور مغرب، چھوٹ گئیں، گو ہوش میں آنے کے بعد تینوں نمازیں قضا کر لی گئیں۔ مگر حضرت عثمانؓ کی طرف سے ان کے دل میں مخالفت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ کہنے لگے ہم اس سے پہلے بھی اللہ کی راہ میں سزائیں، مار پیٹ اور ہر طرح کی تکلیفیں جھیل چکے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن اُس روز سے وہ حضرت عثمان کی مخالفت پر ڈٹ گئے اور ہر وقت ہر مجلس میں ان پر سخت سے سخت تنقیدیں شروع کر دیں۔ آخر کار بغاوت کی آگ عمار کی پھونکوں سے بھڑک اُٹھی اور ملک کے چاروں طرف سے باغی جمع ہو کر عثمانؓ سے انتقام لینے کی غرض سے مدینہ میں جمع ہو گئے عمارؓ نے ان باغیوں کی مزاحمت کا ارادہ نہیں کیا اور نہ اُن کی

Marfat.com

باغیانہ حرکتوں کی مذمت کی۔ آخر ایک دن باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کردیا تو عمارؓ کو ان کی شہادت کا بھی صدمہ نہیں ہوا، بلکہ کبھی کبھی تو یہ کہنے لگتے تھے کہ عثمان (نعوذ باللہ) ایمان پر نہیں مرے۔ ایک دفعہ حضرت حسنؓ اور عمارؓ میں اسی بات پر خوب گرما گرم بحث ہوئی، حسنؓ کہتے تھے حضرت عثمان مومن مرے اور عمارؓ کہتے تھے کافر مرے۔ آخر حضرت علیؓ کے پاس فیصلہ لایا گیا، آپ نے کمال شفقت و محبت سے فرمایا کہ عمار ان فضول بحثوں میں پڑکر اپنا وقت ضائع نہ کرو۔

جب حضرت عثمان شہید ہو گئے اور بغاوت نے ملک میں جگہ جگہ پاؤں جمالئے تو عمار نے حضرت علی کی حمایت و نصرت میں جان اور دھڑ کی بازی لگادی۔ جب حضرت علیؓ اور معاویہؓ میں جنگ چھڑ گئی تو عمار کی تمام ہمدردیاں حضرت علی کے ساتھ تھیں۔ حضرت عمار پورے یقین وبھروسے کے ساتھ جانتے تھے کہ حق علیؓ کے ساتھ ہے اور معاویہؓ باطل پر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد شاید ہی اس سرگرمی اور تندہی سے عمار نے کسی جنگ میں شرکت کی ہو جیسی سرگرمی جنگ صفین میں دکھائی۔ اللہ کے نبی صلعم کی وہی بات اُن کے دل پہ نقش تھی کہ تمھیں باغی گروہ قتل کر ڈالے گا۔ عمار جب حضرت علیؓ کے لشکر میں اُن کی حمایت و نصرت کے لئے نکلے تو رسول اللہ

Marfat.com

کا وہ فرمان بالکل واضح ہو کر آپ کے سامنے آگیا تھا۔ حضرت عمارؓ کو پورا یقین تھا کہ معاویہ اور ان کے ساتھی باطل پر اڑے ہوئے ہیں، اور یہ جنگ جو انھوں نے آپ کے چچازاد بھائی سے ٹھانی ہے بالکل ایسی ہی جنگ ہے جیسے کافر اللہ کے رسول کی مخالفت میں آپ سے کیا کرتے تھے۔ جیسے بدر، اُحد، خندق وغیرہ۔ اس خیال کو لے کر وہ حضرت علی کی حمایت میں پورے خلوص و جاں نثاری کے ساتھ جنگ صفین میں شامل ہوئے۔ آج بھی انھیں شہادت کی وہی آرزو تھی جو کبھی اللہ کے رسول کے ساتھ کافروں سے جنگ کرتے وقت آرزو ہوا کرتی تھی۔ ایک روز وہ فرات کے کنارے جا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے اے اللہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اگر میں اس پہاڑ سے گر کر جان دے دوں تو تو راضی رہے گا تو یقیناً میں اس سے گر کر جان دے دوں، اور اگر تیری رضا ڈوب مرنے میں معلوم ہو جائے تو میں پانی میں ڈوب جاؤں، میں صرف تیری رضا ڈھونڈھ رہا ہوں، اور اسی لئے اس جنگ میں شریک ہو رہا ہوں۔ مجھے قوی اُمید ہے کہ تو مجھے ناکام نہ رکھے گا، جبکہ ہر کام میں مجھے تیری رضا مطلوب ہے۔"
اس موقعہ پر عمارؓ کی عمر نوّے سے آگے بڑھ گئی تھی لیکن خلاف توقع ان کی جوانی کا زور اور شباب کی قوت عود کر آئی تھی، جو اس سے پہلے

کبھی کسی جنگ میں دیکھنے میں نہیں آئی تھی، وہ بڑی سرگرمی، تندہی، صبر و ثبات اور پامردی سے لڑ رہے ہیں، لڑائی میں سب سے آگے آگے ہیں، پیچھے رہنے سے سخت بیزار، موت کے آرزو مند اور زندگی سے نالاں، وہ پورے یقین کے ساتھ حق کی حمایت میں خدا کی رضامندی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ صفین میں دو دن تک بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور سارا میدان خون سے لالہ زار بن گیا، تیسرے دن معاویہؓ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ معرکہ کارزار کی حالت نازک دکھائی دیتی ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے عرب لڑتے لڑتے فنا ہو جائیں گے۔ البتہ اگر ان کے اندر غلام کی سی پھرتی آجائے تو پھر جلدی ہی فیصلہ ہو جائے گا۔ معاویہ کی مراد غلام سے حضرت عمار تھے، اور سبکی سے ان کی پھرتی مراد تھی۔ اس دن عمار دن بھر لڑتے رہے اور اپنے بہادرانہ کارناموں سے لوگوں کو دنگ کرتے رہے۔ لوگ دیکھ رہے تھے کہ ایک بوڑھا لمبے قد والا اور گندم گوں سپاہی ہاتھ میں نیزہ گھماتے ہوئے کمال پھرتی سے کبھی ادھر آتا ہے کبھی ادھر جاتا ہے، کبھی اسے جا دباتا ہے اور کبھی اسے جا ابھارتا ہے مسلمانوں کی ایک جماعت انہیں بڑے غور سے دیکھ رہی تھی اور ان کے بارے میں کچھ چہ میگوئیاں بھی ہو رہی تھیں

Marfat.com

اِس جماعت کے لوگ حضرت علی کے لشکر میں تھے مگر غیر جانبدارانہ پالیسی اختیار کئے ہوئے تھے۔ اِن میں سے ایک خزیمہ بن ثابت انصاریؓ بھی تھے جنھوں نے اللہ کے رسولؐ سے حضرت عمارؓ سے یہ کہتے ہوئے سُنا تھا کہ تمہیں باغی جماعت قتل کر ڈالے گی۔ وہ اپنی آنکھوں سے حضرت عمار کو حضرت علی کی حمایت میں لڑتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ مگر اُنھیں اُن کے انجام کا انتظار تھا۔ اس خیال کے چند مجاہد معاویہ کے لشکر میں بھی تھے۔ یہ لوگ گو میدان جنگ میں موجود ہیں مگر جنگ سے کنارہ کش ہیں، انہیں بھی عمار کے بارے میں نبی صلعم کا یہ فرمان معلوم ہے لہٰذا وہ عمار کے انجام کے منتظر ہیں۔ معاویہ کے لشکر میں اسی خیال کے حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام ہُنَیٔ بھی تھے، عمار اپنے دستے کے سالار تھے اور سالار کی حیثیت سے جاں توڑ لڑائی میں مصروف تھے۔ لڑتے لڑتے عصر کا وقت آگیا جب عصر کا وقت آگیا، جب شام کو سورج کی نیم مردہ اور افسردہ شعاعیں اِن جانباز مجاہدوں پر پڑنے لگیں تو عمار کا جوشِ شہادت میں اور جوش و خروش بڑھ گیا اور کچھ ایسی حالت ان پر طاری ہو گئی جیسے خود فراموش ہوں۔ کیف مسرت میں ڈوب کر اپنے ساتھیوں کو جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے کہ مسلمو مبارک ہو جنت نیزوں کے سائے میں ہے، آج میں اپنے دوستوں سے ملوں گا،

Marfat.com

رحمتہ للعالمین ؐ سے اور اُن کے رفقا سے ملوں گا۔ لڑتے لڑتے شام ہوگئی
منھ پر روزہ تھا، لوگوں سے کہا کچھ پلاؤ، روزہ کھول لوں، کسی نے انھیں
تھوڑا دودھ دیا، دُودھ دیکھ کر مُسکرائے اور پینے کے بعد بولے، اللہ
کے رسول ؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دودھ تمہاری آخری غذا ہوگی، پھر
تم خدا سے جا ملو گے۔ پھر لڑائی پر لوگوں کو آمادہ کرنے لگے اور بلند آواز سے
بار بار یہ لفظ دُہرانے لگے، مسلمانو مبارک ہو جنت نیزوں کے سائے میں
ہے پیاسا گھاٹ پر دوڑ کر آتا ہے، میں گھاٹ کے اندر اُتر چکا ہوں،
آج میں اپنے دوستوں سے ملوں گا، رحمتہ للعالمین ؐ اور اُن کے رفقاء
سے ملوں گا۔ آخر حضرت علیؓ کی فوج میں کچھ آثارِ ہزیمت پیدا ہونے لگے
لیکن ان عارضی آثار سے عمار کے دل میں ذرّہ برابر بھی ضعف نہ پیدا
ہوسکا اور نہ اُن کا یقین متزلزل ہوسکا۔ فرمانے لگے، خدا کی قسم اگر دشمن
مقام ہجر تک بھی پیچھے ہٹا دے تب بھی میرے اس یقین میں خلل نہ آئیگا
کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں، اس موقعہ پر حضرت معاویہ کے لشکر کا جھنڈا
عمرو بن العاص کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عمار نے انھیں دیکھتے ہی فرمایا میں
اس علمبردار سے تین دفعہ اللہ کے رسول کے ساتھ لڑ چکا ہوں اور اب یہ
چوتھا موقعہ ہے عمار کے علمبردار ہاشم بن عتبہ تھے جو بھینگے تھے عمار انھیں
لڑائی کی خوب ترغیب دیتے اور کبھی ڈانٹ کر بھی کہتے کہ اُو بھینگے

Marfat.com

آگے بڑھو، کبھی محبت و پیار سے اُکساتے اور فرماتے ہاشم تم پر میرے ماں باپ قربان آگے بڑھتے رہو۔ تم بھی عجیب آدمی ہو، بھئی میں علم کو سنبھالے ہوئے دشمن کی طرف بڑھ تو رہا ہوں، مجھے حق تعالیٰ سے قوی اُمید ہے کہ میری ہی علمبرداری میں فتح نصیب ہو گی اور میری تمنّا بر آئے گی، تم جانتے ہو جلد بازی میں ہلاکت ہے"۔ علمبردار نے کہا۔ "میاں آگے بڑھو میرے ماں باپ تم پر قربان آگے بڑھو"۔ عمّار نے مُسکرا کر کہا۔ یہ کہکر عمّار دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے، اور اُن کے پیچھے پیچھے اُن کا علمبردار بھی آگے بڑھتا ہوا آ رہا تھا۔ "اللہ کے پاس کون چلتا ہے، جنت میں کون جانا چاہتا ہے"؟ عمّار نے چیخ کر کہا اور کمال جوش و خروش سے دشمن پر ٹوٹ پڑے آخر کار لڑتے لڑتے معرکۂ کارزار میں شہادت کی سعادت سے سرفراز ہو گئے۔ خزیمہ بن ثابتؓ نے انھیں شہید دیکھکر فرمایا لو اب فیصلہ ہو گیا حق اور باطل معلوم ہو گیا یہ کہکر اپنے خیمے میں گھُسے اندر جاکر غسل فرمایا، بدن پر ہتھیار سجائے اور تلوار سونت کر شامی فوج پر ٹوٹ پڑے اور سخت گھمسان لڑائی میں لڑتے ہوئے وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے ؎

حاجت نہیں ہے تیرے شہیدوں کو غسل کی
قاتل وہ اپنے خون میں خود ہی نہا چکے

Marfat.com

چوتھے دن کی صبح ہوئی اور ہنئی کو عمارؓ کی شہادت کی خبر ملی، دوڑے دوڑے عمرو بن العاصؓ کے پاس پہونچے، عمرو پلنگ پر بیٹھے ہوئے احباب سے گفتگو میں مصروف تھے۔ ہنئی نے آواز دی: "ابو عبداللہ!" عمرو نے جواب دیا: "کیا بات ہے؟" ہنئی بولا: "اگر تکلیف نہ ہو تو میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں، براہ کرم ادھر تشریف لے آئیے۔" عمرو بن العاص اُٹھ کر اس کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے ہنئی نے پوچھا: "ابو عبداللہ! کیا آپ نے عمار کے بارے میں کچھ اللہ کے رسولؐ سے سنا تھا؟" عمرو بولے: "ہاں آپؐ نے اُن کے بارے میں فرمایا تھا کہ انہیں باغی جماعت مار ڈالے گی!" ہنئی نے کہا: "اچھا تو اب وہ شہید ہو چکے ہیں۔" عمرو نے تیوری پر بل ڈال کر کہا: "نہیں نہیں، غلط بات ہے، کون کہتا ہے؟" ہنئی نے سنجیدگی سے کہا: "میں نے خود اپنی آنکھوں سے انھیں میدانِ کارزار میں مقتول دیکھا ہے۔" عمرو نے بے صبری سے کہا: "ہائیں! تم نے دیکھا ہے؟ اچھا تو چل کے مجھے دکھاؤ۔"

عمرو اور ہنئی دونوں میدان کارزار میں جاتے ہیں، اور عمارؓ کی لاش کو شہیدانِ جنگ میں پڑا ہوا دیکھتے ہیں۔ عمار کو شہید دیکھ کے عمرو کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں اور چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔ "تم نے غور نہیں کیا، حقیقت میں عمار کے وہ لوگ قاتل ہیں جو انھیں میدان

جنگ میں لے کر آئے "۔ عمرو نے ایک طرف ہو کر بات بناتے ہوئے کہا،
شام کو شہادت سے کچھ دیر پیشتر عمار وصیّت کر گئے تھے کہ نہ مجھے غسل
دینا اور نہ مجھے جلدی دفن کرنا کیونکہ مجھ پر جھگڑے کے فیصلے کا دارو
مدار ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمار کے جنازے کی نماز پڑھائی اور انہیں
غسل نہیں دیا اور فرمایا، اگر کسی مسلمان کے دل پر عمارؓ کی شہادت کا کچھ
اثر نہ ہو، وہ اسے اہم نہ سمجھے اور اس کا اس واقعہ سے دل نہ دکھے تو وہ
بڑا نادان انسان ہے۔ خدا عمار کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔
وہ اس دن بھی قابلِ رحم تھے جس دن اسلام لائے۔ آج شہادت کے
موقعہ پر بھی قابلِ ترحم ہیں، اور جس دن زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے
اس دن بھی ان پر اللہ پاک رحم فرمائے گا۔ میں نے انہیں اس وقت
رحمۃ للعالمین ؐ کے ساتھ دیکھا تھا جب صرف چار پانچ اشخاص کو ایمان
کے اعلان کی توفیق بخشی گئی تھی۔ میں نے غور کیا ہے کہ اگر آپ کے چار
صحابہ کا نام لیا جاتا تو چوتھے عمار ہوتے اور اگر پانچ کا نام لیا جاتا تو
پانچویں عمارؓ ہوتے۔ اکابر صحابہ میں سے کوئی بھی عمار کے جنتی ہونے
میں شک نہیں کرتا تھا۔ عمار کو جنت الفردوس مبارک ہو اور وہ وہاں کی بہاریں
لوٹیں۔ عمارؓ کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا تھا کہ حق انکے اور وہ حق کے ساتھ ہیں خواہ کہیں
بھی رہیں یہیں عمارؓ اور حق ساتھ ساتھ ہیں۔ ان کا قاتل یقیناً جہنمی ہے۔

عمارؓ کا قاتل جہنّمی ہے

دو شامی مجاہد معاویہ کے خیمے کے پاس پہنچے، اس وقت عمرو بن العاص، عبداللہ بن عمرو اور دیگر معزز حضرات حاضرِ دربار تھے۔ یہ دونوں شخص عمار کے قتل میں جھگڑ رہے تھے۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ عمار کا میں قاتل ہوں۔ "تم میں سے کوئی اپنے ساتھی کی بات مان لے کیونکہ تم دونوں کا جھگڑا جہنم کے لئے ہے۔ میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کردے گا، ان کا قاتل اور اُن پر تلوار سونتنے والا دونوں جہنمی ہیں۔" عبداللہ بن عمروؓ نے سنجیدگی سے فرمایا۔

معاویہؓ برہم ہو کر عمرو بن العاصؓ سے مخاطب ہوئے: "عمرو! تم اس دیوانے کو ہم سے ہٹاتے کیوں نہیں؟"

معاویہ نے عبداللہ کی طرف دیکھ کر کہا: "اچھا! اگر تیری یہی رائے ہے جس کا تو نے اظہار کیا ہے تو ہمارے ساتھ کیوں ہے؟"

Marfat.com

عبداللہ نے جواب دیا: "ایک دفعہ ابا جان نے اللہ کے رسولؐ فداہ ابی و اُمی سے میری شکایت کی تھی اس پر آپ نے مجھے سمجھایا تھا کہ جب تک تمہارا باپ زندہ رہے اُس کے فرماں بردار بیٹے بن کر رہنا. اسی وجہ سے میں ابا جان کے کہنے سننے سے یہاں آگیا، لیکن جنگ سے کنارہ کش رہا ہوں۔"

معاویہؓ نے سنجیدگی سے جواب دیا: "نادان! عمار کے قاتل ہم کیوں ہونے لگے، عمار کی قاتل وہ جماعت ہے جو انھیں میدان جنگ میں لائی۔"

اِس واقعہ کو کافی عرصہ گذر چکا، معاویہ اسلامی حکومت کے خود مختار بادشاہ بن گئے اور مکمل اقتدار حاصل کر چکے۔ عمرو بن العاص اپنے احباب و رفقاء سے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں، اتنے میں کچھ لوگ آکر عرض کرتے ہیں: "ابو عبداللہ! ہم دیکھا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلعم آپ سے محبت کرتے تھے، آپ کو افسر بناتے تھے اور بڑے بڑے عہدے دیتے تھے۔"

عمروؓ نے جواب دیا: افسری اور عہدوں کی بابت مجھے معلوم نہیں کہ آیا واقعی محبت کی بنا پر آپ مجھ سے یہ سلوک فرماتے تھے یا تالیفِ قلب کی خاطر، لیکن ہم نے دو شخصوں کو دیکھا ہے جن سے آپ آخری دم تک محبت کرتے رہے اور خوش رہے۔"

Marfat.com

لوگوں نے پوچھا: "وہ کون سے دو سعادت مند انسان تھے؟"
عمرو نے جواب دیا: "ابن مسعودؓ اور عمار بن یاسرؓ"
لوگوں نے تعجب سے کہا: "ہائیں، عمار، عمار بن یاسر! کیا کہہ رہے ہو اُنھیں تو صفین میں تمہیں نے شہید کیا تھا؟"
عمرو نے جواب دیا: "بے شک بے شک، تمہارا کہنا بجا ہے، ہمیں نے انھیں مارا اور ہمیں ان کے قاتل ہیں!"
شہادت کے وقت عمارؓ اپنے دستے کے سالار تھے اور ان کے مقابل پر ذوالکلاع حمیری دشمن کی فوج کے دستے کے سالار تھے۔ دونوں سالار اسی جنگ میں ڈھیر ہو گئے۔ ابن سعد سے مروی ہے کہ ابو میسرہ عمرو بن شرجیلؒ نے جو ابن مسعودؓ کے ایک اور مخلص دوست تھے، اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے ایک ہرا بھرا باغ دیکھا، اس باغ میں کچھ گنبد تھے جن میں عمارؓ سکونت پذیر تھے اور دیگر گنبدوں میں ذوالکلاع ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا بات قاتل اور مقتول دونوں جنت میں؟ اس پر کسی نے مجھے جواب دیا کہ انھوں نے اپنے رب کو بڑی وسیع مغفرت والا پایا۔ ؎
"زندگی رندرہے ہاتھ سے جنت نہ گئی"

نتیجہ

داستان سنانے والا جب اِس مقام پر پہونچا تو اُس نے اپنا سر جھکا لیا اور کافی دیر تک سر جھکائے ہوئے کچھ سوچتا رہا۔ سامعین نے سمجھا کہ داستان ختم ہو گئی اور داستان گو اب مہرِ سکوت نہ توڑیگا، اِس خیال سے وہ اُٹھ کر جانا ہی چاہتے تھے کہ اُس نے سر اُٹھا کر گرج دار آواز میں یہ آیت پڑھی :-

وَنُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝

"ہم ملکی کمزوروں پر احسانات رکھنا چاہتے ہیں، اُنھیں پیشوا بنانا چاہتے ہیں، اُنھیں مالک بنانا چاہتے ہیں اور اُنھیں ملک میں طاقت بخشنا چاہتے ہیں، اور فرعون، ہامان اور دونوں کے لشکروں کو اُن کی طرف سے وہ دکھانا چاہتے ہیں جس کا اُنھیں ڈر تھا۔"

Marfat.com

پھر قدرے خاموش رہ کر کہنے لگا، حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا فرمایا، ان کمزوروں اور بے بسوں کو دنیا کا وارث بنایا، انھیں قیصر و کسریٰ کی دولتیں اور حکومتیں بخشیں، انھیں جب تک وہ زندہ رہے لوگوں کا پیشوا اور قائد بنایا، اور جب انھیں جوارِ رحمت میں بلا لیا تو دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمایا اور رہتی دنیا تک انھیں دائمی زندگی عطا فرمائی۔ ان کے کارنامے قابلِ تقلید، اُن کی سیرت اُسوۂ حسنہ اور اُن کے اخلاق انسانی زندگی کے لئے اعلیٰ نمونے قرار دیئے قیامت تک وہ مسلمانوں کے امام و سردار ہیں۔

ستمبر ۱۹۴۹ء پیرا کیفے میلان (اٹلی)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

157

سچا وعدہ

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی
کی تصنیف الوعد الحق کا
اردو عکس

ناشران

ولی محمد اینڈ سنز تاجرانِ کتب

اوٹ رام روڈ - پاکستان چوک - کراچی

(مشہور آفسیٹ پریس کراچی)